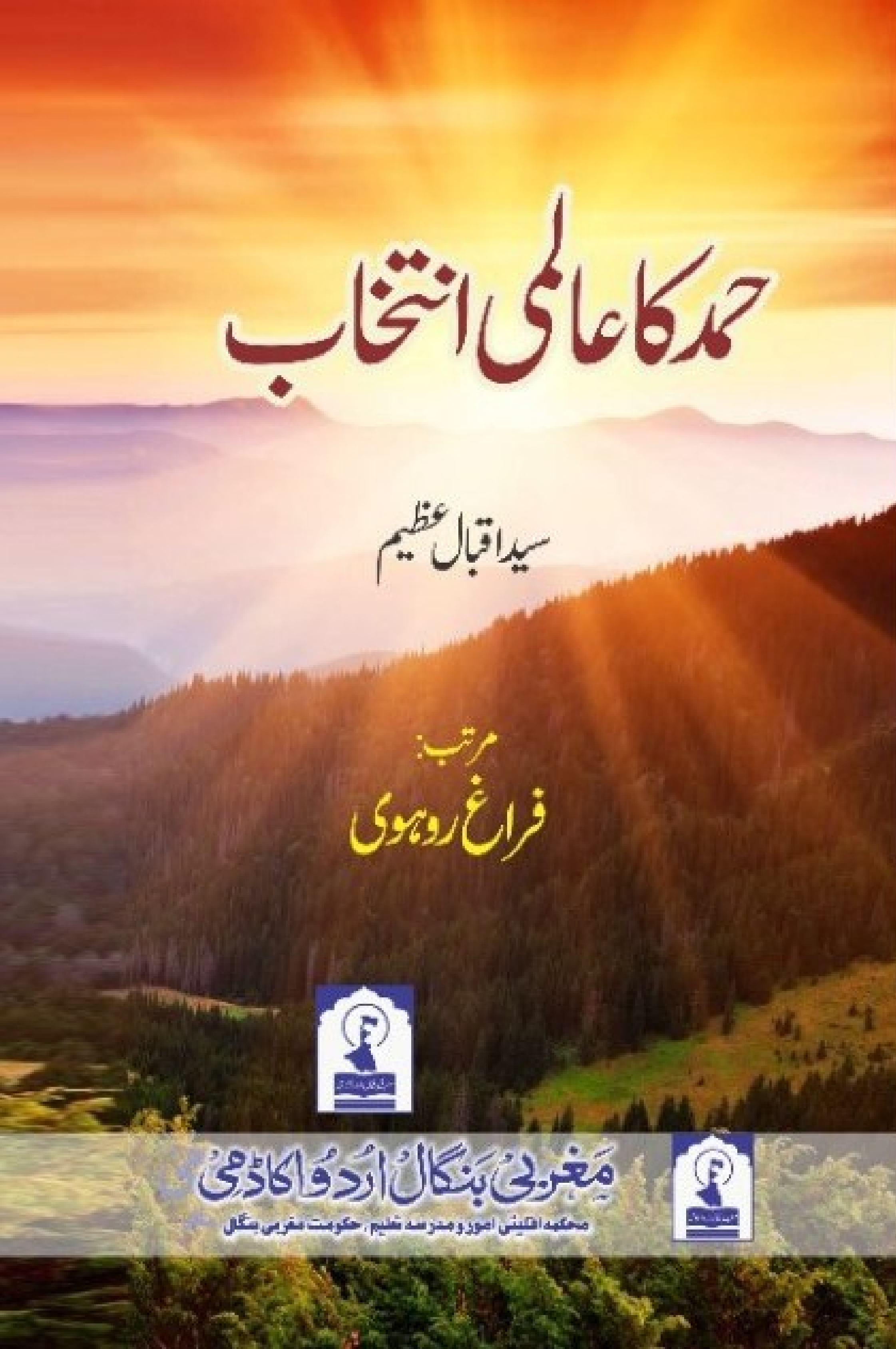


حمد کا عالمی انتخاب

سید اقبال عظیم

مرتب:
فراغ روہوی

مغربی بنگال اردو اکاڈمی
محکمہ اقلیتی امور و مدرسہ تعلیم، حکومت مغربی بنگال

حمد کا عالمی انتخاب

مرتب: فراغ روہوی

HAMD KA AALMI INTEKHAB

Compiled by :

FARAGH ROHVI

ISBN 978-81-942781-9-1

Published by :
West Bengal Urdu Academy
Minority Affairs & Madrasah Education Department,
Government of West Bengal
75/2A, Rafi Ahmed Kidwai Road, Kolkata- 700016

Edition : 2019
₹388

حمد کا عالمی انتخاب

مرتب : فراغ روہوی

ناشر

مغربی بنگال اُردو اکاڈمی

۷۵/۲اے، رفیع احمد قدوائی روڈ، کلکتہ-۷۰۰۰۱۶

مغربی بنگال اردو اکاڈمی

۷۵/۲-اے، رفیع احمد قدوائی روڈ، کلکتہ-۷۰۰۰۱۶

کتاب کا نام	:	**حمد کا عالمی انتخاب**
مرتب	:	فراغ روہوی
صفحات	:	560
تعداد	:	500
سال اشاعت	:	2019ء
کمپوزنگ	:	طلعت جبیں، کولکاتا
قیمت	:	**388/-** روپے
مطبع	:	وکٹوریہ پرنٹرس اینڈ ایسوسی ایٹس 77/1B، اے پی سی روڈ، کولکاتا-9

Hamd Ka Aalmi Intekhab

By : **FARAGH ROHVI**

ISBN : 978-81-942781-9-1

Year of Publication : **2019**

Published by : **West Bengal Urdu Academy**

75/2A, Rafi Ahmed Kidwai Road,

Kolkata - 700 016

اپنی بات

اردو زبان و ادب کا فروغ مغربی بنگال اردو اکاڈمی کا اولین مقصد ہے۔ اس ضمن میں اکاڈمی نے بہتیرے پروگرام مرتب کیے ہیں اور اُن پر تن دہی سے عمل پیرا بھی ہے۔ نجی اشاعتی اسکیم بھی اس کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس اسکیم کے تحت اکاڈمی، مغربی بنگال میں تحقیق و تنقید اور زبان و ادب کے حوالے سے محققوں، تنقید نگاروں، شاعروں اور ادیبوں کی تخلیق کردہ معیاری کتابیں رعایتی اور واجبی قیمت پر زیورِ طباعت سے آراستہ کر کے عام قاری کے ہاتھوں میں پہنچانے کا بھی عزم رکھتی ہے تاکہ اردو دنیا نہ صرف مغربی بنگال کے ادبی منظرنامے سے واقف ہو سکے، بلکہ یہاں کا ادب محفوظ بھی رہ سکے۔

زیرِ نظر کتاب ''حمد کا عالمی انتخاب'' اسی سلسلے کی ایک روح پرور کڑی ہے۔ اکاڈمی اس کے مرتب فراغ روہوی کی شکرگزار ہے۔

نزہت زینب
(سکریٹری)

انتساب

تمام موجودات
کے نام
جوازل سے
خالقِ حقیقی کی حمدوثنا میں
مصروف ھیں۔

اعتراف

حمد باریٔ تعالیٰ کے انتخاب کا خیال ۲۰۰۵ء میں میرے ذہن میں پرورش پایا تھا۔اُس وقت دوماہی ''دستخط'' بارک پور کا ''قیصر شمیم نمبر'' ترتیب کے مراحل سے گزر چکا تھا۔اُسے پریس کے حوالے کرنے سے قبل میں نے ''دستخط'' کے مدیر اختر بارک پوری کے آگے حمد نمبر کی بات چھیڑ دی۔پھر کیا تھا فوراً یہ فیصلہ لیا گیا کہ ''قیصر شمیم نمبر'' کے بعد ہم لوگ ''حمد کا عالمی انتخاب'' شائع کریں گے۔اس کا اعلان ''قیصر شمیم نمبر'' میں دے دیا گیا۔''دستخط'' کے ''رباعی نمبر اور قیصر شمیم نمبر'' کی غیر معمولی پذیرائی کا یہ نتیجہ سامنے آیا کہ پوری اردو دنیا کے قلم کاروں کی غیر مطبوعہ حمدیں موصول ہونے لگیں۔یہ دیکھ کر ہمارے حوصلوں کو بھرپور تقویت حاصل ہوئی۔اسے مزید پُر وقار اور یادگار بنانے کے لیے جدید شعراء حضرات کے فن پاروں کے علاوہ قدیم شعرائے کرام کے شہ پاروں کی تلاش شروع کردی۔یہ کام اتنا آسان نہ تھا جتنا میں سمجھ رہا تھا۔بڑی تگ ودو کے بعد بہت سارے اہم شعراء کی حمدوں کا خزانہ میرے ہاتھ لگا اور حمدوں کی تعداد ۵۰۰ سے تجاوز کرگئی۔

لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔اختر بارک پوری صاحب کو دل کا دورہ پڑا۔جس نے ہم سے ایک خلیق انسان کو چھین لیا اور حمد نمبر کا مسودہ سرد خانے میں محصور ہوکر رہ گیا۔مجھے رہ رہ کر عجب تشنگی کا احساس ستاتا رہا۔میں کئی برسوں سے بعض کمرشیل پروجیکٹ کو انجام دینے میں مصروف تھا۔اِدھر جب کچھ فراغ حاصل ہوا تو حمد کے انتخاب کی طرف اپنی تمام تر توجہ صرف کردی اور اسے کتابی شکل دینے کی ٹھان لی۔اس کے انتخاب کے دوران میں نے دو باتوں کو ملحوظِ خاطر رکھا۔اول

یہ کہ تخلیقات غیر روایتی اور غیر مطبوعہ ہوں۔دوم یہ کہ حمد یہ کلام صرف صفاتِ خداوندی کا آئینہ دار ہو۔یعنی حسنِ طلب سے پاک! قارئین کی سہولت کے لیے شعرا کے کلام حروف تہجی کے لحاظ ترتیب دیئے گئے ہیں۔

میں شکر گزار ہوں تمام قلم کاروں کا جن کی شمولیت سے میرا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا اور اُن احباب کا بھی جنھوں نے اس کارِ نیک میں اپنا دستِ تعاون پیش کیا اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔اُن میں جناب سید صبیح الدین رحمانی مدیر ''جہانِ حمد'' اور ''جہانِ نعت'' کراچی، جناب سید معراج جامی، کراچی، جناب طاہر سعید ہارون، کراچی، تنویر پھول، کراچی، ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، بھاگل پور، ڈاکٹر فراز حامدی، جے پور، جناب محمد امین الدین، مدیر ''قرطاس'' ناگ پور، جناب فرحت حسین خوش دل، ہزاری باغ قابلِ ذکر ہیں۔نیز ان رسائل و اخبارات کے مدیران بھی میرے جذباتِ تشکر کے مستحق ہیں جہاں جہاں سے مجھے حمدیں حاصل ہوسکیں۔

میں ممنون ہوں مغربی بنگال اردو اکاڈمی کی سکریٹری محترمہ نزہت زینب اور کارگزار نائب چیئرمین سید شہاب الدین حیدر صاحب کا جنھوں نے اس کتاب کی افادیت محسوس کرتے ہوئے اس کی اشاعت کی ذمہ داری قبول کی!

فراغ روہوی

(مرتب)

غزل گوشعراء کی حمدیہ شاعری

اللہ کی تعریف حمد کہلاتی ہے۔قرآنِ حکیم کی پہلی آیت ''الحمد للہ رب العالمین'' میں لفظِ حمد اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔الگ الگ شعبۂ حیات میں الگ الگ طریقے سے اس ذاتِ وحدہٗ لاشریک کی حمد بیاں کی جاتی ہے۔پھولوں کی مہک ہو یا بجلی کڑک‘ دریا کی روانی ہو یا صحرا کی بچھی ہوئی چادر‘ ذرّوں کی چمک ہو یا پہاڑوں کا غرور‘ دھوپ کی تپش ہو یا شجرِ سایہ دار‘ چڑیوں کی چہکار ہو یا موسموں کی للکار‘ الغرض لفظِ کن کی تفسیر میں آنے والی ہر شے اپنے رب کی حمد سے عبارت ہے۔

لامکاں کی لامحدود ذات گرچہ کسی تعریف کی محتاج نہیں پھر بھی قدرت کے تمام مظاہر کے علاوہ اشرف المخلوقات نے بھی حمد بیانی کو اپنی زندگی کے نصاب میں شامل کرلیا ہے۔آدمؑ سے لے کر اولادِ آدمؑ تک عظمتِ خداوندی کے گیت گنگنائے جا رہے ہیں۔شعراء نے بھی رب کی ودیعت کردہ ہنرمندی کے ذریعہ حمد کے کینوس کو وسیع کرنا فرضِ عین سمجھا اور اس طرح شاعری کے حوالے سے صنفِ حمد ظہور میں آئی۔

حمد کی تخلیق حیوانِ ناطق کے جذبات و احساسات کی آئینہ دار ہے۔جہاں تمام خطۂ زمین پر مالکِ حقیقی کی عبادت کے نشانات ملتے ہیں وہیں ہر زباں و ادب میں کسی نہ کسی Form کے ذریعہ اس کی بے پناہ قوتوں کے آگے سرِ نیاز خم ہوتے نظر آتے ہیں۔لیکن جس طرح عالمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صیہونی اور عیسائی سازشیں اپنا جال بچھاتی رہی ہیں‘ اس نے ہمیں وحدانیت کے گن گان سے قابلِ ذکر حد تک دور کردیا اور ہمارے ایمانی دھارے کو صرف رسالتؐ کی مدحت سرائی کی جانب موڑ دیا۔بلا شبہ فخرِ انسانیت کی شان میں نغمہ سرائی ایک احسن فعل ہے اور ان سے عقیدت و محبت کا ثبوت ہے لیکن کیا اس عمل کے دوران ادھورے کلمۂ طیبہ کی پیروی کریں اور لا الہ الا اللہ سے دور ہو جائیں؟ جس حد تک نعتیہ لہجے سے سروکار نظر آتا ہے کیا واقعی اس حد تک ہماری تخلیقی بساط پر حمد کے سرمائے ملتے ہیں؟ آخر نعتیہ شاعری کی رفتار اتنی تیز اور حمدیہ شاعری سبک گام کیوں ہے؟

حیرت اس بات پر ہے کہ اس صنفِ سخن کو جس بلند و بالا مقام پر آج ہونا چاہیے تھا‘ وہاں تک یہ نہیں پہنچ سکی ہے۔اس کے برعکس نعت گوئی شہرت و مقبولیت کے بامِ عروج پر دکھائی دے رہی ہے۔اخبارات و رسائل میں تواتر کے ساتھ نعتیہ کلام اور نعتیہ مضامین کی اشاعت جاری ہے۔موقعے موقعے سے بڑے اہتمام کے ساتھ نعتیہ محفلیں بھی سجائی جاتی ہیں اور ہر سال دس بیس نعتیہ مجموعے بھی زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر شائع ہوا کرتے ہیں۔نعتیہ ادب کی جہت میں یہ پیش رفت یقیناً رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا عقیدت و محبت کا بین ثبوت ہے۔اس میں کوئی شک نہیں نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی تمام نبیوں میں اعلیٰ و ارفع ہے اور منفرد و محترم بھی۔کیوں کہ آپ خدا کے محبوب نبیؐ

ہیں۔حور و ملائک بھی آٹھوں پہر درود سلام کا نذرانہ بھیجتے رہتے ہیں ۔ درود وسلام کے نذرانے کا یہ سلسلہ ازل سے جاری وساری ہےاورابد تک دراز رہے گا۔

اس حقیقت کے باوجود ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ تمام جہانوں میں سب سے عظیم اور برتر صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہے۔ وہی تمام تعریفوں اور تعظیم کے قابل ہے۔کیوں کہ وہ تمام صفات کا مالک ہےجن کا شمار ہمارے بس میں ہے نہ احاطۂ خدائے وحدہٗ لاشریک کی بڑائی میں ہم چاہے جتنا کچھ لکھیں' کم ہوگا۔دراصل ذاتِ باری محیطِ کل ہےاور محیطِ کل کی توصیف ایک بشر سے ممکن نہیں۔اسی لیے قرآنِ حکیم میں آیا ہے کہ ''اگر دنیا کے تمام درختوں کے قلم بنادیئے جائیں اور سمندروں کے پانی کو روشنائی' پھر بھی ذاتِ باری کی مدح سرائی کا حق ادا نہیں ہوگا''۔

حمد گوئی کی راہ میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ نہ کسی بندش یا شرط کا سامنا کرنا پڑتا ہے نہ کوئی مشکل آڑے آتی ہےاور نہ بہکنے کا کوئی خدشہ لاحق رہتا ہے۔ یہ راہ تمام حدود و قیود سے آزاد ہےاور آزاد فضاؤں میں مبالغہ آرائی تو کیا غلو بھی ناقابلِ گرفت ہوا کرتا ہے۔ تعجب ہے کہ حمد گوئی میں اس قدر چھوٹ حاصل ہونے کے باوجود اس سمت میں وہ پیش قدمی اور دلچسپی دکھائی نہیں دیتی جو نعت گوئی کی جانب دیکھنے میں آتی ہے جب کہ نعت گوئی میں مشکل مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔اس راہ میں بڑے ادب واحترام اور احتیاط کی شرط مقرر ہے۔اسی لیے نعت کو دو دھاری تلوار سے مثال دی گئی ہے ۔ یہاں ذرا بھی پاؤں پھسلا کہ گئے کام سے!

افسوس کا مقام یہ ہے کہ نعت گوئی میں وہ لفظیات وخیالات بھی نظم کیے جارہے ہیں جن کو صرف حمد کے لیے مخصوص ہونا چاہیے۔بعض حضرات تو حمد اور مناجات کے فرق کا

بھی لحاظ نہیں رکھ پاتے ہیں۔حمد یہ کلام میں بھی دستِ سوال دراز کردیتے ہیں جو بالکل نامناسب عمل ہے۔حمد میں صرف خالقِ اکبر کی ثناخوانی مقصود ہوتی ہے۔جب کہ مناجات میں ہم اپنی طلب اور مدعا بھی بیان کرسکتے ہیں اور ربِ ذوالجلال کی بزرگی اور قدرت کا اعتراف بھی ۔حمد کہتے وقت ان باریکیوں کو پیشِ نظر رکھنا اشد ضروری ہے۔تاکہ حمد کی عظمت برقرار رہے۔ہمیں خدائے بزرگ و برتر کی ثناخوانی میں قطعی بخالت سے کام نہیں لینا چاہیے۔حق تو یہ ہے کہ اپنی بساط سے بڑھ چڑھ کر اس کی مدح سرائی کا فریضہ ادا کرنا چاہیے۔

حمد گوئی کی روایت کو آگے بڑھانے اور اس کی ترویج وترقی کے لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ کثرت سے حمد تخلیق کی جائے' تزک واحتشام کے ساتھ حمد یہ محفلیں منعقد کی جائیں اور اخبارات و رسائل کے مدیران معتبر قلم کاروں سے حمد یہ مضامین و مقالے بھی لکھوائیں نیز گاہے گاہے حمد نمبر بھی شائع کریں۔جس طرح پاکستان میں اس کے فروغ کے لیے کوششیں کی جارہی ہیں تاکہ ہمارا حمد یہ ادب بھی دوسرے ادب پاروں کے بالمقابل بھرا پرا دکھائی دے۔

اس حقیقت سے کسے انکار ہے کہ تنقید ادب کے معیار کی تفہیم کا پیمانہ ہے۔لیکن عقیدے کی شاعری میں اس پیمانے کا وہ زاویۂ نگاہ نہیں ہونا چاہیے جو دیگر اصنافِ شاعری کے لیے متعین ہے۔ہمارے ناقدین کا خیال ہے کہ حمد ونعت' منقبت' قصیدہ اور مرثیے کا تعلق چوں کہ عقیدے سے ہے اس لیے ایسی شاعری میں تغزل کا گزر ممکن نہیں۔لہٰذا وہ تمام اصنافِ شاعری جن کا تعلق عقیدے سے ہے ناقدین کے دوٹوک فیصلے کا شکار ہو گئیں۔ہمارے خیال میں اگر ادبِ عقیدت کے سمندر کو کھنگالا جائے تو اس میں بھی وجدان کی موجیں ٹھاٹھیں مارتی ہوئی دکھائی دیں گی اور اس میں وجدان کا بہاؤ تغزل کے بغیر ناممکن

ہے۔عقیدے کی شاعری پر ہی کیا موقوف ! جہاں تک ہم سمجھتے ہیں کہ کسی بھی صنفِ شاعری میں تغزل کے بغیر وجدانی کیفیت کا پیدا ہونا ناممکن ہے۔دیکھا جائے تو دنیا کے تمام معاملات وموضوعات کی توصیف بلکہ بیان‘ حق کی صفات کا ہی بیان ہے۔اس لیے صنفِ حمد کی وسعت کا بھی کوئی ٹھکانہ نہیں۔اب شاعر کی تخیل کی پرواز اور فراست ودانائی پر یہ منحصر ہوا کرتا ہے کہ وہ عشق میں کس قدر غرق ہو پایا ہے اور محبوب جو ذاتِ باری ہے اور محیطِ کل بھی۔اس کے کن کن پہلوؤں کو محسوس کر پایا ہے اور اپنی محسوسات کو لفظوں کے جامے میں کس حد تک ظاہر کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔یہ تعلقِ خاطر یا جذبے کی فضا جتنی گہری اور صادق ہوگی حمد بھی اتنی ہی بلیغ‘ کامیاب‘ پراثر اور فکر انگیز ہوگی۔

حمد کی صنف میں دیکھئے تو غزل کی صنف سے زیادہ بلاغت ہے۔تغزل تو حمد کا حصہ بھی ہے اور وصفِ خاص بھی۔اس لیے کہ غزل کی دنیا میں محبوب کو مبالغے کے ساتھ صنم یا خدا بنانا پڑتا ہے لیکن حمد کا موضوع ہی جمالیات کا منبع ہے۔وہی تو حسنِ ازل ہے تو اس کے حسن کے بیان‘ اور اس کی صفات کے اظہار میں تغزل نہ آئے تو کیا آئے۔شاعر کے سامنے تو جمالیات کا ایک پرنور سمندر رواں ہے اب اس کے فکر وفن کے دامن پر منحصر ہے کہ وہ اپنے دامن میں کتنا بھر لیتا ہے۔البتہ عقیدے کی شاعری کے مرکزی خیالات میں یکسانیت اور ٹکراؤ ناگزیر ہے۔ایسی شاعری میں بڑی شاعری کی تلاش کی بجائے افکار‘ احساسات‘ جذبات ووجدان‘ پیرایۂ اظہار اور نئے اسالیب کی دریافت کی جائے۔

روایت کی پاسداری مستحسن سہی‘ لیکن روایت کا اسیر ہو کر لکیر کا فقیر بن جانا کبھی قابلِ رشک نہیں ہوتا۔کیوں کہ عقیدے اور تقلید کے حصار میں مقید رہنے سے شاعری میں تازگی کے امکانات کم ہو جاتے ہیں اس حقیقت کو روشن خیال شعراء نے شدت سے محسوس

کرتے ہوئے حمدیہ شاعری کو بھی نئے اسالیب سے آراستہ کیا ہے اور اپنے پیرایۂ اظہار کو ندرت بھی عطا کی ہے۔ان کی نظمیہ اور غزلیہ شاعری میں تازہ کاری کی جو کیفیت پائی جاتی ہے وہ حمدیہ شاعری میں بھی محسوس کی جاسکتی ہے۔حمد گوئی سے متعلق اتنی لمبی چوڑی تمہید باندھنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی ہے کہ آج کی حمدیہ شاعری کا جائزہ لیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ اس کا مزاج کیا ہے اور کس نہج پر ہے۔یہ دیکھنے کے لیے سب سے پہلے مغربی بنگال کی شاعری کا مطالعہ کرتے چلیں:

جہانِ خاک زا میں ایک ذرّہ ہے وجود اپنا
مگر ذرّے میں ذوقِ جستجو کس کی عنایت ہے
سالک لکھنوی

جہانِ خاک زا میں انسان کا وجود ایک ذرّے سے زیادہ نہیں۔اس کے باوجود وہ بچپن سے بڑھاپے تک تلاش وجستجو کے حصار سے باہر نہیں نکلتا۔کبھی چاند ستاروں کو چھونے کی تمنا کرتا ہے تو کبھی سمندر کھنگالنے کی۔شاعر حیرتی ہے کہ اگر خدا نہیں ہے تو ایک ذرّے میں یہ ذوقِ جستجو کس کی دین ہے۔

ہوا کے شانے پہ جو بشر کو اُڑا رہا ہے
سمندروں میں جو کشتیوں کو ترا رہا ہے
جو ہو کے اوجھل نظر سے جلوے دکھا رہا ہے
اندھیری شب میں بھی راستہ جو بتا رہا ہے
وہی خدا ہے‘ وہی خدا ہے
علقمہ شبلی

قادرِ مطلق نے انسان کو بھی کس قدر فکر و فراست اور قدرت سے نواز دیا ہے‘ کہ اب وہ بھی آسمان پر سفر کر رہا ہے۔سمندروں کے سینے کو چیر کر جہاز رانی پر قادر ہے۔شبِ تاریک میں بھی سفر طے کر رہا ہے اور نظر سے اوجھل نظاروں کو بھی دیکھ رہا ہے۔ان سب کے پیچھے کس کی کارفرمائی شامل ہے سوائے خدا کے۔اسی کا بات اعتراف اس بند میں شاعر نے کیا ہے۔

صبح تیری عطا ‘شام تیری عطا
کام کے بعد آرام تیری عطا

قیصر شمیم

کائنات میں کوئی چیز بے وجہ وجود میں نہیں آئی ہے۔شام وسحر اسی لیے خلق کی گئی ہیں کہ مخلوق تلاشِ رزق میں صبح سے شام تک مصروف رہے۔تلاشِ رزق میں اس کا تھک جانا بھی فطری بات ہے۔اس لیے اس کے آرام اور سکون کے واسطے رات بھی وجود میں لائی گئی ہے تا کہ اس وقت وہ آرام کر سکے۔لیکن آرام اسے نصیب ہوتا ہے جسے وہ توفیق دیتا ہے۔درج بالا شعر میں شاعر نے اسی مفہوم کو ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔

نقاشِ ازل! عظمتِ فن تجھ پہ ہے نازاں
ہر شے پہ ترا عکسِ ہنر دیکھ رہے ہیں

رونق نعیم

اللہ تعالیٰ سے بڑا کوئی نقاش ہو ہی نہیں سکتا۔اُس کی نقاشی زمیں تا بہ فلک بکھری ہوئی ہے۔ذرّے ذرّے سے اُس کی صناعی نمایاں ہے۔اُس کی فنکارانہ عظمت انسانی عقل کو حیران کر کے سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ اُس نے کس ہنرمندی کے ساتھ کائنات کو وجود میں لایا ہے!

ترا جو ہو گیا دن اس کا‘ رات اس کی ہے
حیات اس کی ہے‘ یہ کائنات اس کی ہے

حلیم ثمر آروی

خدا اُسے ملتا ہے جو خدا کی جستجو کرتا ہے اور اس جستجو میں راہِ عشق سے گزرنا پڑتا ہے۔جو خدا کو پا لیتا ہے اُسے سب کچھ مل جاتا ہے۔یہ دن‘ یہ رات‘ یہ کائنات کیا اُس کی حیات کو بھی دوام حاصل ہو جاتا ہے۔

شعلوں میں کون‘ کون ہے مچھلی کے پیٹ میں
عالم ہے تو‘ علیم ہے تو‘ ربِ ذوالجلال

احمد رئیس

یہ شعر تلمیحی شعر ہے۔خدا عالم بھی‘ علیم بھی اور کرشمہ ساز بھی۔اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شعلوں میں بھی محفوظ و سلامت رکھا اور حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں۔شاعر نے اس شعر میں ربِ ذوالجلال کی انہیں کرشمہ سازیوں کی طرف اشارہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

کس شے سے میں تمثیل ترے حسن کی چاہوں
تو برق و شرر‘ مہر و قمر ہو نہیں سکتا

شہناز نبی

خدا کا جمال تصور سے بعید ہے۔اُس کے حسن کی تمثیل کسی بشر سے ممکن نہیں۔وہ حسن و جمال کا منبع ہے۔چاند ستارے‘ برق و شرر اُس کے نور کے آگے ہیچ ہیں۔کیوں کہ یہ تمام چیزیں اُسی کی خلق کردہ ہیں۔شاعرہ نے اپنی کم مائیگی کا اعتراف کرنے میں کسی طرح

کی جھجک محسوس نہیں کی۔یہی بندگی کی معراج ہے۔

اک آگ تو پتھر میں ہمیشہ سے بسی تھی
تو نے مجھے سلگایا' تری شانِ کریمی

ف۔س۔اعجاز

شاعر نے حمدیہ شاعری میں بھی انفرادی لہجہ اپنانے کی کوشش کی ہے۔''تو نے مجھے سلگایا'' میں معنویت کا ایک جہان نمایاں ہے۔جس طرح پتھر کے سینے میں آگ پوشیدہ ہوتی ہے۔اسی طرح شاعر کو بھی ایک آگ ودیعت کی ہے۔جس کی لپک شاعر کو کچھ نہ کچھ کرگزرنے کے لیے ہر وقت بے چین رکھتی ہے۔اسی حقیقت کا اعتراف اس شعر میں کیا گیا ہے۔

اب اس کے بعد کوئی سمت آنکھوں کو نہیں بھاتی
ہمارے منتشر سجدوں کو کعبہ بخشنے والے

اکبر حسین اکبر

جب ایک حقیقی خدا کا تصور نہیں تھا تو انسان ہر طاقت ور چیز سے خائف اور مرعوب ہو کر اُسے پوجنے پر مجبور تھا۔انسان نے پرستش کے لیے ہزاروں بت تراش لیے تھے۔لیکن شہنشاہِ مرسلین کی آمد کے بعد انسان شعور کی دولت سے مالا مال ہوا اور اُس ایک رب کے آگے سر بہ سجود ہو کر دامنِ حاجات وا کرنے لگا جس نے ایک لفظِ کن سے تمام موجودات کو اعزازِ وجودیت بخشا۔

کوئی معبود نہیں تیرے سوا اے اللہ!
سر بہ سجدہ ہے ترے سامنے بندہ تیرا

علیم الدین علیم

شاعر نے درج بالا شعر میں ذاتِ باری کی وحدانیت کا اعتراف کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔بے شک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔وہی مسجود بھی ہے'اسی کے سامنے تمام مخلوق سر بہ سجدہ ہوا کرتی ہے۔

گلوں کو رنگ' بہاروں کو تازگی دی ہے
کلی کو حسن' نظاروں کو دلکشی دی ہے

محسن باعشن حسرت

شاعر نے یہاں مناظرِ فطرت کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔گلوں کے رنگ' بہاروں کی تازگی' کلی کے حسن اور کائنات کے نظاروں سے نہ صرف حظ اٹھانے کی کوشش کی ہے بلکہ عقیدت کے ساتھ اللہ جل جلالہ' کی عنایت کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

میں خطا ہوں' تو عطا ہے' میں زمیں تو آسمان ہے
مری حیثیت ہے کتنی' ترا مرتبہ کہاں ہے

ضمیر یوسف

شاعر نے آقا اور غلام کے درمیانی فاصلے کو شعر میں نظم کرنے کی کوشش کی ہے۔وہ نہ صرف اپنی حیثیت پہچانتا ہے بلکہ اپنے آقا کے بلند و بالا مرتبے سے بھی کماحقہ' واقف ہے۔اسی روشن حقیقت کا اعتراف اس شعر میں نمایاں ہے۔

سرِ نیاز ہو خم اس کے آستاں پہ نہ کیوں
ہمیں تو نعمتِ دستِ ہنر اسی سے ملی

عاصم شہنواز شبلی

خدا کی بخشی ہوئی کن کن نعمتوں سے انحراف کیا جا سکتا ہے۔دولت ہو' عزت ہو'

شہرت ہو' فکر و فن ہو کہ دستِ ہنر ہو تمام چیزیں عطائے خدا ہیں۔شاعر کو بھی جس لوح وقلم کی دولت سے نوازا گیا ہے اسی بات کا صدقِ دل سے اعتراف کیا گیا ہے۔اسی عطا کردہ دولت کے باعث اس نے دنیا میں سرخروئی حاصل کی ہے۔

جس میں کوئی شک نہیں وہ حق ہے تو
سچ تو یہ ہے قادرِ مطلق ہے تو
ذات لا محدود تیری' لا زوال
تو ہے بے شک بے عدیل و بے مثال

ارشاد آرزو

ان چار مصروں میں شاعر نے فنکارانہ طور پر ذاتِ باری کی کئی صفات کا احاطہ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔یقیناً خداوند کریم برحق بھی ہے اور قادرِ مطلق بھی'اس کی ذات لامحدود بھی ہے اور لازوال بھی۔بے شک وہ بے نظیر بھی ہے اور بے مثال بھی۔

کیا حقیقت مری' میں فنا ہی فنا
تو بقا ہی بقا' تو کہاں' میں کہاں

فراغ روہوی

اللہ کی ذات لازوال ہے۔اس کے سوا ہر شے کو فنا کے دشت میں بکھر جانا ہے۔بڑے بڑے پہاڑ بھی ایک دن ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔مشتِ خاک کی حقیقت ہی کیا۔شاعر اپنی اوقات اور حقیقت سے بخوبی آشنا ہے۔اللہ و باقی من کل فانی پر اسے یقینِ کامل بھی ہے اور مکمل ایمان بھی۔

درج بالا اشعار مغربی بنگال کے نمائندہ شعراء کرام کے حمدیہ اشعار تھے۔آپ نے

محسوس کیا ہوگا کہ ان اشعار میں عشق کا الاؤ بھی تیز ہے اور جذبات کا بہاؤ بھی۔اب آیئے ہندوستان کے کچھ نمائندہ شعراء کرام کے حمدیہ اشعار کا مطالعہ کرتے چلیں:

مجھے تو نذر بھی کرنے کو کچھ نہیں اپنا
جبیں کی خاک تری' آستاں بھی تیرا ہے

مظہر امام

تمام نعمتیں خدا کی عطا کردہ ہیں۔انسان کے پاس اپنا کچھ بھی نہیں ہے کہ وہ اپنے ربِ عظیم کی بارگاہ میں کچھ نذر کر سکے۔نہ جبیں اس کی' نہ جبیں کی خاک اس کی' نہ وہ آستاں اس کا ہے جہاں وہ سر جھکاتا ہے۔شاعر کو اپنی تہی دستی کا شدت سے احساس ہے۔اسی احساس کو اس شعر میں اجاگر کیا گیا ہے۔

پیڑوں کی صفیں' پاک فرشتوں کی قطاریں
خاموش پہاڑوں کی ندا اللہ ہی اللہ

بشیر بدر

جس دن کائنات تخلیق ہوئی ہے'اسی دن سے کائنات کی ہر شے خواہ وہ جاندار ہو کہ بے جان' خالقِ حقیقی کی ثناخوانی میں مصروف ہے۔اسی بات کو شاعر نے شاعرانہ انداز میں یوں نظم کرنے کی کوشش کی ہے کہ پیڑوں کی صفیں ہوں کہ فرشتوں کی قطاریں یا خاموش پہاڑیاں سب کی زباں پر ایک ہی رٹ ہے۔اللہ ہی اللہ' اللہ ہی اللہ کے ورد کا یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

ہاتھوں میں سجتے ہیں چھالے' جیسی تیری مرضی
سکھ داتا! دکھ دینے والے' جیسی تیری مرضی

مظفر حنفی

بے شک ربِ قدیر کے فیصلوں کے سامنے بشر بے بس اور لاچار ہے۔اس کی مرضی کے آگے سرِ خم تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے۔عیش وآرام اور آسائشیں عطا کرنے والا سکھ کی بجائے اگر دکھ سے دامن بھر دے یا صلے کی جگہ ہتھیلی پر صرف چھالے ہی سجا دے تو شکوہ نہیں کرنا چاہیے' بلکہ محبوب کی اس ادا کو بھی مسکرا کر گوارا کر لینا چاہیے۔شاعر نے اسی خیال کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔

منزلیں اُس کی' مرادوں کا نگر اُس کا ہے
پاؤں میرے ہیں' تقاضائے سفر اُس کا ہے
مغنی تبسم

انسان مسافر ہے اور دنیا مسافر خانہ یعنی ایک اور سفر درپیش ہے۔حیات اس سفر کا ایک پڑاؤ ہے۔ہم اپنی مرضی سے اس سفر پر روانہ نہیں ہوئے ہیں۔نہ کوئی منزل ہماری ہے نہ مرادوں کا نگر ہمارا ہے۔ہم تو صرف حکم کے بندے ہیں۔خدا جس سمت چلا رہا ہے ہم چل رہے ہیں۔شاعر نے اسی بات کو اس شعر میں نظم کرنے کی کوشش کی ہے۔

سارے نغمے' ساری صدائیں تیری ہیں
میرے لبوں کی ساری دعائیں تیری ہیں
ممتاز راشد

کوئل کی کوک ہو کہ چڑیوں کی چہکار' دریا کی لہروں کا راگ ہو کہ آبشار کی سرگم' برسات کا سُر ہو کہ ہواؤں کے گیت یا انسان کے لبوں کی دعائیں' سب ایک ہی کرشمہ ساز کی کرشمہ سازیاں ہیں جس نے ایک اشارے میں سب کو خلق کیا ہے۔درج بالا شعر میں اسی مفہوم کو ادا کیا گیا ہے۔

سنگِ در بھی ترا' شہرِ جاں بھی ترا
لب پہ اعجازِ لفظ و بیاں بھی ترا
ظہیر غازی پوری

انسان کے پاس سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس کا اپنا کچھ نہیں ہے۔ساری عطائیں اللہ جل جلالہٗ کی ہیں۔وہ سنگِ در بھی جہاں ہم سر بہ سجدہ ہوا کرتے ہیں۔وہ شہرِ جاں بھی جس پر ہمارا کوئی اختیار نہیں۔لفظ و بیاں کا وہ اعجاز بھی جو ہمارے لبوں پر مچلتا رہتا ہے۔شاعر نے اس شعر میں اسی حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔

سمجھ میں کچھ نہیں آتا کوئی مقام اللہ
عجیب ہے تری قدرت' تیرا نظام اللہ
رؤف خیر

بشر کے اختیار میں نہیں کہ وہ ذاتِ باری کے مقام یا مرتبے کو پہنچ سکے۔وہ عظیم ہے 'بڑی عظمت والا ہے۔اتنی عظمت والا کہ اس کا احاطہ ممکن نہیں۔اُس کا مقام' اُس کی قدرت' اس کا نظام ایک معمہ ہے جس کا حل بشر کی فکر و فہم سے بالاتر ہے۔اسی خیال کو اس شعر میں پرو نے کی کوشش کی گئی ہے۔

بتا' کس کس نوازش کا تری احسان مانوں میں
گدا کو بھوک' نااہلوں کو نعمت بخشنے والے
نشتر خانقاہی

شاعر نے شکوے کا ایک الگ انداز اپنایا ہے۔اس انداز میں طنز کے ساتھ ساتھ تلخی گھل گئی ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک خاص ادا یہ بھی ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے بلاتفریق و

بے حساب نواز دیتا ہے۔ہماری بشری کمزوری یہ احساس دلاتی ہے کہ دولت، شہرت اور عزت کی تقسیم میں نابرابری کیا سلوک برتا گیا ہے۔حالانکہ ایسا سوچنا بالکل غلط ہے۔یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے کہ وہ کسی کو شاہی خاندان میں پیدا کرتا ہے تو کسی کو غریب گھرانے میں۔اس میں اللہ کی آزمائش مضمر ہے۔وہ کسی کو دے کے آزماتا ہے تو کسی سے چھین کر۔لہٰذا بندے کو شاکی ہونے کی بجائے ہر حالت میں شکر گزار ہونا چاہیے۔

سارے مکاں سے اونچا ہے لامکاں تمہارا
یہ سر زمیں تمہاری، یہ آسماں تمہارا
مناظر عاشق ہرگانوی

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام جہانوں کا خالق بھی ہے اور مالک بھی۔وہ ہر جگہ قیام پذیر ہے۔یہ زمیں، یہ آسماں اور آسماں سے آگے لامکاں تک اُسی کا قیام ہے۔وہ لامکاں جس کی وسعت اور بلندی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔وہ تمام مقامات سے وسیع اور بلند و بالا ہے۔اسی مفہوم کا اظہار اس شعر میں کیا گیا ہے۔

ترے ہاتھ موت وحیات ہے، ترے بس میں قید ونجات ہے
تجھے ذرّے ذرّے کی ہے خبر، تری شان جل جلالہٗ
علیم صبا نویدی

ربِ ذوالجلال کے دستِ قدرت میں کیا نہیں ہے۔انسان کی موت وحیات بھی اُسی کے ہاتھ میں ہے اور قید ونجات بھی۔وہ بڑی شان والا ہے اور عالم الغیب بھی۔وہ ذرّے ذرّے کی خبر رکھتا ہے۔شاعر نے اس شعر میں شان کریمی کا اقرار اور اس کے قادرانہ وصف کا اعتراف بھی کیا ہے۔

تری ذات جس کو ثبات ہے، وہی جو کہ بالا صفات ہے
نہ شریک ہے، نہ سہیم ہے، تری شان جل جلالہٗ
مختار ٹونکی

اللہ جل جلالہٗ کی صفات میں ایک بہت بڑی صفت یہ بھی ہے کہ وہ لاشریک ہے یعنی یکہ وتنہا ہے۔اس کا نہ کوئی ہمسر ہے نہ ساتھی وہ لازوال ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔شاعر نے اس شعر میں ذاتِ باری کی یکتائی کی قصیدہ خوانی کا شرف حاصل کیا ہے۔

خیر و شر تیری پناہوں میں خدا
تو ہی نغموں، تو ہی آہوں میں خدا
خورشید اکبر

رب کریم کی ذاتِ اقدس بے شمار صفات کا مرقع ہے۔وہ وحدت الوجود بھی ہے اور وحدت الشہود بھی۔وہ دنیا کی ہر شے میں موجود ہے۔ہر شے میں اسی کا پرتو دکھائی دیتا ہے۔خیر ہو کہ شر اُسی کی پناہوں میں ہے۔وہ نغموں میں بھی نظر آتا ہے اور آہوں میں بھی۔اسے دیکھنے اور محسوس کرنے کے لیے چشمِ بینا درکار ہے۔

ازل، ابد ہیں سرود تیرے
نظامِ ہست اور بود تیرے
عطا عابدی

دنیا کے تمام معاملات وموضوعات ذاتِ باری سے ہی منسوب ہیں۔ازل کی گفتگو ہو کہ ابد کا بیان، نظامِ ہستی کا ذکر ہو کہ وجودیت کا تذکرہ سب کا مرکز ومحور ایک خدا کی ذات ہی تو ہے۔اسی مفہوم کو شاعر نے اس شعر میں نظم کرنے کی کوشش کی ہے۔

تو ہست و بود کا خالق بھی اور مالک بھی
تو خوب جانتا ہے بندہ پروری کیا ہے
کوثر مظہری

خدا کے سوا بندہ پروری کون جانتا ہے۔وہ بھوکا جگاتا تو ہے سب کو مگر بھوکا کسی کو نہیں سلاتا۔یہی اس کی ادائے خاص ہے۔اس نے اپنی مخلوقات کو رزق دینے کا وعدہ کر رکھا ہے۔وہ تو پتھروں کے نیچے پلنے والے کیڑوں کو بھی رزق فراہم کرتا ہے۔تمام حاجات کے لیے ہمیں اسی سے لو لگائے رکھنا ہے۔اسی میں آدمیت کی معراج ہے۔

وہ سارے مسئلے میرے کہاں سنگین کرتا ہے
گماں ایسا اگر رکھوں تو یہ بے دین کرتا ہے
عادل حیات

بیشتر پریشانیاں اور مصیبتیں انسان کی اپنی پیدا کردہ ہوتی ہیں۔جو ہمارے برے اعمال کے نتائج ہوتے ہیں۔اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں ان پریشانیوں میں اللہ نے ڈال رکھا ہے۔اگر ایسا سوچتے بھی ہیں تو یہ سوچ ہمیں مشرک بنا سکتی ہے۔اسی پہلو کو شاعر نے درج بالا شعر میں اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔

آپ نے ہندوستان کے کچھ نمائندہ شعرا کے حمدیہ اشعار کے نمونے ملاحظہ فرمائے۔ان اشعار میں بھی آپ نے عشق کی تیز آنچ محسوس کی ہوگی اور جذبات کی حرارت بھی۔آیئے اب یہ دیکھیں کہ پاکستان میں حمدیہ شاعری کو کس طرح برتا جا رہا ہے وہاں فکر کی اُڑان کس سطح پر ہے، عشق کی لو کس قدر تیز ہے، کس درجہ معنی آفرینی، اثر انگیزی اور انفرادیت پیدا کی گئی ہے، اشعار ملاحظہ فرمائیں:

ممنون مرا دیدۂ بینا ہے کہ تو نے
دنیا کو دیا حسن تو مجھ کو بھی نظر دی
قتیل شفائی

ربِ عظیم کی نوازشات کا ہر دم شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔کیوں کہ اس نے ہمیں ہر شے سے مستفیض ہونے کی صلاحیت بخشی ہے۔اُس نے دنیا کو جہاں حسن و جمال سے نوازا ہے وہیں اُس سے حظ اُٹھانے کے لیے ہمیں اُس نے نظر بھی عنایت کی ہے۔وہ نظر جسے چشمِ بینا کہتے ہیں۔شاعر نے اُسی خیال کو اپنے شعر میں لفظی جامہ پہنانے کی سعادت حاصل کی ہے۔

رزق پہنچاتا ہے پتھر میں چھپے کیڑے کو
تو ہی سوکھی ہوئی شاخوں کو ہرا کرتا ہے
مظفر وارثی

رب کریم کی شانِ کریمی تو دیکھیے کہ وہ کہاں کہاں اپنے رزاق ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔وہ پتھروں میں چھپے ہوئے کیڑوں کو بھی رزق فراہم کرتا ہے۔وہی سوکھی ہوئی ٹہنیوں کو پھر سے ہرا بھرا کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔وہ سب کچھ کر گزرنے پر قادر ہے۔شاعر نے اس شعر میں ذاتِ باری کے انہی اوصاف کا اعتراف کیا ہے۔

یہ ارض و سما، یہ شمس و قمر، سب تیرے ہیں، ہم تیرے ہیں
ہے نور کا عالم شام و سحر، سب تیرے ہیں ہم تیرے ہیں
عشرت رومانی

زمیں سے آسماں تک، چاند سے سورج تک، دن سے رات تک اور نور سے خاک تک سب کے سب خدا کے غلام ہیں۔سب اُسی کے اشارے پر مصروفِ کار ہیں۔خدا نے کا

ئنات کو پررونق بنانے کے لیے ایک ایسا نظام قائم کر رکھا ہے کہ یہ کائنات ہر وقت منور رہے۔ شمس وقمر کی تخلیق کے پیچھے یہی خیال کارفرما رہا ہوگا کہ اس خوبصورت کائنات میں کسی بھی لمحہ ظلمت کا غلبہ نہ رہے۔

سکوتِ نیم شبی میں پکارتا ہوں اُسے
کہ میں ہوں درد کی شدت، دِرماں وہ ہے
صبیح رحمانی

انسان درد وغم کا پیکر ہے۔اور یہی انسانیت کی معراج ہے۔ورنہ انسان اور پتھر میں کوئی فرق نہیں رہتا۔جذبۂ احساس ہی انسان کو دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتا ہے۔جب وہ درد سے کراہتا ہے تو وہ بےاختیار خدا کو پکار اُٹھتا ہے۔اُسی کے حضور میں اُسے قلبی راحت میسر ہوتی ہے۔

گلشنِ عالم کی زینت کار فرمائی تری
کتنی دل کش ہے فلک پر بزم آرائی تری
افتخار اجمل شاہین

یہ زمین وآسماں اور تمام موجودات آئینے ہی تو ہیں۔بے شک ان آئینوں میں خدا کا جمال جلوہ فگن ہے جنہیں صرف آنکھ والے ہی دیکھ پاتے ہیں۔شاعر بھی آئینہ در آئینہ محبوبِ حقیقی کا جلوہ دیکھ رہا ہے اور اپنے دل میں اُس کی شانِ یکتائی بھی محسوس کر رہا ہے۔

دریا پہ جب بھی چاہے وہ صحرا اُتار دے
صحرا کو وہ نہ چاہے تو دریا بنائے کون
سہیل غازی پوری

ربِ قدیر کی قدرت کی کوئی انتہا نہیں۔وہ چاہے تو دم بھر میں سب کی شکل وصورت بدل کر رکھ دے۔وہ جب چاہے دریا کو صحرا بنا سکتا ہے اور صحرا کو دریا بھی کر سکتا ہے۔یہ قدرت اُس کے سوا کسی میں بھی نہیں۔کیوں کہ وہ قادرِ مطلق ہے۔

ازل کی صبح کا آغاز تیری خلاقی
ابد کی شام جہاں ہے وہاں کا مالک تو
غالب عرفان

خالقِ کل جہاں کی خلاقی بے مثال وبے نظیر ہی نہیں، ایک کرشمہ بھی ہے۔وہ نہ صرف صبحِ ازل کا خالق ہے بلکہ شامِ ابد کی تخلیق بھی اُسی کی کرشمہ سازی ہے۔وہ ازل سے ابد تک کا خالق بھی ہے اور مالک بھی۔ذات باری کے اسی وصف کو شاعر نے نظم کرنے کا فریضہ ادا کیا ہے۔

وہ بھی تیرے ہیں کہ جو عیش وطرب میں گم ہیں
اور جتنے بھی ہیں شائستۂ غم تیرے ہیں
سید معراج جامی

دنیا میں دو طرح کے بندے ہیں۔ایک وہ جنہیں عقبیٰ کی فکر نے دنیاوی عیش ونشاط سے دور مگر خدا کے قریب کر رکھا ہے۔دوسرے وہ جنہیں عاقبت کی فکر ہے نہ پرواہ۔اس بے پروائی نے انہیں عیش وطرب میں اس طرح الجھا رکھا ہے کہ وہ خدا سے دور ہو گئے ہیں۔حیرت تو اس بات پر ہے کہ تمام بندے خدا کے بندے ہیں لیکن ان میں کس قدر تضاد ہے۔

شہ رگ سے بھی قریب ہے سوچیں تجھے اگر
دیکھیں تجھے تو دور ہے، پانا محال ہے
شاعر علی شاعر

خدا پاس بھی ہے اور دور بھی، ہم اسے پانا چاہیں تو رسائی ممکن نہیں۔ کیوں کہ وہ ہمارے گمان سے پرے ہے۔مگر تصور اور محسوس کیا جائے تو وہ شہ رگ سے بھی قریب تر ہے۔ بقول بشیر بدر:

خدا ایسے احساس کا نام ہے
رہے سامنے اور دکھائی نہ دے

خدا ترے کلام پر نہیں کوئی کلام
بڑا کلیم تو تجھے جچے کلیم لفظ
عبیداللہ ساگر

خدائے کثیر الصفات کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ بڑا کلیم بھی ہے۔کلام پاک اس کا روشن ثبوت ہے۔اُس کے کلام سے بڑھ کر کوئی کلام نہیں۔اُس کا کلام بے مثال ولا زوال ہے جس پر بشر سے کوئی کلام ممکن نہیں۔لفظ کلیم اُسی کی شایانِ شان ہے اور اُسی کو زیب دیتا ہے۔اس شعر میں اسی خیال کا اظہار کیا گیا ہے۔

کھلتے کہیں ہیں پھول، کہیں تپتی ریت ہے
تیرا کہیں جمال ہے، تیرا کہیں جلال
ساحل سلطان پوری

رب العالمین رحیم بھی ہے اور کریم بھی، قہار بھی اور جبار بھی۔ وہ اپنے بندوں پر صرف رحم و کرم ہی نہیں کرتا۔وہ جلال پر آجائے تو بندوں کو مصیبتوں میں بھی ڈال دیتا ہے۔روزِ ازل سے اُس کے لطف و کرم اور جلال کا سلسلہ جاری ہے۔یہ سلسلہ کہیں سرسبز وادیوں اور خوش رنگ نظاروں کی صورت میں نظر آتا ہے تو کہیں آتش فشاں اور سلگتے ہوئے

صحراؤں کی شکل میں۔شاعر نے اسی خیال کو اس شعر میں پرو دیا ہے۔

جب تک کہ تو زباں کو نہ طاقت عطا کرے
بندے کی کیا مجال کہ تیری ثنا کرے
منظر ایوبی

ایک تو ذاتِ باری کی توصیف بشر سے ممکن نہیں، دوسرے یہ کہ جب تک ربِ عظیم زباں کو طاقتِ گفتار نہ عطا کرے بندے کی کیا اوقات کہ اُس کی ثنا خوانی کا حق ادا کر سکے۔کیوں کہ بندہ عاجز بھی ہے اور قاصر بھی۔اس شعر میں اسی حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے۔

مذکورہ اشعار نمونے اور مثال کے طور پر پیش کئے گئے ہیں۔مختصر سے مضمون میں تمام غزل گو شعراء کرام کے حمدیہ اشعار کا احاطہ ممکن نہیں۔سینکڑوں شاعر ہیں جنھوں نے تبرکاً ہی سہی ذاتِ باری کی ثنا خوانی کا شرف اور سعادت حاصل کی ہے۔حمدیہ شاعری کے لیے محبوب کے عشق میں ڈوبنے اور سرشار ہونے کی ضرورت ہے تبھی یہ صنف اپنے درجۂ کمال کو پہنچ سکتی ہے۔ذاتِ باری کا ذکر یا اُس کی یاد کسی حوالے سے ہو اُس کے فیض سے انسان کے قلب کا ہر گوشہ منور ہو جاتا ہے۔خدا وند تعالیٰ ہم سب کو اُس کے ذکر کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

فراغ روہوی

(مرتب)

ہے کرن کرن یاں تری ضیا، ترا عرش بقعۂ نور ہے
مرے دل کے کون و مکان میں تری جلوتوں کا ظہور ہے

تو ہی رنگِ گل، تو ہی بوئے گل، تو ہی گل کدہ ہے بہار کا
اسی گل کدے کے طواف میں سبھی کہکشاؤں کا نور ہے

ترے حسن کا وہ شہاب تھا کہ وہ شعلہ برگِ گلاب تھا
جو بھی تھا وہ تیرا ہی نور تھا جو چراغِ لالۂ طور تھا

مرا شوقِ دید کشاں کشاں رہا ڈھونڈتا ہی مقام کو
ہے وہ کیا جگہ اے خدائے من! کہ جہاں پہ عشقِ حضور ہے

وہ علی الفلاح کا پیام تھا کہ صداقتوں کا سلام تھا
وہ جو لحنِ شیریں بیان تھا، وہی بہ زبانِ طیور ہے

مری سجدہ گاہِ دل و نظر ابھی تیرے جلوے کی منتظر
تری حمد لب پہ ہے خوب تر، تری فکر میرا سرور ہے

یہ ریاضتیں، یہ عبادتیں، یہ مجاہدے، یہ مراقبے
تری حمد آدمِ خوش نوا کی نئی غنا کا شعور ہے

آدم چغتائی، لندن

ہے ذرّے ذرّے میں تیری صفات اللہ ھو
یہ عرش و فرش، یہ سب کائنات اللہ ھو

تو ہی ازل سے ابد تک کا ہے علیم و خبیر
ترے ہی نام سے ہر ممکنات اللہ ھو

ہے تیری بارشِ فضل و کرم کا اک چھینٹا
تمام دجلہ و نیل و فرات اللہ ھو

ہے تو ہی قادرِ مطلق، تو ہی سمیع و بصیر
عظیم تر ہے تری پاک ذات اللہ ھو

ترے مظاہرِ قدرت کے سارے جلوے ہیں
یہ صبح و شام، یہ دن اور رات اللہ ھو

سوائے تیرے ہے سب کل من علیہا فان
یہ ایک سلسلۂ حادثات اللہ ھو

تری رضا کا ہی آفاقؔ صرف طالب ہے
تری بس اک نگۂ التفات اللہ ھو

آفاق فاخری، جلال پور

تیرے ہی روپ کے جادو پہ ترا نام لکھا
صبح نے شام کے گیسو پہ ترا نام لکھا

کھل سکا راز یہ اب تک نہ مسامِ جاں پر
کس نے ہر پھول کی خوشبو پہ ترا نام لکھا

کر لیا جذب شعاعوں کی ردا نے اُس کو
خود تبسم نے جب آنسو پہ ترا نام لکھا

ایک اک موج پہ حیراں ہے وہ ناداں انگشت
جس نے بھیگے ہوئے بالو پہ ترا نام لکھا

جس نے دی نفس کی منہ زور طبیعت کو لگام
دل نے اُس یافتہ قابو پہ ترا نام لکھا

ایک موسم تھا، مگر روپ بدل کر اُس نے
سرد جھونکے پہ کبھی لو پہ ترا نام لکھا

یہ مری بے ہنری اور تری حمد و ثنا
میں نے ہر فکر کے پہلو پہ ترا نام لکھا

آمر صدیقی

غنچہ و گل، سبزۂ رنگین اور خارِ چمن
تیری قدرت کے امیں ہیں سب یہ شہکارِ چمن

صبح کا منظر تری صنعت کا شہکارِ حسیں
جلوۂ روشن کا اک پرتو ہیں انوارِ چمن

سب کی قسمت اور ضرورت، تیری نعمت، تیرا رزق
تیری رحمت بے کراں ہے اے نگہدارِ چمن،

کیسے سمجھے میری بینائی رموزِ کائنات
یوں تو کرتی ہیں یہ آنکھیں روز دیدارِ چمن

اے خدا! ہیں بالیقیں تیری بہت اعلیٰ صفات
ہر صفت ہے دم قدم پر محوِ دربارِ چمن

تیرے ادنیٰ جلوۂ نوریں کی لائے تاب کون
میں ہوں اک محدود ذرّہ اے جہاں دارِ چمن!

تو جسے تسکین کی توفیق دے تیرا کرم
قادرِ مطلق ہے بے شک تو سکوں بارِ چمن

ابرار کرتپوری

آسمانوں کو ستاروں سے سجایا تو نے
ارضِ گیتی کو چمن زار بنایا تو نے

اپنے بندوں کو اندھیرے سے بچایا تو نے
چاند سورج کو ضیا بار بنایا تو نے

تیری رحمت کی کوئی حد ہی نہیں اے مولا!
دشت و صحرا کو بھی گلزار بنایا تو نے

دے کے قرآن ہمیں شاہِ مدینہؐ کے طفیل
اپنی پہچان کا آئینہ دکھایا تو نے

تو ہی برحق ہے خدا تیرے سوا کوئی نہیں
جو غلط تھے اُنہیں مٹی میں ملایا تو نے

زندگی موت کا مالک ہے خدایا! تو ہی
اپنے قرآنِ مقدس میں بتایا تو نے

اپنے بندوں کی ضرورت کے لیے اے اللہ!
آب و آتش، ہوا، مٹی کو بنایا تو نے

ابراہیم آتش، ہوڑہ

[غیر منقوطہ]

دل کا احوال کہا ہے اُس سے
سارے دکھ سکھ کی دوا ہے اُس سے

وہ ہے کامل کہ کمال ہے اُس کا
حکمِ حاکم کی صدا ہے اُس سے

وہ مکمل ہے، وہی ہے طاہر
گل سے مہکے وہ ہوا ہے اُس سے

ہر عطا رحم و کرم کی آمد
ہر ادا کوئی عطا ہے اُس سے

لمحے لمحے کا وہی ہے حاکم
اک صدی لمحہ ہوا ہے اُس سے

حمد اُردوئے معرا والی
دل کہ مسرور ہوا ہے اُس سے

ابراہیم اشک، ممبئی

جب قلم ہم نے اُٹھایا نام تیرا ہی لکھا
اے میرے معبود! سیدھا راستہ ہم کو بتا

یہ زمین و آسماں سب تیری رحمت کے طفیل
تیری مرضی سے چلا کرتی ہے دنیا میں ہوا

جو نظر والا ہے اُس سے تو کہاں روپوش ہے
ایک اک ذرّے میں تیری ذات ہے جلوہ نما

مہر و ماہ و دشت و دریا پر تری ہے دسترس
اور تو ہی ہے خدایا حاکمِ روزِ جزا

میری قسمت میں اثرؔ جو ہے وہ ملتا ہے مجھے
میں کروں کیوں کر نہ آخر شکریہ رب کا ادا

اثر فریدی، پٹنہ

دن میں سورج، رات میں تارے، یہ منظر دکھلائے کون
رم جھم رم جھم برکھا آخر دھرتی پر برسائے کون

چاند کا چہرہ دیکھ کے لہریں کیوں اُٹھتی ہیں ساگر میں
ان لہروں میں گرمی بھر کر پھر طوفان اُٹھائے کون

کانٹوں پر شبنم کی چادر، پھولوں پر خوشبو کی پھوار
گل کے کٹوروں میں رس بھر کر تتلی کو تڑپائے کون

موجوں کا مختار ہے وہ، منجدھار ہے وہ، پتوار ہے وہ
اس جیون کی ٹوٹی نیّا اُس بن پار لگائے کون

حسنِ طلب میں اُس کی چاہت، لب پر اُس کا نام اثرؔ
اُس کی رسّی چھوڑ کے آخر در در ٹھوکر کھائے کون

اثر نظامی، کٹک

تیرا ترانہ وردِ ملائک، ہر لب پر ہے نغمہ تیرا
حمد بیاں کیا مجھ سے ہوگی، میں اک عاجز بندہ تیرا

گل بوٹے ہوں، برگ وثمر ہوں، خوشبو ہو یا بادِ صبا ہو
صحنِ چمن کی اک اک شے میں پوشیدہ ہے جلوہ تیرا

تیری ذاتِ پاک ہے یکتا، ہر شے فانی، تو لافانی
تجھ سے کمتر سب ہیں یارب! سب سے برتر رُتبہ تیرا

خوشید و مہتاب کے دیپک، ماہ و انجم کی قندیلیں
تیری تجلی سے روشن ہے یہ نورانی کنبہ تیرا

دنیا میں جو شاہ و سلاطیں حاتم طائی کہلاتے ہیں
تیرے فضل وکرم کے صدقے، بانٹ رہے ہیں صدقہ تیرا

تیرے قرب کی منزل یارب! تھی پہلے دشوار زیادہ
میرے نبیؐ نے کر دیا آکر کتنا آساں رستہ تیرا

اہلِ دنیا کو دنیا کے ہوں سارے اعزاز مبارک
میرے لیے ہے بس یہی کافی، تو مالک میں بندہ تیرا

احسن اعظمی، لکھنؤ

خیال وخواب کی حد سے ہے ماورا اللہ
مری نظر میں ہمیشہ مگر رہا اللہ

جو بات روح کی گہرائیوں میں ہے خفتہ
مجھے خبر ہے سمجھتا ہے وہ مرا اللہ

مرے لبوں کو معطر ہواؤں نے چوما
ہر ایک شے نے مرے ساتھ جب کہا اللہ

زمانہ دیکھ چکا ہے، زمانہ دیکھے گا
کہ میرے ساتھ رہے گا سدا مرا اللہ

کچھ اس ادا سے کیا خود کو پائمال احمدؔ
جدھر بھی آنکھ اٹھائی مجھے ملا اللہ

احمد حسین مجاہد، پاکستان

اعلیٰ ہے تو، عظیم ہے تو، ربِ ذوالجلال
رحمٰن ہے، رحیم ہے تو، ربِ ذوالجلال

تیری نوازشوں کے طلب گار ہیں سبھی
سب سے بڑا کریم ہے تو، ربِ ذوالجلال

شعلوں میں کون، کون ہے مچھلی کے پیٹ میں
عالم ہے تو، علیم ہے تو، ربِ ذوالجلال

صدیوں سے ہے یہ فرشِ زمیں، بے ستون عرش
ان سب سے بھی قدیم ہے تو، ربِ ذوالجلال

پوشیدہ حکمتیں ہیں ترے حرف حرف میں
حاکم ہے تو، حکیم ہے تو، ربِ ذوالجلال

دیتا ہے رزق سب کو تو سب کے نصیب کا
قاسم ہے تو، قسیم ہے تو، ربِ ذوالجلال

ذہنِ رئیسؔ پر بھی ہے مولا! ترا کرم
اور دل میں بھی مقیم ہے تو، ربِ ذوالجلال

احمد رئیسؔ، کلکتہ

خداوندا! یہ میری زندگی تیری امانت ہے
ترے احکام سے غفلت امانت میں خیانت ہے

"مرا اُٹھنا عبادت ہے، مرا سونا عبادت ہے"
کروں میں بندگی تیری تقاضائے دیانت ہے

یہ قرآنِ مبیں جو مشعلِ رشد و ہدایت ہے
اسے محفوظ رکھنا تا ابد تیری ضمانت ہے

تری مدحت سرائی میں کروں یہ کیسے ممکن ہے
تری مرہونِ منت اے خدا! میری ذہانت ہے

نمایاں ہیں بزرگی اور عظمت کے نشاں تیری
تری قدرت کے آگے سرنگوں فہم و فراست ہے

ہے قائم بے ستوں ارض و سما تیری ہی قدرت سے
کشش پر منحصر کون و مکاں کی یہ عمارت ہے

کہاں جائے ترا در چھوڑ کر احمد علی برقیؔ
تو ہے مشکل کشا ہر وقت اس کو تیری حاجت ہے

احمد علی برقیؔ اعظمی

سرِ فلک مہہ و اختر بنانے والا تو
تہہِ زمین سمندر بنانے والا تو

کسی کے ہاتھ میں کاسہ دیا گدائی کا
کسی کو شاہ و سکندر بنانے والا تو

وہاں سے روشنی پھوٹی تو جگ ہوا روشن
حرا کو اتنا منور بنانے والا تو

جمائے چاند پہ انساں نے جا کے اپنے قدم
شعور و عقل کا شہپر بنانے والا تو

کہیں چراغ ہواؤں کی زد پہ روشن ہیں
کہیں اندھیروں کا منظر بنانے والا تو

ہو تیری مرضی تو صحرا میں پھول کھلتے ہیں
شجر شجر کو ثمرور بنانے والا تو

تو ہی نے پیدا کیے میرؔ و غالبؔ و اقبالؔ
کمالؔ کو بھی سخنور بنانے والا تو

احمد کمال حشمی، کانکی نارہ

تو کون و مکاں کا خدا ہے، خدا ہے
ترے جیسا دوجا نہیں یہ پتا ہے

تجھے بھیڑ میں دیکھتا ہوں میں تنہا
کروں بند آنکھیں تو تنہا کھڑا ہے

سمندر کی ہلچل ہو یا شورِ دریا
پتا چل ہی جاتا ہے، تیری ادا ہے

ازل سے ابھی تک اُسی نے نوازا
مگر اُس کے گھر میں کہاں کچھ گھٹا ہے

علاجِ گراں مایہ بخشا ہے اُس نے
کلامِ خدا ہر مرض کی دوا ہے

احمد وکیل علیمی، کانکی نارہ

تو منفرد ہے یارب! سب سے عظیم تر ہے
تخلیقِ کُل میں اپنی بس تو ہی جلوہ گر ہے

موسم بدل رہا ہے، پھولوں میں آئی خوشبو
تیرے کرم سے مولا! ہر برگ تازہ تر ہے

ہم بندۂ ضرورت، حاجت روا ہے تو ہی
تیرا کرم ہے سب پر، سب کی تجھے خبر ہے

لہروں کا یوں مچلنا، موجوں کا یوں اُچھلنا
اے کارساز! تیری قدرت کا ہی اثر ہے

تیری عنایتوں سے لہرا رہے ہیں پودے
گلشن میں حسن تیرا، سب پر تری نظر ہے

سجدے میں ہیں ملائک حمد و ثنا میں تیری
تجھ کو روا ہے سجدہ، تو ہی عظیم تر ہے

شاعر ہوا ہے اخترؔ فضل و کرم سے تیرے
مختارِ کُل ہے تو ہی، تو ہی تو با اثر ہے

اختر بارک پوری، بارک پور

زمیں تیری، فلک تیرا، ہر اک کو جستجو تیری
مکین و لامکاں تیرا، گلوں میں رنگ و بو تیری

عیاں ہے ذرّے ذرّے سے تری شانِ کریمانہ
غرض تا حدِ امکاں تک ہے مدحت چار سو تیری

نہیں موقوف رسمِ بندگی دنیا میں انساں پر
چرندوں اور پرندوں کی زباں پر گفتگو تیری

جگا دیتی ہے بانگِ مرغ شب میں سونے والوں کو
ادا کرتے ہیں برگ و گل عبادت با وضو تیری

ہلا دیتی ہے منہ غنچوں کا شبنم صبحِ دم آ کر
رواں گلشن میں ہوتی ہے صدائے حق و ہو تیری

ہر اک دل میں نہاں ہے اور ہے نظروں سے پوشیدہ
پھرا دونوں جہاں میں لے کے اخترؔ آرزو تیری

اختر بیکانیری

ہراک دل میں نہاں تو ہے، ہراک شے سے عیاں تو ہے
صدائے کن فکاں تیری، پسِ کون و مکاں تو ہے

تری ہی ذات کے ہم عکس ہیں، ہر پل ہیں ضم تجھ میں
جہاں تو ہے وہاں ہم ہیں، جہاں ہم ہیں وہاں تو ہے

تو ہی تو ہے جدھر دیکھوں، جہاں ڈھونڈوں وہاں پاؤں
مگر یہ بات بھی سچ ہے کہ مولا! لا مکاں تو ہے

ہے تو ہی مالکِ ارض و سما، ہر چیز ہے تیری
ہر اک تخلیق کا خلاق اے اللہ میاں! تو ہے

قلم خاموش ہے، افکار کے بھی جل رہے ہیں پر
تصور سے پرے جو ہے وہی سرِّ نہاں تو ہے

کہیں مظلوم کی آہوں میں تیری ذات ہے پنہاں
کہیں مردِ مجاہد کے لیے عزمِ جواں تو ہے

مرے سینے میں جو دل ہے، مرے دل میں جو دھڑکن ہے
کبھی اس سے عیاں تو ہے، کبھی اس میں نہاں تو ہے

ارشاد آرزوؔ، کلکتہ

خالقِ بحر و بر، مالکِ خشک و تر
محو حمد و ثنا میں ہیں قلب و جگر

ذرّے ذرّے میں تو، قطرے قطرے میں تو
تیری جلوہ نمائی ہے ہر ایک سو

تو نے آدمؑ کو تاجِ خلافت دیا
تو نے نورِ محمدؐ کو ظاہر کیا

علم و دانش کی دولت اسے بخش دی
ساری خلقت میں اشرف ہوا آدمی

تیرے فضل و کرم کی نہیں انتہا
تو نے پیدا کیے ہیں یہ ارض و سما

چاند، سورج، ستارے منور کیے
کتنے سامان ہیں روشنی کے لیے

حمد ارشدؔ سے تیری ہو کیسے بیاں
تیری توصیف کے کب ہے لائق زباں

ارشد الاعظمی، حاجی نگر، بنگال

نظر نظر میں ضیا ہے تیری، دلوں میں ہر دم خیال تیرا
ہر ایک شے میں تری تجلی، کہاں نہیں ہے جمال تیرا

ہزار کوشش ہوئی جہاں میں، سمجھ نہ پایا کوئی بھی تجھ کو
تو ہر جگہ ہے مگر ہے اوجھل، عجیب ہے یہ کمال تیرا

تو ہی ہے خالق، تو ہی ہے داتا، تو ہی ہے مالک، تو ہی ہے آقا
کرم ترے ان گنت ہیں لیکن ہر اک کرم بے مثال تیرا

مکان فانی، گمان فانی، ہمارا سارا جہان فانی
ازل بھی تو ہے، ابد بھی تو ہے، وجود ہے لا زوال تیرا

تری عطا سے، تری رضا سے جسے تو چاہے دکھائے ورنہ
مجال کس کی جو دیکھ پائے نظر اُٹھا کر جلال تیرا

ارشد مینا نگری، مالیگاؤں

کب رنگِ سحر نے ترا الہام نہ لکھا
کب دستِ صبا نے ترا پیغام نہ لکھا

کب دن کے اُجالے نے بشارت نہ تری دی
کب شام کی لالی نے ترا نام نہ لکھا

برسایا سمندر پہ گھٹاؤں کو ہمیشہ
صحراؤں میں بارش کا کوئی کام نہ لکھا

بیدار نہ ہونے دیا خوابیدہ فضا کو
ویرانوں کی قسمت میں در و بام نہ لکھا

مصروف رکھا تازہ ہواؤں کے سفر میں
آزاد پرندوں کو تہہِ دام نہ لکھا

پابند روانی کا کیا موجِ ہوا کو
رستہ میں کہیں منزلِ آرام نہ لکھا

صد شکر نوازا مجھے اسلوبِ سخن سے
میرے لیے تقلیدِ رہِ عام نہ لکھا

ارمان نجمی، پٹنہ

مری بساط کہاں اور کہاں ثنائے خدا
یہ جستجو ہے کہ مجھ پر بھی ہو عطائے خدا

وہ ذات قادرِ مطلق، وہ ہے رحیم و کریم
جسے نواز دے چاہے جسے مٹائے خدا

حیات و موت بھی دینا اُسی کی قدرت ہے
یہ جاں کسی کی امانت نہیں، سوائے خدا

غموں سے ہی نہ فقط جانچتا ہے وہ ہم کو
خوشی بھی دے کے جو چاہے تو آزمائے خدا

ہمارے حق میں ہی کرتا ہے جو بھی کرتا ہے
کہ مصلحت سے مزین ہیں کارہائے خدا

ہم اک بشر ہیں اُسے ہم تو بھول جاتے ہیں
یہ اُس کی شان نہیں ہم کو بھول جائے خدا

ارمان خاں دل، نیویارک

لفظِ کن سے پہلے کیا تھا، رب تھا، رب ہے، رب ہی رہے گا
سب کا مالک، سب کا داتا، رب تھا، رب ہے، رب ہی رہے گا

اعلیٰ و افضل، واحد و یکتا، رب تھا، رب ہے، رب ہی رہے گا
کون و مکاں میں ہے یہ چرچا، رب تھا، رب ہے، رب ہی رہے گا

ہم سب کا معبود وہی ہے، ہم سب کا مقصود وہی ہے
اہلِ حق کا ہے یہ نعرہ، رب تھا، رب ہے، رب ہی رہے گا

آگ کو جو گلزار بنا دے، نوحؑ کا بیڑا پار لگا دے
کون ہے ایسی قدرت والا، رب تھا، رب ہے، رب ہی رہے گا

دھرتی، امبر، سورج، چندا، پربت، جنگل، بادل، دریا
ہر سو بکھرا اُس کا جلوہ، رب تھا، رب ہے، رب ہی رہے گا

سب پہ برابر اُس کی نظر ہے، نیک و بد کی اُس کو خبر ہے
بھید دلوں کا جاننے والا، رب تھا، رب ہے، رب ہی رہے گا

وہ تو بڑا رحمٰن ہے انورؔ! اُس کا بڑا احسان ہے ہم پر
سب سے محبت کرنے والا، رب تھا، رب ہے، رب ہی رہے گا

اسحاق انورؔ، رسول پور (پوری)

مکیں بھی ہیں ترے، سب مکاں بھی تیرا ہے
زمین بھی ہے تری، آسماں بھی تیرا ہے

کرے جو نذر کوئی تجھ کو کس جہاں میں کرے
کہ یہ جہاں بھی ترا، وہ جہاں بھی تیرا ہے

برائے نام بھی میرا ہے کچھ نہیں یارب!
کہ نقدِ جسم بھی، سامانِ جاں بھی تیرا ہے

یہ اور بات نظر دیکھنے سے قاصر ہے
ہر ایک ذرّہ سے پیدا نشاں بھی تیرا ہے

ہیں سجدہ ریز تری بارگاہ میں سب لوگ
فقیر بھی ہیں ترے، آستاں بھی تیرا ہے

تجھے تلاش کرے کس جہان میں ساجدؔ
کہ لامکاں بھی ترا اور مکاں بھی تیرا ہے

اسحاق ساجد، جرمنی

بادباں تیرے، ہوا تیری، سفینے تیرے
موجِ دریا میں بنائے ہوئے رستے تیرے

ذرّے ذرّے کو کیا تو نے چمن زارِ وجود
نقشِ عالم پہ بکھرتے ہیں اُجالے تیرے

سب زمینوں پہ اُترتے ہیں تری یاد کے چاند
ہر بلندی پہ چمکتے ہیں ستارے تیرے

ہر دبستانِ تمنا میں ہے تیرا مذکور
شاخیں تیری ہیں، شجر تیرے، پرندے تیرے

کس سے ممکن تری قدرت کے صحیفوں کا شمار
کوہ و صحرا میں درخشاں ہیں جریدے تیرے

نقش ہر رنگ میں تیرا ہی بیاں کرتا ہے
رنگ ہر حال میں لکھتا ہے قصیدے تیرے

ہر عبارت کا ہے مقصود ترا ذکرِ جمال
ہر ستائش کو ہیں منظور ترانے تیرے

اسلم انصاری، ملتان

اللہ! بے مثل ذات تیری
کرتا ہوں بیاں صفات تیری

رحمان و رحیمِ کُل جہاں ہے
تو مہرباں فوقِ مہرباں ہے

تخلیق سے ہے یہ صاف ظاہر
تو خالق و باری و مصور

تو مبدی و بادیٔ خدائی
معمارِ مکانِ ابتدائی

تو مصدرِ لطف و مہربانی
تو مرکز دورِ دو جہانی

ہے منتقم انتقام بھی لے
پردہ پوشی سے کام بھی لے

تو ایک ہے بے شمار ہیں نام
یا صاحبِ ذوالجلال و اکرام

اسلم بدرؔ، جمشید پور

تو ہے نور دونوں جہان کا، تو کمالِ عز و جلال ہے
تری سلطنت کو اے کبریا! نہ غروب ہے نہ زوال ہے

سبھی عرش و فرش کی منزلیں، سبھی شرق و غرب کی وسعتیں
ترے اک اشارے کا منتظر وہ جنوب ہے کہ شمال ہے

ترے حرفِ کن سے ہر ایک شے ہے، تو مستوی ہے چہار سو
سبھی ہوش ہوں کہ حواس ہوں، کوئی خواب ہے کہ خیال ہے

ہمیں رہبری کا کرم ملا ہے تری عظیم کتاب سے
یہ کتاب اساسِ حیات ہے، یہی رازِ علم و کمال ہے

یہ تمام غیب و شہود کی جو ہیں ساعتیں، تری آیتیں
اسی لے پہ رقصاں ہیں روز و شب، یہ تماشۂ مہ و سال ہے

ترے پیارے سیدالانبیاءؐ ہیں ہماری زیست کے رہنما
وہ ہیں ایسے صاحبِ صد کرم کہ شفیق اُن کا جمال ہے

اسلم عمادیؔ، کویت

میرے ہونٹوں پہ نام تیرا ہے
تذکرہ صبح و شام تیرا ہے

تو شہنشاہ بادشاہوں کا
سارا عالم غلام تیرا ہے

تاجدارِ حرمؐ ہیں تیرے رسول
اور قرآں کلام تیرا ہے

کون محروم ہے کرم سے ترے
چار سو فیضِ عام تیرا ہے

کچھ کمی سی ہے ہر حسیں شے میں
اور حسنِ تمام تیرا ہے

کون دے گا پناہ اسلمؔ کو
میرے مولیٰ یہ کام تیرا ہے

اسلم لکھنوی، کلکتہ

کُل بحر و بر ہیں تیرے
یہ خشک و تر ہیں تیرے

ہے خالقِ جہاں تو
فرد و بشر ہیں تیرے

وصفِ نمو ہے تیرا
نخل و شجر ہیں تیرے

پھولوں میں تیری خوشبو
برگ و ثمر ہیں تیرے

اس کائنات میں سب
زیرِ اثر ہیں تیرے

یہ نورِ حق کے مخزن
شمس و قمر ہیں تیرے

پروازؔ کو میسر
یہ بال و پر ہیں تیرے

اسمٰعیل پرواز، ہوڑہ

تعریف اُس خدا کی جس نے جہاں بنایا
کیسی زمیں بنائی، کیا آسماں بنایا

پیروں تلے بچھایا کیا خوب فرشِ خاکی
اور سر پہ لاجوردی اک سائباں بنایا

مٹی سے بیل بوٹے کیا خوش نما اُگائے
پہنا کے سبز خلعت ان کو جواں بنایا

سورج سے ہم نے پائی گرمی بھی، روشنی بھی
کیا خوب چشمہ تو نے اے مہرباں! بنایا

ہر چیز سے ہے تیری کاری گری ٹپکتی
یہ کارخانہ تو نے کب رائگاں بنایا

یہ پیاری پیاری چڑیاں پھرتی ہیں جو چہکتی
قدرت نے تیری ان کو تسبیح خواں بنایا

رحمت سے تیری کیا کیا ہیں نعمتیں میسر
ان نعمتوں کا مجھ کو کیا قدرداں بنایا

اسمٰعیل میرٹھی

اُس کی قدرت کا احاطہ کیا کرے کوئی حصار
حدِ کائنات کے باہر بھی جس کا اختیار

سارے پیمانے ہوں جس کے سامنے جب سرنگوں
کس طرح سے اُس کی پھر ان نعمتوں کا ہو شمار

فلسفوں کی موشگافی ایک کارِ لاحصل
وسعتیں فکر و نظر کی اُس کے آگے شرمسار

منحصر ہو کیا زماں پر اُس کی ذاتِ لم یزل
خود زماں کرتا ہو جس کی ذات پر جب انحصار

ہر جہت میں تو ہی تو ہے کیا وجود اور کیا شہود
دہریوں کی کیا خزائیں، کیا مذاہب کی بہار

یہ نظامِ فرشیہ ہو یا نظامِ عرشیہ
بس تری ہی ذات پر ہے دونوں کا دارومدار

اشرف احمد جعفری، کلکتہ

داتا تو ہے ایک اکیلا
امبر، دھرتی تیرا میلا

اندر باہر تو ہی تو ہے
اوّل، آخر تو ہی تو ہے

سارے جگ کا پالن ہارا
بے چاروں کا تو ہے سہارا

تیرے داسی راجا رانی
تیرے منگتے سارے پرانی

جس کو چاہے روٹی دے دے
جس کو چاہے کوٹھی دے دے

تیری دیا سے ہم تیرے ہیں
پھر کیوں ہم کو غم گھیرے ہیں

تیرے نبیؐ کے چاہنے والے
ہاتھ ہیں خالی، پاؤں میں چھالے

اشرف رفیع، حیدرآباد

بروزِ محشر مجھے خدایا! رہے گا ہر پل خیال تیرا
کہ دل پہ طاری رہے گی ہیبت، نظر میں ہوگا جلال تیرا

تری حکومت ہے کُل جہاں پر، ترا تسلط ہے ہر سماں پر
ترا ہی مشرق، ترا ہی مغرب، جنوب تیرا، شمال تیرا

نہ جانے کیسے بنایا تونے، نہ جانے کیسے سجایا تونے
جہاں کے ہر جلوۂ حسیں سے جھلک رہا ہے جمال تیرا

بڑی انوکھی ہے ذات تیری، ہے جاں فزا بھی، تو جاں گسل بھی
وہیں پہ سایہ فگن ہے رحمت، جہاں ہے قائم جلال تیرا

کوئی نبی ہو، کوئی ولی ہو، کوئی ہو عالم، کوئی ہو فاضل
کمال جو کچھ بھی ہے کسی میں، کمال وہ ہے کمال تیرا

بڑا ہی اعلیٰ، بڑا ہی ارفع، بڑا معطّر، بڑا مکرم
ہے نام تیرا کہ وجہِ تسکیں ہے ذکر تیرا، خیال تیرا

مرے قلم نے وہی ہے لکھا جو تونے لکھوا دیا ہے ورنہ
بیان اشرفؔ سے یوں نہ ہوتا کبھی یہ وصف و کمال تیرا

اشرف علی اشرف، ہوڑہ

جو روز و شب کا ہے مالک وہی زمان کا ہے
وہی زمین کا خالق جو آسمان کا ہے

وہی یقین میں داخل، وہی گماں میں شریک
خبر ہے اس کی بھی اُس کو جو درمیان کا ہے

خرد کے ذہن میں یہ بات کیوں نہیں آتی
زباں داں کا وہ رب ہے جو بے زبان کا ہے

اُسی نے طاقتیں بخشیں، اُسی کا فیضِ کرم
کہ ذرّے ذرّے میں جو حوصلہ چٹان کا ہے

وہ لاشریک ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں
اُسی سے مانگ کہ رازق جو دو جہان کا ہے

یہ کوہ و دشت، سمندر، پہاڑ سب اُس کے
قصیدہ جھرنوں کے لب پر اُسی کی شان کا ہے

عطا جو کرتا ہے سورج کو رات کا سایہ
مرا وظیفہ بھی اشرفؔ اُسی کی شان کا ہے

اشرف یعقوبیؔ، کلکتہ

نظاروں میں بھی شانِ وحدت ہے کس کی
جو تیری نہیں تو یہ عظمت ہے کس کی

چمک دھوپ میں، چھاؤں میں تجھ سے ٹھنڈک
برستی گھٹاؤں میں رحمت ہے کس کی

گلوں میں عطا رنگ و نکہت کی صورت
کلی کے لبوں پر نزاکت ہے کس کی

ہیں شمس و قمر کس کی طاعت میں ہر پل
اُجالے ہیں کس کے، یہ ظلمت ہے کس کی

کلیسا میں ہو یا کہ دیر و حرم میں
ہے کس کی پرستش، عبادت ہے کس کی

حقیقت بیاں ہر نفس کر رہا ہے
ہے کس کا جہنم تو جنت ہے کس کی

نوازے جو اشفاقؔ کو علم و فن سے
خزینے ہیں کس کے یہ دولت ہے کس کی

اشفاق احمد اشفاقؔ، کلکتہ

ہزاروں رنگ کے منظر اُبھارنے والا
وہ ایک لفظ سے پیکر تراشنے والا

اُسی کے نام سے کھلتے ہیں بادبانوں کے پر
سمندروں میں وہ کشتی سنبھالنے والا

اندھیری رات میں جگنو کی مشعلیں اُس کی
گلوں پہ اوس کے موتی اُتارنے والا

فلک پہ چاند ستاروں کی خوش نما قندیل
گلوں سے خاک کی قسمت سنوارنے والا

مسافرانِ حقیقت کا حوصلہ وہ ہے
وہ پائے عزم سے کانٹے نکالنے والا

زمیں کو کشت کیا، رات نیند سے بھر دی
وہ بے نیاز ہمیشہ، وہ جاگنے والا

اُتر رہا ہے وہ انجم مرے رگ و پے میں
وہ نورِ عالمِ امکاں اُجالنے والا

اشفاق انجم

رحمٰن ہے، رحیم ہے، ربِّ انام ہے
ذی شان ہے، عظیم ہے، تو ذی کرام ہے

کن اور فیکون کی ہر شے ہے منتظر
کُل کائنات حکم کی تیرے غلام ہے

روشن ہے مہر و ماہ ترے رنگ و نور سے
پر لطف، پر بہار ہر اک صبح و شام ہے

ثانی نہیں کوئی بھی تری ذاتِ پاک کا
واحد مقام ہے ترا، واحد مقام ہے

باقی رہا ہے، باقی رہے گا ترا نظام
دنیا کا ہر نظام تو فانی نظام ہے

تیرے حضور سارا زمانہ ہے سجدہ ریز
روزِ ازل سے تیری حکومت تمام ہے

اے حسنِ پردہ پوش جھلکتا ہے بے نقاب
ہر آئینے میں رنگ ترا ہم کلام ہے

اشہد کریم الفت، اورنگ آباد، بہار

ادنیٰ سا یہ حیرت کا کرشمہ نظر آیا
جو تھا پسِ پردہ، سرِ پردہ نظر آیا

اللہ رے دیوانگیٔ شوق کا عالم
اک رقص میں ہر ذرّۂ صحرا نظر آیا

اٹھے عجب انداز سے وہ جوشِ غضب میں
چڑھتا ہوا اک حسن کا دریا نظر آیا

کس درجہ ترا حسن بھی آشوبِ جہاں ہے
جس ذرّے کو دیکھا وہ تڑپتا نظر آیا

اب خود ترا جلوہ جو دکھا دے وہ دکھا دے
یہ دیدۂ بینا تو تماشا نظر آیا

تھا لطفِ جنوں دیدۂ خوں نابہ فشاں سے
پھولوں سے بھرا دامنِ صحرا نظر آیا

اصغر گونڈوی

بہت اپنے بندوں پہ تو مہرباں ہے
پکارے جو تجھ کو تو دیتا اماں ہے

مجھے نارِ دوزخ نہیں چھو سکے گی
''لبوں پر ثنائے خدائے جہاں ہے''

دیا تونے دریا میں موسیٰؑ کو رستہ
خدا! تیری قدرت میں کس کو گماں ہے

سبھی تیرے آگے ہیں مجبور مولا!
تو ہی سب کا مالک ہے، ربِ جہاں ہے

کروں کس طرح سے میں توصیف تیری
ثنا اور تیری! یہ کمتر زباں ہے

ندیمؔ گنہگار پر لمحہ لمحہ
خدا! تیری رحمت کا دریا رواں ہے

اصغر ندیمؔ ہوڑہ

تری جستجو، تری بندگی، مری زندگی کا شعار ہے
تری یاد ہی میں نہاں خدا! مرے دل کا صبر و قرار ہے

ہے فضاؤں میں جو یہ نغمگی، یہ اذانِ صبح کی دل کشی
تری یاد کا یہ کمال ہے، ترے نام کا یہ وقار ہے

جو شعاعِ شمس سے ہے عیاں، جو رخِ قمر سے ہے ضوفشاں
اسی روشنی کے طفیل ہی یہ نظامِ لیل و نہار ہے

ترے عشق ہی نے عطا کیا مجھے ہر مقام پہ حوصلہ
ترے عشق ہی سے مرے خدا! مری زندگی کا وقار ہے

تری رازقی کو گناؤں کیا، تری قاسمی کو بتاؤں کیا
جہاں رزق پاتا ہے ہر کوئی مرے رب! ترا وہ دیار ہے

ترے نور کی یہ تجلیاں ہیں شبِ سیاہ میں راہبر
ترے حسن ہی سے تو گلستاں میں ہر ایک سمت بہار ہے

ترا وصف کیا میں بیاں کروں کہ ترے کرم ہی سے باغ میں
ہے کلی کلی بھی کھلی ہوئی، گل و لالہ پر بھی نکھار ہے

اصغر ندیم نظامی، کلکتہ

کھلنا جسے مشکل ہے وہ عقدہ ہے تو
آئے نہ سمجھ میں وہ معمہ ہے تو
کہتا ہے کہ تو ہے مری شہ رگ کے قریب
پھر سامنے آ کس لیے چھپتا ہے تو

وہ کون ہے آیا ہے سمجھ میں جب سے
ہر پل میں اُسے ڈھونڈ رہا ہوں کب سے
رہتا ہے وہ پھر کس لیے سب سے چھپ کر
میں کیسے شکایت کروں اپنے رب سے

یہ بزمِ طرب، رنگِ سماں کچھ بھی نہیں
یہ رنج و الم، آہ و فغاں کچھ بھی نہیں
جب تو ہی مرے دل میں ہے جلوہ افروز
یہ ساری زمیں اور زماں کچھ بھی نہیں

رحمت کی تری مجھ پہ نہ برسات ہوئی
موسیٰؑ کی طرح تجھ سے نہ کچھ بات ہوئی
ڈھونڈا ہے بہت دیر و حرم میں تجھ کو
تجھ سے نہ کہیں میری ملاقات ہوئی

اصغر ویلوری، چنئی

یہ کائنات، یہ رنگِ جہاں بھی تیرا ہے
یہ بحر و بھی ترے، آسماں بھی تیرا ہے

ہمارے نام بھی فانی ہیں، عظمتیں بھی سراب
رہے جو زندہ وہ نام و نشاں بھی تیرا ہے

محافظت بھی ہے تیری، عذاب بھی تیرے
یہ شہر بھی ترے، سیلِ رواں بھی تیرا ہے

یہ راستے بھی ترے ہیں، یہ منزلیں بھی تری
رواں دواں ہے جو یہ کارواں بھی تیرا ہے

یہ اختیار بھی تیرا کہ جو عطا کردے
یہ دھوپ بھی ہے تری، سائباں بھی تیرا ہے

تمام علم ترے علم کے حصار میں ہے
یہ انکشاف، یہ سرِ نہاں بھی تیرا ہے

یہ صبح و شام، یہ موسم بھی تیرے دست نگر
جہاں بھی تیرا، نظامِ جہاں بھی تیرا ہے

اظہر عنایتی، رام پور

بے شکلوں کو چہرہ دینے والی ذات
تیرے آگے مجھ فانی کی کیا اوقات

داد ہے سارے جنگل کی نگرانی پر
گنے نہیں جاتے مجھ سے ایک پیڑ کے پات

اب میں تجھ سے کہتا اچھا لگتا ہوں
تیری ہی تو پیدا کردہ ہیں حاجات

تیرے حضور دعا پر قدغن تھوڑی ہے
کرے کشادہ چاہے کوئی جتنے ہات

علم و حکمت جو بھی خاک اڑاتی ہے
تو ہی جانے تو ہی سمجھے اپنی بات

شب بیداروں پر بھی ایک نظر مولا
تو قادر ہے کر سکتا ہے دن کو رات

اظہر فراغ، پاکستان

تو داتا ہے، تو آقا ہے
سب ہیں ادنیٰ ہیں، تو اعلیٰ ہے

تیرا وصف بیاں ہو کیسے
ہم ہیں سوالی، تو داتا ہے

حشر میں تو ہے بخشنے والا
ہم بندے ہیں، تو مولیٰ ہے

ٹوٹی کشتی کا میں راہی
ایک سہارا بس تیرا ہے

تیرے آگے جھکتے ہیں سب
سب کے دل کا تو سنتا ہے

دین و دنیا میں ہر جانب
بس اک تیرا ہی جلوہ ہے

نیّرؔ پر احسان ہے تیرا
نیّر تیرا ہی بندہ ہے

اظہر نیرؔ، دربھنگہ

ضمیرِ کن بھی ترا، لا مکاں بھی تیرا ہے
عیاں بھی تیرا ہے، سرِّ نہاں بھی تیرا ہے

ازل سے تا بہ ابد یاخدا! تمام عرصہ
جو بے کنار بھی ہے، بے کراں بھی تیرا ہے

محیط سارے زمانے پہ تیری ذاتِ کریم
زمیں بھی تیری ہے، یہ آسماں بھی تیرا ہے

جو ہو چکا ہے، جو ہونے کو ہے ابھی تخلیق
گمان میں بھی، برونِ گماں بھی تیرا ہے

عطا ہے تیری ہی توفیقِ بندگی بھی، مگر
مئے الست کا بارِ گراں بھی تیرا ہے

ہیں حور و غلماں و کرّ و بیاں اگر تیرے
تو یہ غریب خلافت نشاں بھی تیرا ہے

اعجاز احمد خاں اعجازؔ، پاکستان

جہاں کی وسعت میں تو ہی تو ہے خدائے برتر!
تو مل گیا جس کو جستجو ہے، خدائے برتر!

اگر میں ہوں تو کئی حوالوں کے ساتھ ہوں میں
اگر ہے تو پھر تو صرف تو ہے، خدائے برتر!

جمال گاہوں سے ہو کے آیا کہیں نہ پایا
مگر جو دیکھا تو قبلہ رو ہے، خدائے برتر!

تری بڑائی کے ذکر میں محو ہیں شب و روز
یہ گلستاں میں جو رنگ و بو ہے، خدائے برتر!

زمیں پہ ہیں تیرے روپ جن میں تو جا بہ جا ہے
کہیں معین اور کہیں پہ ہو ہے، خدائے برتر!

اعزاز کاظمی، پاکستان

یارب! مرا وجود بھلا کس شمار میں
اک مشتِ خاک وہ بھی ہے گرد و غبار میں

تو جس کو چاہے اپنے کرم سے نواز دے
کیا کچھ نہیں کریم! ترے اختیار میں

بندہ بنا کے اپنا اور اُمت رسولؐ کی
انمول کر دیا ہے ہمیں ریگ زار میں

پھر بھی کرم ہے تیرا کہ ہر حال میں خدا!
زندہ ہوں اور رہتا ہوں تیرے حصار میں

دنیا ہمیں گراتی ہے کیوں اپنی آنکھ سے
پوشیدہ جب کہ تو ہے ہر اک خاکسار میں

ادنیٰ کو اعلیٰ، اعلیٰ کو ادنیٰ بنا دیا
ہر بات ہے خدایا! ترے اختیار میں

تیری ثنا سے کوئی بھی غافل نہیں بشر
تو ہی چھپا ہے دیر و حرم کی پکار میں

اعجاز مانپوری، گیا

آئینہ در آئینہ ہے جلوہ آرائی تری
اپنے دل میں دیکھتا ہوں شانِ یکتائی تری

گلشنِ عالم کی زینت کارفرمائی تری
کتنی دل کش ہے فلک پر بزم آرائی تری

راگ وحدت کا چھڑا ہے، سُر بھی ہے توحید رنگ
بج رہی ہے شان سے واللہ شہنائی تری

سرفرازی علم و دانش دے کے تو نے بخش دی
اہلِ دانش پر ہے ظاہر فکر و دانائی تری

میں جہاں بھی ہوں خدایا! یاد تیری ساتھ ہے
میری محفل بھی ہے تیری، میری تنہائی تری

آشنا تیرا کبھی بھی غم سے گھبراتا نہیں
ہر مصیبت سے بچاتی ہے شناسائی تری

گامزن نیکی پہ شاہیںؔ کر دیا اللہ نے
اُس کی رحمت سے ہوئی ہے ختم رسوائی تری

افتخار اجمل شاہینؔ، پاکستان

وہی جو خالق جہان کا ہے وہی خدا ہے، وہی خدا ہے
جو روح جسموں میں ڈالتا ہے وہی خدا ہے، وہی خدا ہے

وہ جس کی حکمت کی سرفرازی وہ جس کی قدرت کی کارسازی
ہر ایک ذرّے میں رونما ہے وہی خدا ہے، وہی خدا ہے

الگ الگ سب کے رنگ وخصلت، جدا جدا سب کے قد وقامت
جو سارے چہرے تراشتا ہے وہی خدا ہے، وہی خدا ہے

ہے علم میں جس کے ذرّہ ذرّہ، گرفت میں جس کی ہے زمانہ
جو دل کے بھیدوں کو جانتا ہے وہی خدا ہے، وہی خدا ہے

وہ جس نے دی مختلف زبانیں، تخیل و عقل کی اُڑانیں
جو کشتیِ فن کا ناخدا ہے وہی خدا ہے، وہی خدا ہے

کوئی تو ہے جو ہے سب سے اوّل، کوئی تو ہے جو ہے سب سے آخر
جو ابتدا ہے جو انتہا ہے وہی خدا ہے، وہی خدا ہے

مصیبت و درد و رنج وغم میں، حیات کے سارے پیچ وخم میں
وہ جس کو راغبؔ پکارتا ہے وہی خدا ہے، وہی خدا ہے

افتخار راغبؔ، دوحہ، قطر

حجابِ شب میں تب و تابِ خواب رکھتا ہے
درونِ خواب ہزار آفتاب رکھتا ہے

کبھی خزاں میں کھلاتا ہے رنگ رنگ کے پھول
کبھی بہار کو بے رنگ و آب رکھتا ہے

بشارتوں کی زمینیں جب آگ اُگلتی ہیں
اس آگ ہی میں گلِ انقلاب رکھتا ہے

کبھی یہ کہتا ہے سورج ہے روشنی پہ گواہ
کبھی اسی پہ دلیلِ حجاب رکھتا ہے

کبھی برستے ہوئے بادلوں میں پیاس ہی پیاس
کبھی سراب میں تاثیرِ آب رکھتا ہے

سوال اُٹھانے کی توفیق بھی اُسی کی عطا
سوال ہی میں جو سارے جواب رکھتا ہے

میں صابروں کے قبیلے سے ہوں، مگر عارفؔ!
وہ محتسب ہے کہ سارے حساب رکھتا ہے

افتخار عارف، پاکستان

اے خدا! تجھ کو میں ڈھونڈوں تو کہاں سے ڈھونڈوں
دل کی دھڑکن تو یہ کہتی ہے جہاں سے ڈھونڈوں

پھول، کانٹوں سے، بہاروں سے، خزاں سے ڈھونڈوں
تو ہی بتلا دے مجھے تجھ کو کہاں سے ڈھونڈوں

تجھ کو ڈھونڈا ہے یقیں کی بھی حدوں سے آگے
اب یہ حسرت ہے تجھے حدِ گماں سے ڈھونڈوں

تو ہواؤں میں بھی، موجوں میں، شعاؤں میں بھی
ایسی رفتار میں، میں تجھ کو کہاں سے ڈھونڈوں

شب کی ظلمت میں ہے، بجلی کی چمک میں ہے تو
تیرے اوصاف جو ڈھونڈوں تو کہاں سے ڈھونڈوں

فرش سے عرش تلک تیری کرشمہ سازی
اب یہاں سے تجھے ڈھونڈوں کہ وہاں سے ڈھونڈوں

تیرا افسرؔ ہی نہیں تیری تجسس میں غریق
ساری خلقت ہے ہراساں کہ کہاں سے ڈھونڈوں

افسر حمزہ پوری، حمزہ پور

وہی رازداں فنا کا ' وہی رازداں بقا کا
یہ جہاں بھی ہے خدا کا' وہ جہاں بھی ہے خدا کا

وہی خالقِ جہاں ہے' وہی رازقِ جہاں ہے
وہی بندگی کے لائق' وہی مستحق ثنا کا

وہی نورِ خاکداں ہے' وہی نورِ آسماں ہے
وہی نورِ کہکشاں ہے' وہی نور ہے حرا کا

یہ ہے میرا جزوِ ایماں کہ نگاہِ کبریا میں
جو ہے رتبۂ سکندر' وہی مرتبہ گدا کا

کوئی مصلحت تھی اِس میں کہ دکھائے اُس نے دونوں
کبھی جشنِ فتحِ مکّہ' کبھی سوگ کربلا کا

یہ اعتراف مولا! کہ ہمیں کچھ خبر نہیں ہے
نہ خبر ہے ابتدا کی' نہ پتا ہے انتہا کا

کہیں سرکشی خدا سے نہ ہمیں مٹا دے افسؔر
یہی وقت ہے دوا کا' یہی وقت ہے دعا کا

افسر ماہ پوری

گر تو نہیں تو آنکھوں میں میری چھپا ہے کون
شمس و قمر میں آج بھی جلوہ نما ہے کون

باغِ شجر کو سبز جو کرتا ہے' کون ہے
پتّوں کو حسنِ رنگِ حنا دے رہا ہے کون

دریا کے ساحلوں کی قبا تار تار ہے
پانی سے پتھروں کا جگر کاٹتا ہے کون

پھولوں کو حسن' خوشبو کو پیکر عطا کیا
ہریالی آج کھیتوں میں بکھرا رہا ہے کون

موتی نکالتا ہے شکم سے جو سیپ کے
یہ راز اور تیرے سوا جانتا ہے کون

اُس کی تلاش میری عبادت سے کم نہیں
عاقؔل! سوائے اُس کے مرا مدعا ہے کون

افضال عاقؔل' گارولیہ

اے خدائے لم یزل، اے مالکِ ارض و سما
خالقِ برحق ہے تو، کوئی نہیں ثانی ترا

یہ نظامِ بزمِ ہستی تیری قدرت کا کمال
تو ہے رب العالمیں، تو مالکِ یومِ جزا

ہر جگہ موجود ہو کر بھی نظر آتا نہیں
ذرّے ذرّے میں نمایاں ہے مگر جلوہ ترا

بحر و بر، دشت و جبل، نخل و ثمر، ماہ و نجوم
حاصلِ بزمِ جہاں ہے تیری عظمت واہ وا

اک فقط باقی رہے گی تیری ذاتِ باصفات
ختم ہو جائے گی جس دم یہ نمودِ بے بقا

اوّل و آخر بھی تو ہے، افضل و اعلیٰ بھی تو
قادرِ مطلق ہے بے شک تیری ذاتِ کبریا

افضل اُلفت، پاکستان

بے چراغ راتوں میں یاد آنے والا تو
دھوپ کی طرح مجھ میں پھیل جانے والا تو

رات کے پگھلتے ہی خوشبوؤں کے لہجے میں
سبز سبز شاخوں پر مسکرانے والا تو

اُس طرف ہواؤں کی شوخیوں میں پوشیدہ
اِس طرف چراغوں کی لو بڑھانے والا تو

پتھروں کی صحبت کا ایک دن عطا کر کے
آئینہ مزاجوں کو آزمانے والا تو

زندگی کے میلے میں کھونے والے سب ساتھی
آخری کنارے تک ساتھ جانے والا تو

اقبال اشہر، دہلی

سارے سیاہ و سفید پہ حاوی اللہ ھو
بولے ساکت آنکھ کی پتلی اللہ ھو

سانس تمنا، آس امیدیں، آنکھیں خواب
تیرا کرم سب، تیری مرضی، اللہ ھو

آدھی پونی بوند برابر میری طلب
دریا دریا شانِ کریمی اللہ ھو

بھیگی پلکیں، دامنِ دل، اور قطرۂ اشک
نوکِ قلم، قرطاس، سیاہی، اللہ ھو

کشت ہوائے دنیا سانس برابر نئیں
کیسی گدائی، کیسی شاہی؟ اللہ ھو

تیری یاد سے غفلت، تیری یاد کا فیض
دل ویرانہ، دل آبادی اللہ ھو

ہوش و خرد پر سکر کا عالم ہے خسروؔ!
باغِ جنوں کی پتی پتی، اللہ ھو

اقبال خسرو قادری، کڈپہ

نام بھی تیرا عقیدت سے لیے جاتا ہوں
ہر قدم پر تجھے سجدے بھی کیے جاتا ہوں

کوئی دنیا میں مرا مونس و غم خوار نہیں
تیری رحمت کے سہارے پہ جیے جاتا ہوں

تیرے اوصاف میں اک وصف خطاپوشی ہے
اس بھروسے پہ خطائیں بھی کیے جاتا ہوں

آزمائش کا محل ہو کہ مسرت کا مقام
سجدۂ شکر بہر حال کیے جاتا ہوں

زندگی نام ہے اللہ پہ مر مٹنے کا
یہ سبق سارے زمانے کو دیے جاتا ہوں

صبر کرنا ہے تری شانِ کریمی کو عزیز
میں یہی سوچ کے آنسو بھی پیے جاتا ہوں

ہر گھڑی اُس کی رضا پیشِ نظر ہے اقبالؔ
شکر ہے ایک سلیقے سے جیے جاتا ہوں

اقبال عظیم، پاکستان

خوفِ خدا ہو جس کی نظر میں بسا ہوا
منزل رسا ہوا ہے وہ افلاک پا ہوا

وہ تو قریب اپنی رگِ جاں سے ہے، مگر
ہے لا مکاں کی آخری حد میں بسا ہوا

کہسار و آبشار و قمر میں نہاں ہے تو
تیری تجلیوں سے ہے عالم سجا ہوا

رکھا جہاں میں جس نے یتیموں کے سر پہ ہاتھ
دامن پہ اُس کے تیرا کرم بے بہا ہوا

اُس ربِ دو جہاں کے اشارے کی دیر تھی
اک کن سے کائنات بنی، معجزہ ہوا

دل نور نور ہوتا گیا تیرے ذکر سے
یوں تیرگی کی قید سے اکرمؔ رہا ہوا

اکرام اکرمؔ پاکستان

حرفوں کو آواز کا جادو دینے والا میرا رب
لفظوں کو معنی کی خوشبو دینے والا میرا رب

اندھیاروں کو نور کا پرتو دینے والا میرا رب
رات کو چاند، ستارے، جگنو دینے والا میرا رب

سورج کے تن کو اُجلا پن اور امبر کو نیلا پن
کھیتوں میں ہریالی ہر سو دینے والا میرا رب

پتّوں میں لہرانے کا فن، کانٹوں میں چبھنے کا ہنر
پھولوں میں رنگت اور خوشبو دینے والا میرا رب

نغمہ، گیت، ترانہ، سرگم خوشیوں میں تحفے اُس کے
وقتِ مصیبت دل پر قابو دینے والا میرا رب

خطرے میں اسلام اگر آ جائے تو پھر وقتِ جہاد
ہمتِ مرداں، قوتِ بازو دینے والا میرا رب

اکرمؔ! آنکھیں کھول کے دیکھو چاند کے جیسے چہرے پر
کالا کالا ابر سا گیسو دینے والا میرا رب

اکرم بارک پوری، بارک پور

چار سو بکھر ہوئے ہیں تیری قدرت کے نشاں
اِس جہاں سے اُس جہاں تک اور کوئی ہے کہاں

کون ہے تیرے سوا جو دے گلوں کو رنگ و بو
تجھ سے ہی شاداب ہے یہ زندگی کا گلستاں

تو فقط دیر و حرم میں ہے یہ کس نے کہہ دیا
ہر جگہ موجود ہے تو اے خدائے دو جہاں!

تو محبت کے سفر میں، عشق کی منزل میں تو
تیرے ہی دم سے رواں ہے زندگی کا کارواں

مندروں میں گھنٹیاں بجتی ہیں تیرے نام کی
مسجدوں میں گونجتی ہے تیری آوازِ اذاں

کتنے احسانات ہیں تیرے اگم پر اے خدا!
نعمتیں بخشی ہیں جو تو نے کروں کیا کیا بیاں

اگم شرما، کلکتہ

کرے ہر نفس ترجمانی تری
یہ دُنیا ہے ادنیٰ نشانی تری

سروں پر تنا شامیانہ ترا
بچھی زیرِ پا بے کرانی تری

سمندر میں ہل چل ترے اذن سے
ہے دریا میں پیہم روانی تری

بہار و خزاں پر تری دسترس
ہے پت جھڑ ترا، گل فشانی تری

یہ لوح و قلم بھی تری بخششیں
تخیل ترا، خوش بیانی تری

یہ الفاظ بھی میرے اپنے نہیں
تری حمد بھی مہربانی تری

یہ سب تیری عظمت کی روداد ہے
مرا کیا ہے ساری کہانی تری

الف احمد برق، بنگلور

نہیں دیکھا، مگر ایمان ہے تیری خدائی پر
ہمیں ہے ناز تیری ذات، تیری کبریائی پر

نہ کوئی ہے ترا ثانی نہ کل تھا اور نہ کل ہوگا
شک و شبہ کوئی کیسے کرے تیری بڑائی پر

ہر اک ذرّہ ترے ہی ذکر میں مصروف رہتا ہے
کوئی پورا اُتر سکتا نہیں مدحت سرائی پر

تجھی سے مانگتا ہوں اس لیے شکوہ بھی کرتا ہوں
مجھے تو درگزر کر اے خدا! اس لب کشائی پر

تو ہی ہے قادرِ مطلق، تری ہی حکمرانی ہے
بھروسہ ہے ترے بندے کو تیری رہنمائی پر

سنو اے ظالمو! ڈرتے رہو قہرِ الٰہی سے
نہ ہو جاؤ بہت مغرور اپنی کج ادائی پر

اے اعظمؔ! صدقِ دل سے حکمِ مولا ماننے والے
ہمیشہ تم رہو قائم اسی طرزِ گدائی پر

امام اعظمؔ، دربھنگہ

تازگی غنچے کو گل کو دلکشی دیتا ہے کون
اور پھر ان کو ادائے دلبری دیتا ہے کون

کون ہے دریا رواں رہتا ہے کس کے فیض کا
آبِ روح افزا برائے تشنگی دیتا ہے کون

یہ سلیقہ، یہ تمدن اور یہ حسنِ ادا
زندگی دے کر شعورِ زندگی دیتا ہے کون

میں جو کر لیتا ہوں طے دشوار تر ہر مرحلہ
حوصلوں کی یہ اڑانیں ہر گھڑی دیتا ہے کون

کون پتھریلی زمینوں میں اگاتا ہے شجر
اور چٹانوں کے سینوں میں نمی دیتا ہے کون

میرے قرطاسِ ہنر کی بے لباسی کے لئے
یہ قبائے حسنِ شعر و شاعری دیتا ہے کون

میں تو اتنا چاہتا ہوں، دل شکن ماحول میں
جز خدا ساغرؔ یہ عزمِ زندگی دیتا ہے کون

امان اللہ ساغرؔ، کلکتہ

یہ پیاری زمیں، وہ چرخِ بریں، سبحان اللہ، سبحان اللہ
تو حسن کا خالق اور حسیں، سبحان اللہ، سبحان اللہ

گلزار کی یہ زیب و زینت، سبحان اللہ، سبحان اللہ
یہ آدمؑ و حوا کی مورت، سبحان اللہ، سبحان اللہ

یہ پھول سا تن، یہ پھول سا من، سبحان اللہ، سبحان اللہ
ہر ایک کرن ہے شعلہ بدن، سبحان اللہ، سبحان اللہ

یہ جگمگ دن، جھلمل راتیں، سبحان اللہ، سبحان اللہ
موسم کی بدلتی سوغاتیں، سبحان اللہ، سبحان اللہ

یہ شام و سحر کے میخانے، سبحان اللہ، سبحان اللہ
ہر دل کے چھلکتے میخانے، سبحان اللہ، سبحان اللہ

ہر ذرّے میں ہے تیرا جلوہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ
ہر ایک جگہ تیرا چرچا، سبحان اللہ، سبحان اللہ

امتیاز الدین خان، پرتاپ گڑھ

نہ رنگ روپ نہ ظاہر جمال تیرا ہے
مگر سجود میں حسنِ خیال تیرا ہے

ذلیل کر یا جسے چاہے آبرو دے دے
یہ انتظامِ عروج و زوال تیرا ہے

ترے کرم سے تصرف میں ہے ہمارے، مگر
ہمیں یقین ہے جان اور مال تیرا ہے

اسی کے شکر میں سجدہ گزار رہتا ہوں
مرے وجود میں حسنِ کمال تیرا ہے

ہماری راہ میں پیدا کی تو نے آسانی
کوئی نہ راستہ ہم کو محال تیرا ہے

ہمارے قلب و نظر پر جو ہو گیا ہی محیط
وہ اعتماد، وہ رعب و جلال تیرا ہے

جو شاعری میں ہے حسنِ بیان عنؔبر کا
یہی تو اس پہ کرم بے مثال تیرا ہے

امیر اللہ عنبر خلیقی، ناگ پور

اُسی کا یہ جلوہ ہے چاروں طرف
ہزاروں نشاں ہیں ہزاروں طرف

وہ اوّل کہ جس کی نہیں حد کہیں
وہ آخر کہیں جس کا آخر نہیں

زمانے میں سب کچھ ہے الاّ شریک
وہی ہے وہی وحدہٗ لا شریک

اُسی ایک نے سب کو پیدا کیا
یہ سب کارخانہ ہویدا کیا

مہ و مہر سے آسماں تابناک
گلوں سے لبالب گریبانِ خاک

سوا اُس کے کوئی یگانہ نہیں
ہمیشہ وہی ہے، زمانہ نہیں

اُسی کا ہے جلوہ سما تا سمک
اُسی کا ہے پرتو زمیں تا فلک

امیر مینائی

رفعتیں تیرے لیۓ، سب عظمتیں تیرے لیے
خالقِ حرف و بیاں، سب مدحتیں تیرے لیے

زندگی تیرے لیے اور بندگی تیرے لیے
اُلفتیں تیرے لیۓ، سب چاہتیں تیرے لیے

تو کہ لا محدود ہے، حدِ مکاں بھی تجھ سے ہے
سرحدِ امکاں تلک سب رفعتیں تیرے لیے

عقل حیراں ہے کہ کیسا ہے نظامِ کائنات
اے حکیمِ بے بدل، سب حکمتیں تیرے لیے

میں کہ بندہ ہوں تو پھر بندے کا کیسا اختیار
قادرِ مطلق ہے تو، سب قدرتیں تیرے لیے

حرف سب تیرے لیے ہیں، لفظ سب تیرے لیے
صورتِ اظہار کی سب صورتیں تیرے لیے

امین

زباں پہ حمد و بیاں لا الہٰ الا اللہ
ثنائے ربِ جہاں لا الہٰ الا اللہ

سکونِ قلب میسر ہے ذکر سے ہر دم
ترانۂ دل و جاں لا الہٰ الا اللہ

ترے وجود کا ہر ذرّہ کیوں نہ ہو شاہد
ہر ایک شے سے عیاں لا الہٰ الا اللہ

نگاہ کانپ اُٹھی صاحبِ عزیمت کی
نظر میں تھا وہ سماں لا الہٰ الا اللہ

شجر ہو یا کہ حجر، آدمی ہو یا حیواں
سبھی ہیں نغمہ کناں لا الہٰ الا اللہ

وہ ذات پاک ہر اک عقل وفہم سے برتر
ہے ایک سرِّ نہاں لا الہٰ الا اللہ

شمال ہو کہ ہو مغرب، جنوب یا مشرق
چہار سو ہے اذاں لا الہٰ الا اللہ

امین عامرؔ ہوڑہ

آئینۂ دنیا میں ہر سمت سجا ہے تو
ہر زخم کا مرہم ہے، ہر غم کی دوا ہے تو

اب تیرے سوا کوئی آنکھوں میں نہیں جچتا
اس قلب کی دھڑکن میں اب نغمہ سرا ہے تو

جس وقت نہ کچھ ہوگا اُس وقت بھی تو ہوگا
معمار نہیں کوئی، خود خلقِ سوا ہے تو

تو اپنے غلاموں کو مایوس نہیں کرتا
جس دل نے تجھے ڈھونڈا اُس دل سے ملا ہے تو

جو کچھ ہے مرے گھر میں سب تیرے کرم سے ہے
ریتی ہے اناؔ یارب! اور جانِ انا ہے تو

اناؔ دہلوی، دہلی

کلی کو حسن تو پھولوں کو بھی شباب دیا
خدا نے چاہا تو گلشن کو بے حساب دیا

رہِ وفا کی سبھی مشکلیں ہوئیں آساں
سیاہ شب کے مسافر کو ماہتاب دیا

خدا نے ماضیٔ باطل کے سب سوالوں کا
کتابِ نور کی تحریر میں جواب دیا

ترا کرم، ترا احسان ہم پہ ہے مولا!
ہماری زیست کی ظلمت کو آفتاب دیا

ہے شکر تیرا کہ تو نے ہمارے ہاتھوں میں
وہ رحمتوں کا خزانہ بھی لاجواب دیا

اُسی کی حمد و ثنا کر اناؔ کہ جس نے ہمیں
جہاں میں اشرفِ مخلوق کا خطاب دیا

انا سلیم، آگرہ

ہر پھول، ہر ثمر میں، باغوں کی دل کشی میں
موجود ہے خدا تو ہر ایک روشنی میں

شمس و قمر بھی تجھ سے زندہ ہر ایک لمحہ
مولا! ترا ہی جلوہ کھلتی ہوئی کلی میں

جلوہ ہر ایک جلوہ یوں ہی نہیں ہے روشن
میرا خدا ہے شامل ہر شے کی زندگی میں

رگ رگ میں تو ہی آقا! شہ رگ سے بھی قریں تو
تیرا جنوں ملا ہے دلبر کی دلبری میں

چاہے جہاں بھی جائیں ہر سمت تو ہی تو ہے
تو ہی بنے سہارا دنیا کی بے بسی کا

بہتی ہوئی ہوا میں تو ہی رواں دواں ہے
تیری صدا ہے یارب! جھرنوں کی نغمگی میں

حمدِ خدا ارمؔ جو خوشبو ہی بس لٹائیں
ذکرِ خدا ہے روشن خوش رنگ شاعری میں

انبساط ارم، مالیگاؤں

کیا غم کشائے کرب و بلا تیری حمد ہے
ہر دردِ لادوا کی دوا تیری حمد ہے

حاصل ہو کیوں نہ لطفِ عبادت کو تازگی
گلزارِ بندگی کی ہوا تیری حمد ہے

ہر اہلِ اعتماد و یقیں کی نگاہ میں
عرفان و آگہی کی صدا تیری حمد ہے

چشمِ الم میں اشکِ ندامت لیے ہوئے
جھکتے ہوئے سروں کی ادا تیری حمد ہے

تیرے حضور دل کو، جبیں کو، زبان کو
ہر کوششِ نجات و بقا تیری حمد ہے

آنکھوں میں بھر کے حسنِ عقدت کی روشنی
تا صبح جاگنے کا مزا تیری حمد ہے

کیوں جان و دل نثار نہ ہو اس پہ انتظارؔ
مشکل کشائے روزِ جزا تیری حمد ہے

انتظار غازی پوری، الٰہ آباد

کوئی حرف بھا گیا ہے تجھے میری التجا کا
کہ حساب ہی نہیں ہے مرے رب! تری عطا کا

مری چشمِ آگہی کو ملا یہ بھی رخ ثنا کا
کہ جھکی جبیں قلم کی لکھا نام جب خدا کا

کوئی خیر چاہتا ہے کوئی جاہ کا ہے طالب
ہے زمیں سے آسماں تک یہی سلسلہ دعا کا

یہ حیات ختم جب ہو، ترا نام زیرِ لب ہو
کہ وہی سبق پڑھوں میں جو سبق ہے ابتدا کا

ترا ادنیٰ سا کرشمہ مری زیست کا سبب ہے
کہ عطا کیا ہے تو نے مجھے آسرا ہوا کا

جو مٹائے ظلمتوں کو، جو عطا کرے تجلّی
مرا دل بھی آئینہ ہے اُسی ذاتِ کبریا کا

ہو بھنور کہ ہو تلاطم، بس اُسے پکار لو تم
کہو ناخدا سے انجمؔ یہاں کام ہے خدا کا

انجم شادانی، پاکستان

کوئی معبود کیا تیرے سوا ہے
ترے ہی واسطے سجدہ روا ہے

جہانِ رنگ و بو کا ذکر ہی کیا
ہر اک شے میں تو ہی جلوہ نما ہے

شعورِ شعر و فن ہے تیری بخشش
قلم کا تجھ سے ہی جوہر کھلا ہے

بنا دیتا ہے مفلس کو تونگر
کرم ہے، مہربانی ہے، دیا ہے

حیات و موت پر تیرا ہی قبضہ
مری سانسوں کا تجھ سے سلسلہ ہے

کھلایا تو نے گلزارِ محبت
ترے ہی دم سے الفت کا مزا ہے

ہوئی ہے دور بدحالیٔ انجم
مرے اللہ! یہ احساں ترا ہے

انجم عظیم آبادی، کلکتہ

اُجالا بخشنے والے، اندھیرا بخشنے والے
پھر ان کے درمیاں وحدت کا رشتہ بخشنے والے

بدن ہی کیا، جھلس جائے جہاں احساس کا چہرہ
مسافر کو اُسی صحرا میں سایہ بخشنے والے

کبھی تو آبشاروں کی نمی پتھر کے ہونٹوں پر
کبھی کہسار کے سینے میں لاوا بخشنے والے

ہنر تیرا ہے، آب و گل ترے، صورت گری تیری
ہمارے چاک کی گردش کو کوزہ بخشنے والے

چہکتی، گاتی، اِٹھلاتی ہواؤں کی شرارت پر
کلی کو مسکرانے کا سلیقہ بخشنے والے

اب اس کے بعد کوئی سمت آنکھوں کو نہیں بھاتی
ہمارے منتشر سجدوں کو کعبہ بخشنے والے

تری قدرت کی ہر تفسیر لایعنی ہی ٹھہرے گی
جہاں بھر کے ذرائع کو ذریعہ بخشنے والے

اکبر حسین اکبرؔ، کلکتہ

تنہائی کا موسم بھی، رفاقت بھی اُسی کی
ہے قریۂ جاں میں یہ محبت بھی اُسی کی

منظر پسِ منظر ہے سرابوں کا تسلسل
ہے راہ گذر اُس کی، مسافت بھی اُسی کی

ہے آئینہ ٹوٹا تو شکایت بھی کروں کیا
چہرہ بھی اُسی کا ہے، ندامت بھی اُسی کی

ہر ساعتِ محروم کہ جو دل پہ گراں ہے
ہر ساعتِ محروم کی مہلت بھی اُسی کی

لکھتا ہوں وہی میں جو لکھاتا ہے وہ مجھ سے
ہیں لوح و قلم اُس کے، فراست بھی اُسی کی

جو کچھ ہے سروپؔ اُس کا کرشمہ ہے سراسر
شاخوں پہ کھلے پھول، جراحت بھی اُسی کی

اندرسروپ سری واستو

تیرا سب سے بڑا مرتبہ یاخدا
کوئی ثانی نہیں ہے ترا یاخدا

سارے عالم کا تو ہی تو معبود ہے
ہے نہیں کوئی تیرے سوا یاخدا

تو ہی سارے جہاں کا ہے پروردگار
تو ہی سب کا ہے حاجت روا یاخدا

ذرّے ذرّے سے جلوے ترے ضوفشاں
کس میں جلوہ نہیں ہے ترا یاخدا

تو ہی مالک ہے سب کا، ترے بندے ہم
تیری کرتے ہیں حمد و ثنا یاخدا

انصارنگروردی، بہرائچ

وجودِ اوّل، وجودِ دائم، وجودِ یکتا، وجود ہر سو
میں شرحِ نابود ایک نکتہ، تو بحرِ وسعت، تو بود ہر سو

ازل سے میرا شعورِ ہستی، ہے غرق تیری تجلیوں میں
سمٹ چکی ہے حیات میری، تری محبت کا دود ہر سو

کہاں کے مشرق، کہاں کے مغرب، کہاں کی جہتیں، کہاں کی سمتیں
تو بے کراں بے کراں تجلّی، تو ارتقائے نمود ہر سو

تو لامکاں کا مکیں ہے لیکن، ترا مکاں ایک قلب میرا
میں وسعتوں میں ہوں تیری شامل، اگر مرے ہیں حدود ہر سو

ہے پرتوِ جلوۂ تبارک، جب آخری منزلِ عبادت
کہاں سے انوؔر! نظر وہ لائیں کہ ہو نصیبِ شہود ہر سو

انوار اللہ انور، کڈپہ

تمام ارض و سما، مہر و مہ کا محور ہے
کہ تو ہی خالقِ کل، تو ہی ربِ اکبر ہے

تری بلندی سے، ساری بلندیاں ہیں نگوں
کہ ختم تجھ پہ ہی سب مدحتوں کا دفتر ہے

یہ رنگ و نور، بہار و خزاں، یہ لالہ و گل
یہاں وجود میں جو شے ہے تیری مظہر ہے

کوئی حساب نہ حد ہے تری تجلّی کا
کہ ذرّہ ذرّہ ترے نور سے منور ہے

چراغِ طور علامت ہے، میرے مولا! تو
ہر اک بھٹکتی ہوئی زندگی کا رہبر ہے

تمام راحتیں، ساری سخاوتیں تیری
کہ عاصیوں کی اُمیدوں کا تو ہی محور ہے

انیس دہلوی

کہیں حسن ہے، کہیں آئینہ کہیں تیرگی، کہیں نور ہے
تری ذات پاک ہے بے کراں، ہر اک عقل وفہم سے دور ہے

تو سخی ہے، بندہ نواز ہے، تو ہی بخششوں کا مجاز ہے
تو رفیق ہے، تو شفیق ہے، تو رحیم ہے، تو غفور ہے

کبھی قہر ہے تو کبھی عطا، یہ عجیب سی ہے تری ادا
تو کہیں پہ سوز و گداز ہے، تو کہیں پہ دل کا سرور ہے

تو ہی برگ برگ کلی کلی، تو ہے ڈال ڈال شجر شجر
ترے نور کا یہ کمال ہے کہ تمام شے کا ظہور ہے

یہ مری خطا سرِ زندگی، مری چاہتیں ابھی خام ہیں
تو حجابِ رُخ نہ اُٹھا سکا، نہیں اس میں تیرا قصور ہے

اے خدائے کون ومکاں مرے، ترا قرب خلدِ انیسؔ ہے
نہ بہشت کی مجھے آرزو نہ تو مجھ کو خواہشِ حور ہے

انیس عظیم آبادی، کمرہٹی

ہر اک ذرّہ میں پنہاں تو ہی تو ہے
مگر دنیا کو تیری جستجو ہے

یہ کیا! پھر بھی وہ اوجھل ہے نظر سے
اگرچہ سامنے ہے، روبرو ہے

ترے اسرار کی لمبی بحث میں
ترا ہی ذکر، تیری گفتگو ہے

جہاں تک ہے نگاہوں کی رسائی
ترا جلوہ ہی بکھرا چار سو ہے

نہیں سجدے کے قابل کوئی ہستی
جبینِ ناز تجھ سے سرخرو ہے

دعاؤں کی حفاظت کون کرتا
تجھی سے سائلوں کی آبرو ہے

ضیاؔ! حمد و ثنا تو کیا کرے گا
یہ تیرے دل کی تشنہ آرزو ہے

ایم۔اے۔ضیا، گیا

زمیں تجھ سے، فلک تجھ سے
بشر تجھ سے، ملک تجھ سے

ہے شبنم میں نمی تیری
ہے شعلوں میں لہک تیری

لبوں پر شادیٔ نغمہ
دلوں میں ہے کسک تیری

ہے تجھ سے سنگ میں سختی
ہے ڈالی میں لچک تیری

چبھن پائی ہے کانٹوں نے
گلوں میں ہے مہک تیری

ہے صحراؤں میں ویرانی
فضاؤں میں دھنک تیری

عؔلی کی فکر میں خوشبو
ہے لفظوں میں دمک تیری

ایم۔علیؔ، ہوڑہ

کسی بھی شے کا وجود کب تھا جلالِ ربّ العلیٰ سے پہلے
اُسی کی قدرت تھی کارفرما یہ عرش وتحت الثریٰ سے پہلے

دعائے یونسؑ کی التجا میں، دعائے قلبِ خلیل میں بھی
کہ اُس کی حد کا شمار کیا ہو شمارِ شکلِ جزا سے پہلے

تھا لحنِ داؤد میں کبھی وہ، وہی تھا طور و کلیم میں بھی
نہاں عیاں کا سوال کب تھا تمام ارض و سما سے پہلے

ہر ایک شاخِ شجر کی خوشبو بتا رہی ہے فضا کی حالت
ہے سرخ رنگت گلوں کی کیسی، بنایا کس نے حنا سے پہلے

مقامِ عرفان و آگہی میں رواں رہا تھا شعورِ انساں
سمجھتا کیسے یہ سرِّ قدرت قرآنِ رب کی صدا سے پہلے

نگارشِ صبحِ نو نہ ہوتی اگر رضائے خدا نہ ہوتی
ساعتوں میں ادا نہ ہوتی، عطائے نورِ خدا سے پہلے

خدائے برتر کی یہ تھی مرضی کہ سمجھے خلقت خدا کی عظمت
کوئی بتائے کہ کوئی کب تھا خدا کی حمد و ثنا سے پہلے

ایم۔کے۔اثرؔ، کلکتہ

یہ مہر و ماہِ منور غلام تیرے ہیں
تمام نور کے مظہر غلام تیرے ہیں

تغیراتِ زمانہ ہیں تیری قدرت میں
یہ عرش و فرش کے منظر غلام تیرے ہیں

کہاں کہاں نہ غلامی میں ہے تری خلقت
یہ سیپ سیپ میں گوہر غلام تیرے ہیں

ترے جہاں کے گداؤں کا ذکر کیا یارب!
زمانے بھر کے سکندر غلام تیرے ہیں

کروں نہ کیوں میں اطاعت تری مرے مولا!
تمام پیر پیمبر غلام تیرے ہیں

تری رضا پہ ہے موقوف فکر کی پرواز
تخیلات کے شہپر غلام تیرے ہیں

ترا غلام ترا نصرؔ کیوں نہ ہو یارب!
کہ ذی وقار سخنور غلام تیرے ہیں

ایم۔نصراللہ نصرؔ ہوڑہ

جلوے جلوے سے عیاں نور خدایا! تیرا
کون سی شے ہے کہ جس میں نہیں جلوہ تیرا

تو جسے چاہے عطا ملک کرے، عزت دے
دینا چاہے تو ہے ذلت پہ بھی قبضہ تیرا

ہمسری کون کرے دہر میں یارب! تیری
تو اچھوتا ہے، ہر اک کام انوکھا تیرا

پھول پتّوں کو دیئے رنگ، ہوا کو نغمے
چاند تاروں سے ہویدا ہے اُجالا تیرا

گُل کی تخلیق میں پوشیدہ ہے حکمت تیری
گُل کے مٹ جانے سے ظاہر ہے کرشمہ تیرا

بحر و بر، جن و بشر اور عجوبے مخلوق
جس کو دیکھو وہی سو جان سے شیدا تیرا

اُس کے ہی حکم سے مغرور پیامؔی تو ہے
اُس نے چاہا تو ہوا علم دوبالا تیرا

ایوب پیامی، کلکتہ

جبینِ شوق نے کچھ اس طرح سجدہ کیا تیرا
کہ دنیا کھو گئی، بس رہ گیا اک آسرا تیرا

ترے جلوے کی تابانی کا پردہ کب اُٹھا مجھ پر
مری مشتاق آنکھوں سے رہا جلوہ خِفا تیرا

میں اثبات ونفی کی ضرب یوں سہتا رہا دل پر
کہ مشتِ خاک کو کرتا رہا اک آئینہ تیرا

بڑائی سے تری مداح خود بھی فیض پاتا ہے
مری عزت کا باعث ہے جہاں میں تذکرہ تیرا

سرورِ بےخودی، علم و ہنر، یہ راحتِ دنیا
ہے جو بھی بدؔر کا مولا! وہ ہے سب کچھ دیا تیرا

بدرالدین بدرؔ، کلکتہ

ہے تو ہی نہاں، ہے تو ہی عیاں، تری شان جل جلالہٗ
تو کہاں نہیں، نہیں تو کہاں، تری شان جل جلالہٗ

ترے نور ہی کا ظہور ہیں، یہ جو جن و انس و طیور ہیں
یہ شجر حجر، یہ زمیں زماں، تری شان جل جلالہٗ

تو ہی ڈوبتوں کا سہارا ہے، تو ہی بحرِ غم کا کنارا ہے
تو ہی بے کسوں کا ہے پاسباں، تری شان جل جلالہٗ

تری فکر مذہبِ صادقاں، تری یاد جوہرِ عاشقاں
ترا ذکر مسلکِ عارفاں، تری شان جل جلالہٗ

یہی رنگ دیکھ کے دنگ ہے، جسے کچھ شعور ہے، ڈھنگ ہے
تو ہی راز ہے، تو ہی رازداں، تری شان جل جلالہٗ

ہے ترا کرم ہی چمن چمن، ہے تری عطا ہی روش روش
ہے تو ہی تو خلق کا مہرباں، تری شان جل جلالہٗ

ہے ترا ہی نور یہاں وہاں، ترا آستاں ہے ہر آستاں
ہے جبھی تو خم سرِ عاشقاں، تری شان جل جلالہٗ

بہزاد لکھنوی

تری ذات پاک ہے اے خدا! ترا نام ربِ جلیل ہے
یہ ہوا، یہ آگ، یہ آب وگل تری حکمتوں کی دلیل ہے

یہ دھماکہ ’’کن فیکون‘‘ تھا کہ یہ کائنات سنور گئی
کئی آسمان بکھر گئے، مگر اک زمین نکھر گئی

تری کہکشاں کے نظام میں ہے جو انتشار کی کیفیت
یہی وجہِ ارض وقمر بھی ہے، یہی وجہِ شانِ ربوبیت

کیا سرد شعلۂ ارض کو کفِ دستِ موجِ سحاب سے
تو نے جاندار بنا دیئے طرح طرح کے اس آب سے

یہ شعاعِ برق، یہ حرکتیں، یہ نظامِ گردش و انتشار
تری حکمتوں کی مناسبت سے زمیں کو آنے لگا قرار

یہ دیارِ کون و مکاں ہے کیا تری جلوہ گاہِ شہود ہے
تری قدرتوں کا ہے معجزہ، یہاں زندگی کا وجود ہے

تو غفور ہے، تو شکور ہے، تو کریم ہے، تو رحیم ہے
تو ہے دو جہان کا بادشاہ، تری شان لطفِ عمیم ہے

بدیع الزماں سحرؔ، پٹنہ

سب کا معبود اے خدا تو ہے
ساری دنیا کو پالتا تو ہے

تیرے بندے بھٹک نہیں سکتے
ظلمتِ زیست میں ضیا تو ہے

راہِ حق ہے دکھانے والا تو
چلنے والوں کا رہنما تو ہے

تجھ سے کچھ بھی نہیں چھپا یارب!
میرا ہر راز جانتا تو ہے

جس میں ہر شے کا راز ہے پنہاں
ایک وحدت کا آئینہ تو ہے

کیوں نہ مانگے دعائیں تجھ سے سحرؔ
اُس کا معبود اے خدا تو ہے

بشریٰ سحرؔ، کلکتہ

میں نے تری آنکھوں پڑھا اللہ ہی اللہ
سب بھول گیا یاد رہا اللہ ہی اللہ

پھولوں میں بسی چاندنی راتوں کی نمازیں
خوشبو سی ستاروں کی دعا اللہ ہی اللہ

پیڑوں کی صفیں پاک فرشتوں کی قطاریں
خاموش پہاڑوں کی ندا اللہ ہی اللہ

بادل کی عبادت ہے برستا ہوا پانی
آنسو کی غزل حمد و ثنا اللہ ہی اللہ

اک پھول نے کونین کی دولت مجھے دے دی
آنسو سے ہتھیلی پہ لکھا اللہ ہی اللہ

اک نام کی تختی کا مجھے شوق ہوا تھا
پانی پہ ہواؤں نے لکھا اللہ ہی اللہ

وہ سورۂ یٰسین کہ کافور کی خوشبو
مہکے ہوئے پھولوں کی ردا اللہ ہی اللہ

بشیر بدرؔ، بھوپال

بارشِ رحمت یہاں برسانے والا کون ہے
شاخِ جاں میں پھول اور پھل لانے والا کون ہے

تو ہے قادر، تو ہے داتا، مدح خواں ہیں سب ترے
تیری عظمت کو بھلا جھٹلانے والا کون ہے

تیری قدرت کے ہیں اک ادنیٰ کرشمہ مہر و ماہ
دو جہاں میں روشنی پھیلانے والا کون ہے

یاس کی تاریک شب میں، رنج و غم کی دھوپ میں
اپنے بندوں پر کرم فرمانے والا کون ہے

میری قسمت میں اندھیرا ہے، مگر تیرے سوا
قسمتِ تاریک کو چمکانے والا کون ہے

اس گدائے بے نوا اخترؔ کو تیرے اے خدا!
دینے والا کون ہے، دلوانے والا کون ہے

بلند اختر شہودی، کلکتہ

ترے حکم سے یہ جہاں بنا، تو رحیم ہے، تو کریم ہے
ہے کمالِ حکمتِ بے بہا، تو رحیم ہے، تو کریم ہے

ترا راج شمس و قمر پہ ہے، ترا حکم سارے جہان پر
تو ہی ذرّے ذرّے میں برملا، تو رحیم ہے، تو کریم ہے

تو خزاں بھی ہے، تو بہار بھی، تو ہی سارے غم کا اُتار بھی
سبھی راستوں کا تو رہنما، تو رحیم ہے، تو کریم ہے

تو شکور ہے، تو غفور ہے، تو بصیر ہے، تو خبیر ہے
تری ذات پاک ہے اے خدا! تو رحیم ہے، تو کریم ہے

تو ہے سب سے برتر و بے بہا، کسے شے سے تیری مثال دوں
بھلا مجھ سے کب ہو بیاں ترا، تو رحیم ہے، تو کریم ہے

بی بی عائشہ چاند، میسور

تو خلاقِ دو جہاں یارب
تیری رحمت ہے بے کراں یارب

ذرّہ ذرّہ فنا بداماں ہے
ایک تو ہی ہے جاوداں یارب

پھول، خوشبو، بہار، رعنائی
تیری عظمت کے ہیں نشاں یارب

سب ہیں سیم و رجا میں سرگرداں
مرغ و ماہی و انس و جاں یارب

حسن تیرا تمام بکھرا ہے
یہ زمیں ہو کہ آسماں یارب

ساری دنیا میں فیض جاری ہے
بحرِ الطاف ہے رواں یارب

آج تک اس جہانِ فانی میں
راز سمجھا کوئی کہاں یارب

بیتاب کیفی، بھوج پور

اثبات بھی کہیں تو، تو ہی کہیں نفی ہے
مولا ترے ہی دم سے دنیا میں چاندنی ہے

روشن ہیں آسماں پر کس طرح چاند تارے
حکمت کی تیری یہ تو ادنیٰ سی اک کڑی ہے

سورج کی روشنی سے تو نے کیا ہے ثابت
آتش کدہ ہے دنیا، دوزخ کی آگہی ہے

برگ وشجر ہوں یا ہوں نظارے بحر و بر کے
یارب تری عنایت سے ان میں دلکشی ہے

مخلوق میں بنایا انسان کو معظم
ربِ عظیم تیری یہ بندہ پروری ہے

قدرت پہ تیری حیراں کیوں کر نہ ہوگا بےؔغم
کس کی اے مالکِ کل آگے ترے چلی ہے

بےغم وارثی، ہوڑہ

تو چاہے تو ذرّے کو ماہ کردے
گدا کو عالم پناہ کردے

وہ جھونپڑی کو محل بنا دے
محل کو پل میں تباہ کردے

خلیل جب ہو بروئے دشمن
تو مچھروں کو سپاہ کردے

غفور وہ ہے، ہے اُس کی مرضی
معاف سارے گناہ کردے

وہ کردے جگنو کو چاند جیسا
چمکتے دل کو سیاہ کردے

مسرتوں کو بدل دے غم سے
جو آہ نکلے تو واہ کردے

وہ چاہے بیکلؔ تو مفلسی میں
تجھے شہِ کج کلاہ کردے

بیکل اُتساہی

جہاں میں ہے یارب! فقط نام تیرا
ہر اک شے سے ملتا ہے پیغام تیرا

ہمیں نسخۂ کیمیا جو دیا ہے
بہت خوب یارب! ہے انعام تیرا

ہماری ہی نظروں میں طاقت نہیں ہے
ہر اک شے میں جلوہ تو ہے عام تیرا

جو ہیں نیک بندے اُنہیں کو ہے حاصل
بہت قیمتی ہے ہر الہام تیرا

یہی ارضِ خاکی ہے جنت ہماری
یہاں ہم کو حاصل ہے اکرام تیرا

خدایا! ابھی تک زمانہ ہے حیراں
کسی نے نہ دیکھا در و بام تیرا

تبسم فرحانہؔ گیا

اللہ تو رحیم و کریم و غفور ہے
خلقت کا جو وجود ہے تیرا ہی نور ہے

مرضی ہے تیری جیسی بھی رکھ، تیری مصلحت
لیکن یہ بندی غم سے بہت چور چور ہے

اے ربِ ذوالجلال! تجھی سے ہے یہ امید
جو کچھ مرا کیا ہے وہ تیرے حضور ہے

باطل کے سارے ظلم وستم میرے نام ہیں
تیری ہوں ساجدہ یہی اپنا قصور ہے

تو قادر و غنی ہے تری ذات ہے عظیم
اس نازؔ کو الہٰ تجھی پر غرور ہے

تبسم نازؔ پٹنہ

مرا مالک، مرا مختار تو ہے
مری ہستی کا پہرے دار تو ہے

تری مرضی پہ ہے ساری خدائی
حقیقت ہے کہ پالن ہار تو ہے

مرے دکھ کا مداوا تیرے بس میں
مرا ملجا، مرا غم خوار تو ہے

بھنور میں لاکھ آجائے سفینہ
مجھے کیا غم مری پتوار تو ہے

ہے تیری ذاتِ واحد بے مثالی
عبادت کا فقط حق دار تو ہے

ہر اک شے میں تری جلوہ نمائی
سبھی فنکار کا فنکار تو ہے

کہا کرتی ہے یہ تحسینؔ روزی
نہتوں کے لیے تلوار تو ہے

تحسین روزی، پٹنہ

ترا بوند بوند میں عکس ہے، ترا ذرّے ذرّے میں نام ہے
تری دھوپ ہے، تری چھاؤں ہے، تری صبح ہے، تری شام ہے

یہ فلک پہ تاروں کے قافلے، یہ چراغ و نور کے سلسلے
ترے فیصلے، ترے حکم تک، یہ قرار ہے، یہ قیام ہے

یہ شجر، یہ سبزۂ مخملیں، یہ گلوں کی نکہتِ جاں نشیں
تری عظمتوں کو خراج ہے، تری رفعتوں کو سلام ہے

تو صبا صبا، تو فضا فضا، تو ہوا ہوا، تو گھٹا گھٹا
ترے کوہ ہیں، ترے دشت ہیں، ترا بحر و بر پہ نظام ہے

تری موج موج میں شورشیں، تری آندھیاں، ترے زلزلے
ہے نفس نفس تری قید میں، تری قدرتوں کا غلام ہے

تری دین ہے، تری رحمتیں، جسے جیسے چاہے نواز دے
ترے رند ہیں، ترا میکدہ، تری پیاس ہے، ترا جام ہے

تسنیم فاروقی

تیرے آگے میرا سر سجدے میں ہر دم لگتا ہے
جتنا تیرا شکر ادا کرتی ہوں وہ کم لگتا ہے

تیری یاد میں میری آنکھیں جب جب چھلکا کرتی ہیں
دل کا بوجھ اُتر جاتا ہے، ہلکا ہر غم لگتا ہے

تاریکی میں نور کی خاطر جب میں بھٹکنے لگتی ہوں
ہر پل میرے ساتھ ہے تو ہی ایسا ہر دم لگتا ہے

برسے گا اک روز مجھی پر تیرا ابرِ رحمت جب
بدلے گا اُس روز خزاں کا میرا موسم لگتا ہے

آنکھوں میں اٹکی ہے میری جاں، لگتا ہے مجھ کو ایسا
تیرے ہی محبوب کے در پر نکلے گا دم، لگتا ہے

تسنیم فردوس، کلکتہ

کوئی معبود نہیں تیرے سوا یا اللہ
تو ہی مالک مرا، میں بندہ ترا یا اللہ

جس کی چاہت میں زلیخا نے جوانی مانگی
حسن وہ تونے ہی یوسفؑ کو دیا یا اللہ

جس کی اک ضرب نے چیرا ہے جگر دریا کا
تونے موسیٰؑ کو دیا ہے وہ عصا یا اللہ

پانی کب برسے گا اور کوئی مرے گا کس جا
ماسوا تیرے کسے ہے یہ پتا یا اللہ

اپنے محبوبؐ کی اُمت کا ہمیں شرف دیا
شکر کس منہ سے کروں تیرا ادا یا اللہ

نارِ نمرود سے بچ سکتا تھا کب تیرا خلیل
اس کو گلزار تو تونے ہی کیا یا اللہ

تو ہی لائق ہے عبادت کے کوئی اور نہیں
تیرے آگے ہی ہر اک سر ہے جھکا یا اللہ

تصدیق احمد تصدیق، فرخ آباد

ہے نظارہ محوِ حیرت کہ جہاں میں تو ہی تو ہے
کہیں آب ہے گہر میں، کہیں گل میں رنگ و بو ہے

مہ و مہر میں درخشاں، تو نجوم میں ہے تاباں
ترا نور ہر طرف ہے، تیرا جلوہ چار سو ہے

دلِ سنگ میں شرر تو، تو فلک پہ ہے قمر تو
ہے زمیں پہ جلوہ گر تو، سرِ آسماں بھی تو ہے

تو ہی بحر میں رواں ہے، تو نسیم میں وزاں ہے
تو یہاں نہیں وہاں ہے یہ فضول گفتگو ہے

ترے شوق میں بہائے ہیں چمن نے اشکِ شبنم
تو اسی سے اس کی رونق ہے اسی سے آبرو ہے

ترے عشق میں ہوا ہے گلِ تر جو چاک داماں
تو اسی لیے چمن میں وہ بہت شگفتہ رو ہے

تلوک چند محروم

یہ ایک ہالۂ نوری نشاں بھی تیرا ہے
ابد کی خاک میں رخشاں جہاں بھی تیرا ہے

کہیں مقامِ عطا ہے، کہیں مقامِ فنا
یہ نقش ہائے عمل جاوداں بھی تیرا ہے

یہ دل نواز سے طائر، یہ دل نشیں پرواز
یہ بال و پر، یہ کھلا آسماں بھی تیرا ہے

یہ بحر و بر پہ اُترتے ہوئے حسیں منظر
یہ ساحلوں کی ہوا، بادباں بھی تیرا ہے

ہے کون محفلِ ہستی میں اپنی بزم آرا
کہ میرا کاسۂ دل رازداں بھی تیرا ہے

یہ تیرے رنگ چٹانوں، یہ بہتے جھرنوں میں
یہ موجِ آب، یہ ابرِ رواں بھی تیرا ہے

تمہید الاسلام تمہید، پاکستان

ارادہ کن کا ترا تو فکاں بھی تیرا ہے
کہ فصلِ گل بھی تری، گلستاں بھی تیرا ہے

یہاں بھی چرچا ترا ہے، وہاں بھی تیرا ہے
زمین بھی ہے تری، آسماں بھی تیرا ہے

یہ کائنات، یہ من جملہ بزمِ امکانی
ہر اک مکاں ہی نہیں، لامکاں بھی تیرا ہے

ترے سوا کوئی ہے ہی نہیں خداوندا
فقط یقیں ہی نہیں ہے، گماں بھی تیرا ہے

سبھی کے لب پہ ہے تسبیح تیری یا اللہ
نہ صرف اہلِ زباں، بے زباں بھی تیرا ہے

یہ بحر و بر، یہ فضا، یہ فلک، یہ سیارے
تو لامکاں ہے مگر ہر مکاں بھی تیرا ہے

خوشا نصیب، سعادت یہ تیرے اشرفؔ کی
نہ صرف شکر کناں، مدح خواں بھی تیرا ہے

تنویر اشرف، پاکستان

اللہ تیری ذات پہ ہے برتری تمام
تیرے لیے ہے حمد، یہ تجھ پر ہوئی تمام

ارض و سما میں نور ہے تیری ہی ذات سے
اس نور سے دلوں کی ہوئی تیرگی تمام

تیرا کلام حق، ترا بے مثل ہے رسولؐ
ان دونوں پر ہوئی ہے ہر اک آگہی تمام

مطلوب اے خدا! تجھے بندوں کی ہے فلاح
بھیجے اسی لیے ہیں جہاں میں نبی تمام

ہر وقت اس زمیں پہ اذانوں کی ہے صدا
ہوتی نہیں جہاں میں تری بندگی تمام

اسوہ ترے رسولؐ کا سرمایۂ حیات
اس پر عمل اگر ہو تو ہر گمرہی تمام

ہم کو یقین دل سے ہے یومِ نشور پر
دکھلائے گا سبھوں کو تو نیکی بدی تمام

تنویر پھول، پاکستان

امبر، مہر، کواکب، ماہ لا الہٰ الا اللہ
لاکھ شواہد، لاکھ گواہ لا الہٰ الا اللہ

شاخ، شجر، گل، برگ، گیاہ لا الہٰ الا اللہ
پربت، ٹیلے، میداں، راہ لا الہٰ الا اللہ

ندی، نالے، پوکھر، چاہ لا الہٰ الا اللہ
جھیل، سمندر، امبر تھاہ، اتھاہ لا الہٰ الا اللہ

بادل، بجلی، سبز و سیاہ لا الہٰ الا اللہ
جھیل، سمندر، امبر، راہ بہ راہ لا الہٰ الا اللہ

بستی ہو یا شہر پناہ لا الہٰ الا اللہ
کیسی فوج اور کس کی سپاہ لا الہٰ الا اللہ

کیسی حکومت، کس کے شاہ لا الہٰ الا اللہ
انجاؔن ان سے لاگ نہ چاہ لا الہٰ الا اللہ

ثاقب انجان، پاکستان

تو خالقِ جہاں ہے اے آسمان والے
گھر لامکاں ہے تیرا اونچے مکان والے

عالی ہے شان تیری، اعلیٰ مقام تیرا
دبتے ہیں نام والے، جھکتے ہیں شان والے

اک ایک حرف جس کا بن جائے ایک دفتر
الفاظ وہ کہاں سے لائیں بیان والے

وہم و قیاس کو بھی ملتی نہیں ہیں راہیں
حیران عقل والے، گم ہیں گمان والے

رنگِ سخن ہو ایسا، باتیں ہوں ایسی ثروتؔ
رکھیں نہ حرف جس پر سن کر زبان والے

ثروت جہاں، جمشید پور

کہنے کا حمد مجھ کو ارماں ہے اللہ اللہ
ہستی سنوارنے کا ساماں ہے اللہ اللہ

نظرِ کرم کا تیری میں منتظر تھی کب سے
جانب سے تیری آیا فرماں ہے اللہ اللہ

جلوے دکھائے تیرے آنکھوں کی یہ بصارت
ہر شے میں تو ہے پنہاں ایقاں ہے اللہ اللہ

بخشی ہیں نعمتیں سب، تیرا کرم ہے مجھ پر
میرا وجود تجھ پر قرباں ہے اللہ اللہ

دیتے ہیں ضوفشانی راتوں کو ماہ و انجم
اور آفتاب دن کا اعلاں ہے اللہ اللہ

گونجے اذاں ہے تیری میری سماعتوں میں
سجدہ سجود کرنا ایماں ہے اللہ اللہ

کرتی ہے یہ ثریاؔ! شکران کوٹی کوٹی
تو نے عطا کیا جو قرآں ہے اللہ اللہ

ثریا صولت حسین، ممبئی

میں ہوں تیرا، مری ادا تیری
ساری چیزیں ہیں اے خدا! تیری

کوئی کمتر ہے، کوئی برتر ہے
اس ضمن میں بھی ہے رضا تیری

ہر برہنہ سے جسم و جاں کے لیے
اے خدا! خوب ہے ردا تیری

حسن چلمن کے اختیار میں ہے
کیا بلا کی ہے یہ حیا تیری

یہ ثمرؔ مانگتا ہے جو کچھ بھی
یہ صدا بھی تو ہے صدا تیری

ثمر بلیاوی، گارولیا

سکون کو مرے یارب! کہاں تلاش کروں
یہاں تو مل نہ سکا اب وہاں تلاش کروں

تو خود ہے میرے ہی اندر نظر نہیں آتا
نظر ملے تو یہ سرِّ نہاں تلاش کروں

تری پناہ میں میں خود کو معتبر سمجھوں
مکیں ہوں در کی ترے کیوں مکاں تلاش کروں

ترا ہی راستہ منزل کو جانتا ہے مری
تری ہی چھاؤں میں اپنی اماں تلاش کروں

تو مجھ پہ سایہ فگن ہے ہر ایک پل یارب!
تو کیوں میں اور کوئی سائباں تلاش کروں

تو ہی ہے رب، تو احد اور تو ہی مالک ہے
میں تجھ میں ڈوب کے تیرا نشاں تلاش کروں

تھکے نہ حمد سے تیری تمام عمر مری
تری ثنا کے لیے وہ زباں تلاش کروں

ثنا قریشیؔ، پاکستان

یہ زمین آسمان تیرے ہیں
بزمِ کون و مکان تیرے ہیں

موت کا امتحان بھی تیرا
زندگی کے نشان تیرے ہیں

تو ہے سارے جہان کا مالک
یہ زمان و مکان تیرے ہیں

ہم کو قرآنِ پاک کافی ہے
جس میں سارے بیان تیرے ہیں

رات اور دن کو تو نے پیدا کیا
یہ زمین آسمان تیرے ہیں

میرے فکر و خیال تیرے نثار
ذہن میرا، بیان تیرے ہیں

ایک کوثرؔ ہی نہیں ہے تیرا
نیک جو بھی نشان تیرے ہیں

جاں نثار کوثرؔ، یادگیر

یارب! پیا ہے میں نے وحدت کا جام تیرا
دل میں ہے یاد تیری، لب پر ہے نام تیرا

ہوگی حیات روشن، تحقیقِ ذاتِ حق سے
قرآن میں لکھا ہے ہر اک کلام تیرا

عقل و شعورِ انساں حیرت میں ہے خدایا!
وہم و گمان سے ہے بالا مقام تیرا

وہ دیکھتے ہیں تیری ہر ایک شے میں قدرت
اہلِ نظر کی خاطر جلوہ ہے عام تیرا

تیرے ہی حسنِ ظن کا ہر ذرّہ آئینہ ہے
ہم لوگ دیکھتے ہیں حسنِ تمام تیرا

اُس شخص کے لیے تو جنت بھی منتظر ہے
یارب! ہے جس کے دل میں عشقِ دوام تیرا

پروردگار! تیرا عاشق ہے یہ سخنور
جاوید فیضؔ کے بھی لب پہ ہے نام تیرا

جاوید اشرف فیض اکبرآبادی

جگنوؤں کو شب میں جلنے کی ادا، تیری عطا
پتھروں کی خامشی میں بھی نوا، تیری عطا

ساری مخلوقات میں تو نے کیا اشرف ہمیں
ہے تصرف میں جہاں، یہ مرتبہ تیری عطا

کوہ و صحرا، دشت و دریا محو ہیں تسبیح میں
ذرّہ ذرّہ عبدیت سے آشنا، تیری عطا

ہوں سراپا معصیت، باغِ جناں چاروں طرف
ہے نوازش کا عجب یہ سلسلہ، تیری عطا

اک تبسم سے کلی کرتی ہے روشن گلستاں
خوشبوؤں کا ہے یہاں روشن دیا، تیری عطا

دل صنم آباد میں ہو یا خیال آباد میں
بے طلب شہرِ نظر ملتا رہا، تیری عطا

جاوید ہمایوں، کلکتہ

عطا ہے وہ بے نظیر تیری، کرم ہے وہ بے مثال تیرا
کہ اُن پہ بھی مہربان ہے تو نہیں ہے جن کو خیال تیرا

ترے مشارق، ترے مغارب، جنوب تیرا، شمال تیرا
فلک پہ تاروں کی شال تیری، زمیں پہ نہروں کا جال تیرا

نہیں ہے کچھ رات دن پہ مبنی، نہ تیرگی ہی، نہ روشنی ہی
جو چاہے دن کو تو رات کردے یہی ہے ادنیٰ کمال تیرا

رہِ سخن میں تھکا تھکا سا بہت دنوں سے قلم تھا میرا
رواں ہوا وہ مثالِ آہو جو دل میں آیا خیال تیرا

فلک میں دیکھا، شفق میں دیکھا، زمیں کے ہر اک عمق میں دیکھا
یہاں بھی دیکھا، وہاں بھی دیکھا ہر اک جگہ تھا جمال تیرا

گرے جو بس اک جھلک سے موسیٰ پہاڑ جل کر یہ اُن سے بولا
پڑا ہے مجھ کو بڑا ہی مہنگا جواب اُس کا، سوال تیرا

جعفر رضوی، ریاض

ہر حقیقت کو با اندازِ تماشا دیکھا
خوب دیکھا ترے جلووں کو مگر کیا دیکھا

جستجو میں تری یہ حاصلِ سودا دیکھا
ایک اک ذرّہ کا آغوشِ طلب وا دیکھا

آئینہ خانۂ عالم میں کہیں کیا دیکھا
تیرے دھوکے میں خود اپنا ہی تماشا دیکھا

ہم نے ایسا نہ کوئی دیکھنے والا دیکھا
جو یہ کہہ دے کہ ترا حسن سراپا دیکھا

کوئی شائستہ و شایانِ غمِ دل نہ ملا
ہم نے جس بزم میں دیکھا اُسے تنہا دیکھا

دلِ آگاہ میں کیا کہیے جگرؔ کیا دیکھا
لہریں لیتا ہوا اک قطرے میں دریا دیکھا

جگر مرادآبادی

مٹی کو یہ تنویرِ شرر کس نے عطا کی
تجھ کو یہ چمک موجِ گہر کس نے عطا کی

ادراک کو وابستہ کیا کس نے جنوں سے
ظلمت کو یہ تنویرِ سحر کس نے عطا کی

پھر سینۂ ویراں ہے تری یاد کا مسکن
دولت یہ مجھے بارِ دگر کس نے عطا کی

پتھر میں بھی تابندہ شرر دیکھ رہا ہوں
پتھر کو شرر، مجھ کو نظر کس نے عطا کی

ہر صبح کو ہوتے ہیں میری آنکھ میں آنسو
دولت یہ مجھے وقتِ سحر کس نے عطا کی

خاشاک ہے ساحل پہ، گہر بطنِ صدف میں
آزادؔ یہ موجوں کو نظر کس نے عطا کی

جگن ناتھ آزاد

تاریک مرحلوں میں سحر کا یقیں ہے تو
جس نے جہاں پکار لیا ہے وہیں ہے تو

گہری، سیاہ چپ میں شعاعِ اُمیدِ نو
اور دشتِ انتشار میں خوابِ حسیں ہے تو

کچھ بے گھری کا خوف نہ بے سائیگی کا ڈر
تو میرا آسمان ہے، میری زمیں ہے تو

بے لفظ، بے صدا مرے فکر و خیال سب
سوچوں کی رہ گذر میں سخن آفریں ہے تو

دو چار اُلجھنیں ہوں تو اظہار بھی کروں
یارب! دلوں کے حال سے واقف نہیں ہے تو!

جلیس نجیب آبادی

نگاہِ جادہ و منزل کو جستجو تیری!
خیال و خواب کی سرحد کو آرزو تیری!

ردائے چرخ جو پھیلی ہے چار سو تیری
ہوائے دہر جو پھرتی ہے کوبہ کو تیری!

صدف کی آنکھ میں پوشیدہ آبرو تیری
قبائے غنچۂ صد رنگ میں نمو تیری!

اذانِ مرغِ سحر، نغمۂ گجر تیرا
نوائے بلبلِ خوش رنگ و خوش گلو تیری!

تمام دشت، ہر اک سایۂ شجر تیرا
ضیائے طلعتِ خورشید تیز خو تیری!

کلی کے نرم کلیجے میں ہے ترا مسکن
شگفتہ پھول کی رنگینیوں میں بو تیری!

تو بے نظیر ہے بے مثل و بے بدل یارب
کہاں سے لاؤں میں تمثیل ہو بہو تیری!

جلیل نظامی، قطر

زمانہ تیرا ہے، کون و مکاں بھی تیرا ہے
نظامِ کارگہہِ دو جہاں بھی تیرا ہے

تو چاہے جو بھی عطا کردے صحنِ گلشن کو
بہار تیری ہے، دورِ خزاں بھی تیرا ہے

قدم قدم پہ تری رحمتوں کے سائے ہیں
محیط سر پہ مرے آسماں بھی تیرا ہے

کلی کلی کی زباں پر یہی عبارت ہے
"یہ فصلِ گل بھی تری، گلستاں بھی تیرا ہے"

الٰہی! کیوں نہ لگائیں گلے سے قرآں کو
تری کتاب ہے، حسنِ بیاں بھی تیرا ہے

پیام دے کے جسے تو نے سرفراز کیا
ترا حبیب بھی ہے، ترجماں بھی تیرا ہے

جمیل عظیم آبادی، پاکستان

اگر کسی کو غمِ جاں گداز دیتا ہے
خدا کرم سے اُسے خود نواز دیتا ہے

سبھی کھلونے بنائے ہوئے اُسی کے ہیں
کسی کسی کو مگر امتیاز دیتا ہے

یقین بن کے مری بدگمانیوں میں رہا
عجب وجود کا اپنے جواز دیتا ہے

مری حیات میں ہمواریاں نہیں شاید
کبھی نشیب کبھی وہ فراز دیتا ہے

جنوںؔ! فسردہ حکایات یاد آتے ہیں
کبھی سکوں سے اگر وہ نواز دیتا ہے

جنوں اشرفی، پٹنہ

اللہ اللہ تری شان اللہ، سبحان اللہ سبحان اللہ
تری شان اللہ ہر آن اللہ، سبحان اللہ سبحان اللہ

آوازۂ جاں، پیغامِ خرد، اللہ احد، اللہ احد
محکم ہے تری برہان اللہ، سبحان اللہ سبحان اللہ

اوّل، آخر، ظاہر، باطن، مالک، مولیٰ، مومن، محسن
خالق، رازق، رحمان اللہ، سبحان اللہ سبحان اللہ

ہر چیز میں تیری ذات نہاں، ہر چیز سے تیری ذات عیاں
ہر شے ہے ترا اعلان اللہ، سبحان اللہ سبحان اللہ

تنظیمِ بہاراں، نظمِ خزاں ترتیب میں ہے سب کارِ جہاں
گویا ہے تری پہچان اللہ، سبحان اللہ سبحان اللہ

توریت، زبور، انجیل تری ہر صفحۂ نور دلیل تری
شاہد ہے ترا قرآن اللہ، سبحان اللہ سبحان اللہ

بس جتنی سکھا دی تو نے ثنا ہم کہہ نہیں سکتے اس کے سوا
عاجز ہیں زبان و بیان اللہ، سبحان اللہ سبحان اللہ

جنید اکرم فاروقی، امروہہ

اے خدا، ہے یہ زندگی تیری
درحقیقت ہے بندگی تیری

جھیل، جنگل، پہاڑ، گل بوٹے
کتنی اچھی ہے شاعری تیری

تو نے سورج کو دی ہے تابانی
چاند تاروں میں روشنی تیری

تو نے بخشی ہے یہ زباں مجھ کو
میرے ہونٹوں پہ نغمگی تیری

تیری حمد و ثنا میں کیا لکھوں
ذرّے ذرّے میں دل کشی تیری

تیری مرضی نصیب میں جو لکھ
روشنی تیری، تیرگی تیری

تیری دُھن میں ایاؔغ رہتا ہے
جس طرح رکھ اسے، خوشی تیری

جوثر ایاغ، بھاگل پور

وہ یقیں ہے نہ گماں ہے تننا ھو یا ھو
جانِ جانانِ جہاں ہے تننا ھو یا ھو

کون آشوب گرِ دیر و حرم ہے آخر
جو یہاں ہے نہ وہاں ہے تننا ھو یا ھو

کس نے دیکھا ہے مکاں اور زماں کو یارا!
نہ مکاں ہے نہ زماں ہے تننا ھو یا ھو

میں معنی میں نہ پائے کوئی معنی یعنی
لفظ ہی مآلِ زباں ہے تننا ھو یا ھو

میں جو اک فاسق و فاجر ہوں جو زندیق ہوں
رمزِ ''حق'' مجھ میں نہاں ہے تننا ھو یا ھو

کیا بھلا سود و زیاں، سود و زیاں کیا معنی
کچھ نہ ارزاں نہ گراں ہے تننا ھو یا

جونؔ! میں جو ہوں کہاں ہوں، مجھے بتاؤ سہی
جون تو مجھ میں تپاں ہے تننا ھو یا ھو

جون ایلیا

ہر نطق رہینِ گفتگو ہے
موضوعِ سخن بس ایک تو ہے

ادراک و خرد سے دور تو ہے
احساسِ بشر میں روبرو ہے

ہر شے سے عیاں ہے تیرا جلوہ
ہر شے میں نہاں جو ہے وہ تو ہے

اے صاحبِ عرش و لا مکانی
خود عرش کو تیری جستجو ہے

قدرت کا تری یہ ہے کرشمہ
ہر سبزہ و شاخ میں نمو ہے

کلیوں کی زباں پر ذکر تیرا
ہر پھول ثنا میں با وضو ہے

شاداب ہے کشتِ فکر تجھ سے
جوہرؔ کی تجھی سے آبرو ہے

جوہر بلیاوی

عبادت میں تری کرتا ہوں مولا! روبرو ہوکر
نظر آتا نہیں پھر بھی مرے نزدیک تو ہوکر

طلب تیری، رضا تیری، ہر اک میری طلب تجھ سے
تو میرے دل میں رہتا ہے مکمل آرزو ہوکر

تری وحدانیت کے جام کا نشہ جسے ہوگا
وہی جنت میں جائے گا سراپا سرخرو ہوکر

وہ جگنو ہو کہ سورج، چاند تارے ہیں ترے مظہر
ترے جلوے جھلکتے ہیں گلوں میں رنگ و بو ہوکر

شہادت اُس کے حصے میں فرشتے ہیں رقم کرتے
جو بندہ کوچ کرتا ہے جہاں سے با وضو ہوکر

جی۔ڈی احمرؔ، جمشید پور

تو باکمال ہے، سارا کمال تیرا ہے
ہر اک نفس کا تقدس خیال تیرا ہے

کہاں سے لائے کوئی آدمی مثال تری
کریم تو ہے، کرم بے مثال تیرا ہے

بلندیاں تری شوکت کی ہیں امیں، لیکن
جو پستیوں میں ہے وہ بھی جلال تیرا ہے

یہ تیری ذات کی نسبت کی دین ہے یارب!
نبیؐ کا جب سے ہوا ہے بلالؓ تیرا ہے

اندھیرے اس لیے راہوں سے دور ہیں اپنی
ہر ایک شے سے نمایاں جمال تیرا ہے

کسی خیال سے نسبت رہے اُسے کیوں کر
کہ سوتے جاگتے جس کو خیال تیرا ہے

حاصل سنبھلی

تو یقیں بھی ہے، لا بیاں بھی تو
تو ہے پوشیدہ اور عیاں بھی تو

یہ حقیقت سمجھ سکا نہ کوئی
تو ہی رہبر ہے، کارواں بھی تو

تو ہر اک شے سے خود جھلکتا ہے
ڈھونڈنے پر ہے بے نشاں بھی تو

تو ہی استادِ درسِ فطرت ہے
ممتحن ہے تو، امتحاں بھی تو

یہ بشر کی سمجھ کی بات نہیں
تو ہی صحرا ہے، گلستاں بھی تو

عرشِ اعلیٰ پہ جلوہ گر تو ہی
سارے لوگوں کے درمیاں بھی تو

تیرے در پر فقط جھکے حافظؔ
واسجدوا جب کہے، جہاں بھی تو

حافظ امجد حسین حافظ

ذرّے ذرّے میں جلوہ نمائی تری
اے خدا! بولتی ہے خدائی تری

دنیا کرتی ہے اُن کی قدم بوسیاں
جس کے دل میں ہے وحدت سمائی تری

قطرے قطرے میں شبنم کے تیرا ہنر
پتے پتے پہ دیکھی لکھائی تری

ڈوب جاتی ہے شب تیری تسبیح میں
صبح کرتی ہے مدحت سرائی تری

تیرے بندوں نے اپنا بھلا کر لیا
بندگی سے ہوئی کب بھلائی تری

تیری قدرت کا پھل سب کے دامن میں ہے
کھا رہا ہے زمانہ کمائی تری

کیا بیاں ہوگی حافظؔ سے تیری ثنا
ماورائے قلم ہے بڑائی تری

حافظ کرناٹکی، شموگا

چمک دمک ہے ساری تیری، سب نظارے تیرے ہیں
ارض و سما میں جتنے ہیں آئینے سارے تیرے ہیں

موجِ ہوا میں تیری خوشبو، نغمہ نغمہ حسن ترا
ہرے بھرے سب کھیت ہیں تیرے، سبز کنارے تیرے ہیں

گلشن گلشن، صحرا صحرا تو نے رنگ بکھیرے ہیں
تجھ سے سطحِ فلک ہے روشن، چاند ستارے تیرے ہیں

تیرا در ہی وجہِ سکوں ہے، تو سب کا رکھوالا ہے
ہم دکھیارے، ہم بنجارے، غم کے مارے تیرے ہیں

حیرت میں عالم ہے سارا دیکھ کرشمے قدرت کے
تیرتے پھرتے ہیں جو فضا میں سب سیارے تیرے ہیں

تیرا لطف نہ ہو جو شامل سانس بھی لینا مشکل ہے
سارے کام بنائے تو نے، سارے سہارے تیرے ہیں

حمد و نعت میں تو نے ہی اس کو مضموں نئے سمجھائے ہیں
حافظؔ کے اشعار ہیں جتنے سب شہ پارے تیرے ہیں

حافظ لدھیانوی، پاکستان

سوا اس کے یارو! مرا نغمہ کیا ہے
میں بندہ ہوں اُس کا، وہ میرا خدا ہے

وہ ہے مستوی عرشِ اعظم پہ، لیکن
جہاں دیکھئے وہ وہیں جلوہ زا ہے

نہیں کوئی اُس کے برابر جہاں میں
وہ اعلیٰ ہے سب سے، وہ سب سے بڑا ہے

ازل بھی ہے اُس کا، ابد بھی ہے اُس کا
نہیں اُس کی کچھ ابتدا انتہا ہے

مجھے واسطہ کچھ نہیں ماسوا سے
مرے لب پہ بس ربنا ربنا ہے

بجز اُس کے کوئی نہیں میرا ہمدم
وہی میرا مالک ہے، میرا خدا ہے

پکارا مصائب میں جب میں نے اُس کو
ندا آئی فوراً تجھے کیا ہوا ہے

حامدالانصاری انجم

سب پہ لازم احترام اللہ کا
ذرّہ ذرّہ ہے غلام اللہ کا

سارے بندوں کی بھلائی کے لیے
عرش سے اُترا کلام اللہ کا

بھوک دے کر بھول وہ جاتا نہیں
رزق کا دینا ہے کام اللہ کا

جس کو رکھنا ہے جہاں رکھتا ہے وہ
ایسا بہتر ہے نظام اللہ کا

ہے وہی مختارِ کُل، معبودِ حق
ہو لبوں پر صرف نام اللہ کا

یہ زمین و آسماں، کُل کائنات
راج ہے ہر جا تمام اللہ کا

کہتے ہیں حامدؔ جسے وہ رات دن
نام لیتا ہے مدام اللہ کا

حامد رضوی، حیدرآباد

اک لفظِ کن کے بدلے سب کچھ دیا ہے تونے
جو ہم نہ جانتے تھے بتلا دیا ہے تونے

جنگل میں تو ہی تو ہے، بستی میں تو ہی تو ہے
عرشِ بریں بھی تیرا، پستی میں تو ہی تو ہے

تو ابتدا سے پہلے موجود تھا خدایا!
بعد انتہا کے بھی تو موجود ہی رہے گا

سب کو فنا ہے، لیکن تجھ کو فنا نہیں ہے
تو خود خدا ہے، کوئی تیرا خدا نہیں ہے

کوئی نہ تجھ سے پیدا، نہ تو کسی سے پیدا
ہر شے میں تو چھپا ہے، ہر شے سے ہے ہویدا

ہے لامکاں بھی تیرا، سارے مکاں بھی تیرے
یہ خاکداں بھی تیرا، سات آسماں بھی تیرے

عاجز ہیں تیرے آگے، پروردگار، سارے
تعریف کیا کریں گے حامدؔ میاں بچارے

حامد لطیف، ممبئی

خالقِ ارض و سما، اے مالکِ روزِ جزا
صرف تیرے واسطے ہے ساری توصیف و ثنا

ایک لفظِ کن سے تونے یہ جہاں پیدا کیا
قدرتِ کامل کا تیری ہے یہ ادنیٰ معجزہ

بھیج کر شمعِ رسالتؐ اے مرے پیارے خدا!
تونے اپنے نور سے روشن کیا ظلمت کدہ

کیا سمجھ سکتا ہے کوئی تیرے اسرار و رموز
تو ہماری فہم اور ادراک سے ہے ماورا

کس طرح تونے کیا فرعون کو غرقابِ نیل
دستِ موسیٰؑ کو کیا تونے عطا کیسا عصا

تیری توصیف و ثنا کا مجھ کو یارا ہے کہاں
میں تو ہوں مسکین و عاجز ایک شاعر بے نوا

حباب ہاشمی، الہٰ آباد

پروردگارِ عالم اعلیٰ مقام تیرا
تو رب ہے دو جہاں کا' سارا نظام تیرا

ہر شے پہ تو ہی قادر' ہر جا ہے تو ہی حاضر
ہر دل میں یاد تیری' ہر لب پہ نام تیرا

پھل پھول کیا' شجر کیا' حیوان کیا' بشر کیا
ذرّوں سے آسماں تک ہے فیضِ عام تیرا

یہ چاند' یہ ستارے' ندیاں' پہاڑ سارے
ہر شے میں تو ہی تو ہے' جلوہ ہے عام تیرا

اک کن سے تیری داتا! کُل کائنات بدلے
کیا کوئی وصف لکھے مجھ سا غلام تیرا

بندے کو تو نے اپنے کچھ اس طرح نوازا
آیا ہے فرش پر بھی اکثر سلام تیرا

حبیب راحت حباب' کھنڈوہ

وہی تو سرد ہواؤں میں شال دیتا ہے
کڑی ہو دھوپ تو بادل اُچھال دیتا ہے

وہی گلاب اُگاتا ہے سخت پتھر سے
کلی کلی کو' چمن کو جمال دیتا ہے

وہی سکھاتا ہے آدابِ گفتگو ہم کو
وہی زبان کو شیریں مقال دیتا ہے

اُسی کے دستِ کرم میں ہے عزت و ناموس
وہی عروج' وہی تو زوال دیتا ہے

کسی کو شان سے دیتا ہے وہ شہنشاہی
کسی فقیر کی گدڑی میں لعل دیتا ہے

وہی تو کرتا ہے کشکول کو لبالب بھی
وہی سلیقۂ دستِ سوال دیتا ہے

نفس نفس کی اُسے فکر ہے میاں اطہرؔ!
مکان ہم کو تو مکڑی کو جال دیتا ہے

حسن رضا اطہرؔ' بوکارو

بطونِ سنگ میں کیڑوں کو پالتا ہے تو ہی
صدف میں گوہرِ نایاب ڈھالتا ہے تو ہی

دلوں سے رنج و الم کو نکالتا ہے تو ہی
نفس نفس میں مسرت بھی ڈالتا ہے تو ہی

وہ جن و انس و ملک ہوں کہ ہوں چرند و پرند
تمام نوعِ خلائق کو پالتا ہے تو ہی

بغیر لغزشِ پا تو ڈبو بھی سکتا ہے
پھسلنے والوں کو بے شک سنبھالتا ہے تو ہی

تو ہی تو مردہ زمینوں کو زندہ کرتا ہے
گلوں کے جسم میں خوشبوئیں ڈالتا ہے تو ہی

ترے ذبیح کی نازک سے ایڑیوں کے طفیل
سلگتے صحرا سے زم زم نکالتا ہے تو ہی

جو لوحِ ذہنِ مشاہدؔ میں بھی نہیں یارب!
وہ حرفِ تازہ قلم سے نکالتا ہے تو ہی

حسین مشاہد رضوی

حواس اب بیش و کم کرکے بہم لکھے تو کیا لکھے
تری توصیف اور میرا قلم لکھے تو کیا لکھے

کسی فکر و نظر کی دسترس میں تو نہیں آتا
تو لکھنے والا تجھ کو بیش و کم لکھے تو کیا لکھے

مرے مولا! تری حمد و ثنا میں تیرے بارے میں
کوئی کتنا بھی ہو معجز رقم لکھے تو کیا لکھے

قدیم ایسا کہ تیرے ماسوا جو کچھ ہے حادث ہے
کوئی حادث تری شانِ قدم لکھے تو کیا لکھے

نظر سرشار، دل بوجھل ہے احساسِ عقیدت سے
سوائے آنسوؤں کے چشمِ نم لکھے تو کیا لکھے

طبیعت کا تقاضا ہے کہ جو ممکن ہے وہ لکھ دے
قلم کا یہ تکلف کم سے کم لکھے تو کیا لکھے

حفیظؔ اُس کا کرم توفیق کی صورت میں ڈھل جائے
وگرنہ عجز میں ڈوبا قلم لکھے تو کیا لکھے

حفیظ اسعدی، پاکستان

غفار ہے، جلیل ہے، محمود ہے خدا
سب جانتے ہیں سب کا ہی معبود ہے خدا

جالب نظر وہی ہے، اُسی کی کرو ثنا
بے شک ہر ایک شخص کا بہبود ہے خدا

ایسی جگہ نہیں ہے جہاں پر خدا نہ ہو
دل میں بسا ہے، سانسوں میں موجود ہے خدا

تو لازوال اور تو ہی لاشریک ہے
قرآن کہہ رہا ہے کہ مشہود ہے خدا

تو ذوالجلال اور کتاب آئینہ تری
منصف ہے خیر و شر کا تو مسجود ہے خدا

سب کے دلوں میں رہتا ہے، آتا نظر نہیں
اُس لامکاں وجود کا اک بود ہے خدا

انجم! سفر طویل ہو کہ مختصر ترا
میں جانتا ہوں منزلِ مقصود ہے خدا

حفیظ انجمؔ کریم نگری

اللہ تعالیٰ ہے جہانوں کا اُجالا
ہر آن ہے روپ اُس کا نیا اور نرالا

ہر موجِ نفس اُس کی عنایات پہ شاہد
ہر رنگِ سحر اُس کی صداقت کا حوالہ

سیاروں پہ آثارِ نمو اُس کے کرشمے
صحرا میں جھلک اُس کی دکھائے گُلِ لالہ

جنگل میں شجر اُس کی توجہ سے ہرے ہیں
ہر نوعِ خلائق کا وہی پالنے والا

کرتا ہے مداوا وہ پریشانیِ دل کا
دیتا ہے وہی بے کس و بے بس کو سنبھالا

حق اُس کے محامد کے بیاں کیسے ہوں تائبؔ
وہ فہم سے برتر ہے، وہ ادراک سے بالا

حفیظ تائبؔ پاکستان

تیرے علاوہ کون خدا ہے
ہم نے سب کو دیکھ لیا ہے

صحرا صحرا، گلشن گلشن
آگ لگی ہے، پھول کھلا ہے

دکھ سکھ تیری مشیت جانے
بندے کا عرفان ہی کیا ہے

کان میں گونجا اسمِ محمدؐ
صلِ علیٰ ہے، صلِ علیٰ ہے

نیل گگن میں دیپ جلے ہیں
یارب! تیری طرز جدا ہے

وردِ زباں ہے تیرا وظیفہ
انجمؔ محوِ حمد و ثنا ہے

حماد انجمؔ کرن جوت

وحدت کی، محبت کی صدا اللہ ہی اللہ
ہر لب پہ بس نام ترا اللہ ہی اللہ

دن رات برستی ہوئی رحمت کی گھٹائیں
ہر موسمِ گل کی ہے نوا اللہ ہی اللہ

جس سمت نظر جائے فقط تیرے ہی جلوے
ہر ذرّہ ہے خورشید نما اللہ ہی اللہ

اُس ذات کی تفہیم نمازوں میں ہے مضمر
سجدوں کی زباں پر ہے صدا اللہ ہی اللہ

میں نے اسی دولت کو سمیٹا ہے جہاں میں
ہر لمحہ مرے ساتھ رہا اللہ ہی اللہ

حلیم حاذقؔ ہوڑہ

آیا جب گلستانِ عالم میں، موسمِ لا الہٰ الا اللہ
کشتِ ایماں کو کر گئی شاداب شبنمِ لا الہٰ الا اللہ

روحِ کن جب اُچھال دی تو نے، جان مٹی میں ڈال دی تو نے
پیکرِ خاک بن گیا یارب! محرمِ لا الہٰ الا اللہ

ریگ زارِ حیات تھا بے آب، تیری رحمت نے کر دیا شاداب
پھوٹا صحرائے زندگانی سے زمزمِ لا الہٰ الا اللہ

زخمِ وہم وگماں سے تھا دل چور، ہو چکا تھا جو صورتِ ناسور
بن گیا باعثِ شفا یابی مرہمِ لا الہٰ الا اللہ

جوش باطل کا پڑ گیا ٹھنڈا، سرنگوں کفر کا ہوا جھنڈا
بامِ وحدانیت پہ لہرایا پرچمِ لا الہٰ الا اللہ

بحر ہے اُس کے آگے اک قطرہ، کائنات اُس کے سامنے ذرّہ
ہے وسیع اتنے سارے عالم سے عالمِ لا الہٰ الا اللہ

کر کے اقرارِ کلمۂ توحید، کی جو صاؔبر نے کفر کی تردید
ہوا ثابت وسیلۂ بخشش مقدمِ لا الہٰ الا اللہ

حلیم صابرؔ کلکتہ

ہر شے میں ضو فشاں ہے اللہ تو ہی تو
رازق ہے، مہرباں ہے اللہ تو ہی تو

ہر سو رواں دواں ہے اللہ تو ہی تو
ہاں! خالقِ جہاں ہے اللہ تو ہی تو

حق تیرا ہی بیاں ہے اللہ تو ہی تو
انمٹ ترا نشاں ہے اللہ تو ہی تو

ہر شے سے بھی عیاں ہے اللہ تو ہی تو
ہر قلب میں نہاں ہے اللہ تو ہی تو

ذرّوں میں تو ہی تو ہے، جلوؤں میں تو ہی تو
دنیا کا پاسباں ہے اللہ تو ہی تو

حلیمہ بی بی، مالیگاؤں

سفرِ زیست ہو طے حمد و ثنا کرتے ہوئے
نہ تھکے میری زباں وردِ دعا کرتے ہوئے

سر سے پا تک ترے احکام کی پابند رہوں
ہر نفس گزرے فرائض کو ادا کرتے ہوئے

پاسِ ناموسِ شریعت ہو لہو میں شامل
دیکھوں دنیا کی طرف شرم وحیا کرتے ہوئے

دامنِ شب میں میں اشکوں کے ستارے ٹانکوں
صبح کو شام کروں شکرِ عطا کرتے ہوئے

اک ترے در کے علاوہ نہ کہیں اور جھکے
سر اُٹھائے رہوں تہذیبِ انا کرتے ہوئے

بندگی کا وہ جو پیمانِ وفا ہے تجھ سے
صَرف ہر سانس ہو وہ عہدِ وفا کرتے ہوئے

یہ جو کشکول کی صورت ہیں ترے آگے دراز
سرخرو رکھنا تہہِ رنگ حنا کرتے ہوئے

حنا انجمؔ، لکھنؤ

صوت کو جس نے حرفوں کی تصویر دی
جس نے لفظ و معانی کو توقیر دی

جو زبان و بیاں میں سمایا نہیں
وہ جو لفظوں کے پیکر میں آیا نہیں

جس نے مٹی سے آدمؑ کی تخلیق کی
جان مٹی کی مورت میں پھر ڈال دی

روح روشن ہوئی جس کے انوار سے
جو ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ سے ہے

جس نے بس 'کن' کہا اور سجی کائنات
کہکشاؤں کی لڑیاں، خلاؤں کے ساتھ

اُس کے پرتو سے ہر شے میں ہے رنگ ونور
یہ خدا کی ہے نعمت، اُسی کا ظہور

کوئی اللہ نہیں ایک اُس کے سوا
اور محمدؐ ہیں پیارے رسولِ خدا

حنیف ترینؔ، سعودی عرب

ہو کیوں نہ کائنات وہ آخر سجی ہوئی
جس پر ہو تیرے نور کی چادر تنی ہوئی

تیری ہی نعمتوں کے سلاسل جہان میں
موجِ نعیم تیری ازل سے چلی ہوئی

نخلِ صدا بھی اُس میں، مقامِ حرم بھی وہ
جس قلب میں ہو تیری محبت بسی ہوئی

گرچہ میں صبح و شام خطا کار ہی رہا
لطف و کرم میں تیرے نہ پھر بھی کمی ہوئی

رہتی ہے یادِ یزداں مرے دل میں یوں حنیفؔ
تاریکیوں میں جیسے ہو مشعل جلی ہوئی

حنیف ساجدؔ، پاکستان

افضل، ارفع، اعلیٰ تو
مالک سب کا مولیٰ تو

قائم دنیا تجھ سے ہے
ایسی ہستی والا تو

سب تیرے گن گاتے ہیں
شان و شوکت والا تو

خوشبو تیری ہر گل میں
گلشن گلشن، صحرا، تو

ہندو، مسلم، سکھ تیرے
سب کا مولیٰ! داتا تو

بت خانہ ہو یا کعبہ
ہر گھر کا رکھوالا تو

ہے تیرا محتاج ظفرؔ
میں بندہ ہوں، آقا تو

حیدر علی ظفر دیگلوری

جہاں میں آشنائے حق نے پایا ہے پیام اُس کا
وہی مالک ہے ہر شے کا، کتاب اُس کی، نظام اُس کا

جہاں پر عدل قائم ہو وہاں اللہ کی رحمت
کہ ہے میزان بھی اُس کی، عدالت کا نظام اُس کا

ہزاروں لوگ آتے ہیں، ہزاروں لوگ جاتے ہیں
یہی حکمِ الٰہی ہے، یہی ہے اذنِ عام اُس کا

کمائی جس نے بھی نیکی، چلا ہو سچ کے رستے پر
صلہ اُس کو وہ رب دے گا، اُنہیں ہوگا سلام اُس کا

عطا کی حسن و رعنائی سجا کر ساری دنیا کو
وہی ہے نورِ کامل بھی، بہت اعلیٰ مقام اُس کا

اُتارا اُس نے قرآں کو، ضمانت بھی اُسی نے لی
رہے گا تا قیامت یہ کہ ہے سچا کلام اُس کا

مرے مالک کی رحمت سے اُسی کا شکر ہے ہر دم
کہ خادمؔ اُس کا بندہ ہے ہمیشہ سے غلام اُس کا

خادم عظیم آبادی، پاکستان

لفظ، بے لفظ دعا اور مناجات مری
پوری ہر حال میں کرتا ہے وہ حاجات مری

بے نیازانہ سرافراز کیا کرتا ہے
وقت، نا وقت ثنا اور عبادات مری

وسعتِ کون و مکاں سے بھی کشادہ دل ہے
ان سنی، سن کے وہ کرتا ہے خرافات مری

اُس کی جانب ہی سے مشکل بھی ہے، آسانی بھی
شکر اُس کا ہے، اُسی سے ہیں شکایات مری

معجزے اُس کے اشارے پہ بپا ہوتے ہیں
اور دنیا انہیں کہتی ہے کرامات مری

تیغ زن تو میں رہا ہوں سرِ میداں، لیکن
سر ہوئیں اُس کی مدد ہی سے مہمات مری

میں نے بس ہاتھ اُٹھائے ہیں دعا کی خاطر
آشکار اُس پہ تو ہے صورتِ حالات مری

خالد اقبال یاسر، پاکستان

ہزار پہلو ترے ہیں، لیکن ہر اک نظر میں نیا نیا ہے
ہر ایک شے میں وجود تیرا، یہی حقیقت کا آئینہ ہے

زمیں سے لے کر ہے آسماں تک تری حکومت، تری قیادت
یہ سب ہیں فانی، تو ہی ہے باقی، تو ابتدا ہے، تو انتہا ہے

چمک ستاروں کو تونے بخشی، قمر کو تونے کیا منور
زمین روشن ہوئی تجھی سے، حدِ نظر تک تری ضیا ہے

ترے کرم کے ہیں فیض سارے یہ دشت و دریا، حسیں نظارے
ہے ذرّے ذرّے میں حسن تیرا، چمک دمک سب تری ادا ہے

تو جن و انساں، ملک کا حاکم، نظام تیرا سبھی پہ قائم
میں جی رہی ہوں ترے کرم سے، یہ والہانہ تری عطا ہے

جو لوحِ محفوظ پر لکھا ہے وہ کلمہ ہم نے پڑھا ہے دل سے
ہے وحدہٗ لاشریک تو ہی یہی حقیقت تو اے خدا، ہے

خالدہ صدیقی، بھوپال

آنکھوں میں جل رہا ہے دِیا انتظار کا
نقشہ بسا ہے دل میں کسی شہر یار کا

دکھلا کے حسنِ ہوش ربا کی وہ اک جھلک
لیتا ہے امتحاں مرے صبر و قرار کا

کرتا ہے گفتگو کبھی بالائے کوہِ طور
رستہ کبھی دکھائے ہے دریا کے پار کا

کرتا ہے سرد آتشِ نمرود کو کبھی
شعلوں کو روپ دے کے کبھی آبشار کا

اعجازِ قُم باذنِ الٰہی سے بارہا
بخشا ہے سوکھے پیڑ کو موسم بہار کا

معراج اُس کو عرشِ بریں پر عطا کرے
کرنا پڑا تھا جس کو سفر رہ گزار کا

دل میں خیالِ دورِ خزاں بھی رہے ضرور
خالدؔ! اگر نصیب ہو موسم بہار کا

خالد کفایت

گل کو یہ رنگیں قبائیں کون دیتا ہے
باغ کو تازہ ہوائیں کون دیتا ہے

گر ستم توڑے کوئی فرعون دنیا پر
جز ترے اس کو سزائیں کون دیتا ہے

دشت و صحرا، کوہ و دریا، شہر و قریہ کو
یہ حیات افزا گھٹائیں کون دیتا ہے

کس کے جلوے سے ہوئے ہیں دو جہاں روشن
چاند سورج کو ضیائیں کون دیتا ہے

آسماں پر محفلِ انجم سجانے کو
اس قدر دل کش فضائیں کون دیتا ہے

جس کے دم سے تازہ دم رہتے ہیں ہم خالدؔ
کچھ خبر ہے وہ ہوائیں کون دیتا ہے

خالد مبشرؔ، دہلی

مخالف راستے بھی ہو گئے ہیں محترم آخر
سرِ عرشِ تخیّل مل گئے دیر و حرم آخر

تری مخلوق زندہ ہے ترے ہی تو جہانوں میں
نہ محتاجِ قلم اوّل نہ محتاجِ قلم آخر

ازل سے آج تک محوِ سفر ہیں ہم تری جانب
کہاں جا کر رکیں گے تیرے بندوں کے قدم آخر

ترے نزدیک رنگ و نسل انسانوں کا شیوہ ہے
نہ ہیں اہلِ عرب اوّل، نہ ہیں اہلِ عجم آخر

زباں کیا ساتھ دے گی خالق و مالک! ترے آگے
ادائے شکر سے قاصر ہیں قرطاس و قلم آخر

خریدیں نیکیاں یا لیں گنہ بازارِ ہستی سے
نگہبانی ہے تیری اور تو ہے مہتمم آخر

سرِ دنیا رہا لا تقنطو خاورؔ کے لب پر بھی
ترا جود و کرم اوّل، ترا جود و کرم آخر

خاور نظامیؔ، کراچی

الم بھی تیرا، خوشی کا گماں بھی تیرا ہے
گراں ہے غم تو یہ بارِ گراں بھی تیرا ہے

دراصل موت حرارت کا انتقال ہے بس
کہ راج پاٹ یہاں بھی، وہاں بھی تیرا ہے

بلند ہو کے جبیں چوم لے تو حیرت کیا
مری جبیں بھی تری، آستاں بھی تیرا ہے

تری ثنا کی سعادت بھی ہے عطا تیری
زباں بھی تیری ہے، زورِ بیاں بھی تیرا ہے

بدن کو اوڑھ کے ہم نے چھپا لیا ہے تجھے
مکین بھی ہے تو ہی اور مکاں بھی تیرا ہے

ملول اس سے زیادہ تو تو ہوا ہوگا
جریؔ بھی تیرا، جری کا زیاں بھی تیرا ہے

خواجہ رحمت اللہ، پاکستان

خیر و شر تیری پناہوں میں خدا
تو ہی نغموں، تو ہی آہوں میں خدا

تو نظر کے میکدے کی روشنی
تو ہی دل کی خانقاہوں میں خدا

تو ہوا میں، خاک، پانی، آگ میں
تو ہی وحدت کے گواہوں میں خدا

تو منزہ گفتگو قرآن میں
تو محمدؐ کی نگاہوں میں خدا

العطش میں تو ہے، دریا میں بھی تو
تو ہی کربل کی سپاہوں میں خدا

شہ رگوں میں موجزن تیری انا
تیرا نشّہ کج کلاہوں میں خدا

تو ہی مرہم، تو ہی زخموں کی بہار
تو ہی بے کس کی کراہوں میں خدا

خورشید اکبر، پٹنہ

مرے حال سے نہیں بے خبر، مرا کوزہ گر
کہ ہے شاہ رگ سے قریب تر، مرا کوزہ گر

کبھی بخش دے مرے خد و خال کو تازگی
کبھی نوچ لے مرے بال و پر، مرا کوزہ گر

کہیں جانِ جاں، کہیں مہرباں، کہیں رازداں
کہیں نکتہ بیں، کہیں نکتہ ور، مرا کوزہ گر

مرا آئینہ کبھی سنگ وخشت میں ڈھال دے
کبھی توڑ دے، مجھے جوڑ کر، مرا کوزہ گر

مجھے ایسے لگتا ہے میرے جسم کی خاک کو
ابھی اور رکھے گا چاک پر، مرا کوزہ گر

مجھے راستوں کی صعوبتوں سے نہیں خطر
مرے ساتھ ہے میرا ہمسفر، مرا کوزہ گر

وہی زخم دے، وہی زخمِ دل کی دوا کرے
مرا مہرباں، مرا چارہ گر، مرا کوزہ گر

خورشید بیگ میلسوی، پاکستان

کروں میں کیا تری حمد و ثنا مرے اللہ
فنا ہوں میں، تو بقا ہی بقا مرے اللہ

مجھے ہنسائے، رلائے، کھلائے، بھوکا رکھے
مجھے پسند تری ہر ادا مرے اللہ

میں جاگ جاگ کے شب بھر ترے قصیدے پڑھوں
ترے فرشتے کہیں مرحبا، مرے اللہ

مرے زوال میں بھی تیری مصلحت شامل
مرا عروج بھی تیری رضا مرے اللہ

یہ کائنات ترے نور سے منور ہے
اک ایک ذرّے میں جلوہ ترا مرے اللہ

عمل کی راہ میں زحمتِ سفر ہے میرے لیے
ہدایتوں کا تری سلسلہ مرے اللہ

نوازتا ہے اُنہیں بھی جو تیرے منکر ہیں
ہے تیری شانِ کریمی جدا مرے اللہ

خورشید طلب، بوکارو

كُل کائنات کی ہے ترے بس میں روح و جان
تو ربِ دو جہان ہے، تو ربِ دو جہان

تو نے ہی لفظِ کن سے بنائی ہے کائنات
اس میں ہر ایک شے کو عطا کی ہے پھر حیات
تعریف تیری کرنے سے قاصر ہے یہ زبان
تو ربِ دو جہان ہے، تو ربِ دو جہان

وہ مثلِ آفتاب ہے، وہ مثلِ آفتاب
جو عرش سے اُتاری ہمارے لیے کتاب
ہے صاف صاف جس میں ہر اک چیز کا بیان
تو ربِ دو جہان ہے، تو ربِ دو جہان

میرے لیے بھی تیری ہی رحمت کا در کھلا
تیرے کرم سے ہی مری شہرت کا در کھلا
احسان مند ہے ترا خوشبوؔ کا خاندان
تو ربِ دو جہان ہے، تو ربِ دو جہان

خوشبو رامپوری، رامپور

تیرا بکھان مجھ سے کبھی ہو نہیں سکا
میں تخمِ حمد زیرِ زمیں بو نہیں سکا

تیری تو حمد، تیرے محمدؐ نے کی ہے بس
یہ حق تو قدسیوں سے ادا ہو نہیں سکا

آنکھیں برس رہی تھیں تہجد کی رات میں
میں تیری یاد دل میں لئے سو نہیں سکا

بخشی ہوئی تھی تیری، جو تیرے سپرد کی
میں لاشۂ شہید پہ تک رو نہیں سکا

بابِ کرم سے اُس کو نہ انعام آئے کچھ
صبر و رضا کی آنچ میں تپ جو نہیں سکا

یہ اور بات تم نے مرے عیب ڈھک دیئے
میں دامنِ گناہ کبھی دھو نہیں سکا

دائمؔ اٹا ہوا تھا میں عصیاں کی دھول میں
گٹھری عطا کی دور تلک ڈھو نہیں سکا

دائم غواصی، ہوڑہ

الٰہی! لا الہ سے مل گیا رازِ نہاں تیرا
نشاں ہے بے نشاں تیرا، مکاں ہے لامکاں تیرا

وہ اپنی حد سے اُڑ سکتا نہ ہو جب اک سرِ مو بھی
لگائے کھوج کیا جبریل سدرہ آشیاں تیرا

ترے نیرنگ قدرت میں قیاس و عقل حیراں ہے
جسے کونین کہتے ہیں طلسمِ کن فکاں تیرا

نوازا احسن التقویم کے اعزاز سے مجھ کو
ادا ہو شکر کیوں کر اے خدائے مہرباں! تیرا

لبِ ہر ذرّہ پر سبحانک صبح و مسا جاری
دلِ ہر قطرہ ہے شام و سحر تسبیح خواں تیرا

مبارک ہو تجھے فیضانِ استادِ ازل ذائقؔ
یہ آئینِ سخن تیرا، یہ اندازِ بیاں تیرا

ذائق بنگلوری

چمن چمن میں، دمن دمن میں، وجود اُس کا، پیام اُس کا
نفس نفس میں وہی بسا ہے، ہر ایک دل میں قیام اُس کا

نظر اُٹھا کر جدھر بھی دیکھا اُسی کی قدرت کے ہیں نظارے
یہ چاند تارے، زمین اُس کی، بلند و بالا ہے بام اُس کا

رحیم و رحماں، کریم و اکرم، نہ جانے کتنے ہیں نام اُس کے
قرآں میں روشن ہے نور اُس کا، ہدایت اُس کی، کلام اُس کا

کروں ثنائے خدائے برتر، کہاں یہ تاب و تواں ہے میری
اُسی کا فضل و کرم ہے مجھ پر، جو لے رہا ہوں میں نام اُس کا

یہ امرِ حق سے ہوا ہویدا صدائے کن سے وجودِ عالم
وجودِ عالم بھی عارضی ہے، بتا رہا ہے دوام اُس کا

میں مضطرب ہوں، تڑپ رہا ہوں، خدائے برتر کی جستجو میں
یہی ہے خواہش خدا کے آگے بنا رہوں میں غلام اُس کا

ذکیؔ سمجھ تو ادا ہوئی ہے یہ حمد باری تری زباں سے
کرم ہوا ہے خدا کا تجھ پر، کرم سبھی پر ہے عام اُس کا

ذکیر الدین ذکیؔ، دہلی

رگِ جاں میں مری چھپا تو ہے
میرے لفظوں میں بولتا تو ہے

جلوہ مستور ترا ہر شے میں
ذرّے ذرّے سے جھانکتا تو ہے

اک بجز تیرے، دوجا کوئی نہیں
ابتدا تو ہے، انتہا تو ہے

سورہ رحمٰن میں پڑھوں ہر دم
سجدۂ شکر، منتہا تو ہے

بخش دے گا یقینِ کامل ہے
تو ہی غفار، رب مرا تو ہے

میناؔ طالب تری پناہوں کی
ہم غلاموں کی بس ردا تو ہے

ذکیہ شیخ مینا، ممبئی

تشنہ لب ہوں میں، کرم خاص ہے مجھ پر تیرا
میری نظروں میں ہے دن رات سمندر تیرا

کون سنتا ہے زمانے میں صدائیں غم کی
کس کو آواز لگائے یہ گداگر تیرا

ہر کسی پھول میں تیری ہی بہاریں آباد
ہر کسی باغ میں چرچا ہے برابر تیرا

اپنی منزل کے تعاقب میں لگی ہے دنیا
ایسے عالم میں نظر آئے کسے گھر تیرا

دل کے دامن کو یہی آس بہت ہے مالک!
بند ہوتا نہیں سائل پہ کبھی در تیرا

راحت حسن، علی گڑھ

وہ عرش و فرش ہے میرا، وہ لامکاں میرا
میں اُس کا جانِ جہاں ہوں، وہ جانِ جاں میرا

اُسی کے ذکر سے گلشن ہے یہ زمیں میری
اُسی کی یاد سے روشن ہے آسماں میرا

اُسی کے درد سے وابستہ کائناتِ حیات
وہ میرا سوزِ دعا، نغمۂ فغاں میرا

ابھی تلک تو فقط حسن کی حکومت تھی
کہاں سے آ گیا یہ عشق درمیاں میرا

ہوائیں ڈھونڈ رہی ہیں پتہ نہیں چلتا
کہاں ہے آگ تمہاری، کہاں دھواں میرا

اُجڑتا ہوں بھی تو میں شان سے اُجڑتا ہوں
دلِ فراخ کے کھاتے میں ہے زیاں میرا

کہیں وہ پاس سے گزرا نہ ہو ذرا دیکھو
بکھر بکھر سا رہا ہے رُواں رُواں میرا

راز امتیاز

بے شک تو سب سے اعلیٰ ہے، سب سے عظیم ہے
اے ربِ ذوالجلال! تو ربِ قدیم ہے

بندوں پہ اپنے تو ہی خطاؤں کے باوجود
ماں باپ سے زیادہ شفیق و کریم ہے

اک لفظ ''کن'' میں تیرے ہے یہ رازِ کائنات
تو ہی ہر ایک شے کا خبیر و علیم ہے

تیری عطا ہے مجھ کو یہ دستارِ خواجگی
کاندھوں پہ میرے تیری ہی بخشی گلیم ہے

یہ آگ، پانی، مٹی، ہوا سب تری عطا
تیری ہی دین سانسوں کو بادِ شمیم ہے

راشدؔ کہاں تلک ترے احساں بیاں کرے
بس یہ کہ تو ہی اس پہ رحیم و کریم ہے

راشد احمد راشدؔ برن پور

سارے عالم کا مشکل کشا کون ہے
میرے معبود! تیرے سوا کون ہے

کس کے قبضے میں ہیں چیختی آندھیاں
جو چلاتا ہے بادِ صبا کون ہے

کس کی مرہونِ منت ہیں شادابیاں
دے رہا ہے جو ابر و ہوا کون ہے

کس کے محکوم ہیں نجم و شمس و قمر
جس کے تابع ہیں صبح و مسا کون ہے

ذرّہ ذرّہ کرے کس کی حمد و ثنا
ذرّے ذرّے میں جلوہ نما کون ہے

ہاتھ پھیلائیں کیوں ہم درِ غیر پر
جانتے ہیں کہ حاجت روا کون ہے

پوچھ خوش رنگ پھولوں سے راشدؔ! کبھی
نکہتوں میں تمھاری چھپا کون ہے

راشد الہٰ آبادی، الہٰ آباد

جس کو توفیق ہو سمجھے گا اشارے تیرے
ہر طرف شان سے بکھرے ہیں نظارے تیرے

تیرے ہی فیض سے دنیا کی ہر اک شے میں نکھار
تیرے ہی نور سے روشن ہیں ستارے تیرے

کچھ بھی ہونے کی نہ امید جہاں باقی ہو
اُس طرف بڑھتے ہیں امکان کے دھارے تیرے

اب بھی ہے جوش میں ہر سو ترا دریائے کرم
مہرباں آج بھی ہم پر ہیں کنارے تیرے

ہم گنہگار سہی، پھر بھی ترے بندے ہیں
پا کے رحمت تری، بن جائیں گے پیارے تیرے

راشد انور راشدؔ، علی گڑھ

لوح وقلم کی ساری عبادت اُسی کی ہے
یہ وارداتِ دل بھی، حکایت اُسی کی ہے

سب لوگ اپنی اپنی ہی تصویر ہیں یہاں
ہم آپ ہیں مجاز، حقیقت اُسی کی ہے

ہر ظلم کے خلاف ازل سے سپر ہے وہ
جو اذنِ عام ہے وہ بغاوت اُسی کی ہے

حق ہی تو ہے ظہور عناصر کی شکل میں
ذرّوں کے آئینے میں صداقت اُسی کی ہے

نمرود ہو یا کوئی بھی فرعونِ عصر ہو
سب ہے فنا نصیب یہ قدرت اُسی کی ہے

ہیں بے حضور ہو کے بھی اُس کے حضور میں
ساری کرشمہ سازیٔ رحمت اُسی کی ہے

ہم کیوں ثنا نہ اُس کی پڑھیں اس جہان میں
راشد وجودِ شوق میں شوکت اُسی کی ہے

راشد طراز، مونگیر

یہ کس سے ملنے کی خواہش ہوئی مرے دل میں
تجلیات کی بارش ہوئی مرے دل میں

ہر ایک قطرۂ خوں میں ہے گرمیٔ اذکار
کہ تیز عشق کی آتش ہوئی مرے دل میں

حدودِ شرع سے پسپا جو ہو گئیں ظلمات
نوا و نور کی تابش ہوئی مرے دل میں

جو ہے مصورِ ہستی کا شاہکارِ ازل
اُسی حسیں کی نمائش ہوئی مرے دل میں

شبِ فراقِ محاسن کا اختتام ہے خوب
طلوعِ ترکِ فواحش ہوئی مرے دل میں

وہ ایک ناز سراپا، نیاز میرا وجود
کرم ہے اُس کی رہائش ہوئی مرے دل میں

عطا اُسی کی ہے، احساں اُسی کا ہے راہیؔ
کہ آرزوئے نگارش ہوئی مرے دل میں

راہی فدائی، بنگلور

ہے ترا ہر ذرّے پہ احسان رب العالمین
کیا بیاں ہم سے ہو تیری شان رب العالمین

ساری خلقت آج بھی بے بس ہے تیرے سامنے
تیرے قبضے میں ہے سب کی جان رب العالمین

ذکر ہر مخلوق کرتی ہے ترا شام و سحر
لہر ہو دریا کی یا طوفان رب العالمین

سارا عالم، ساری دنیا تیرے ہی قبضے میں ہے
ہے ترا قرآں میں یہ اعلان رب العالمین

اک اشارے پر ترے پیارے خلیل اللہ نے
کر دیا بیٹے کو بھی قربان رب العالمین

جب بھی ٹوٹے تیرے راشدؔ پر مصیبت کے پہاڑ
کر دیا تونے اُنہیں آسان رب العالمین

رحمت اللہ راشد احمد آبادی

زندگی تیری مہربانی ہے
تیری بس تیری ہی کہانی ہے

تیرا جلوہ ہے چار سو روشن
ہے کرم تیرا، زندگانی ہے

سارے منظر میں تجھ کو دیکھا ہے
سارا عالم تری نشانی ہے

تو ہی عزت دے، تو ہی ذلت دے
آگ بھی تو ہے، تو ہی پانی ہے

تو جو چاہے تو پھر فنا کر دے
ہر جگہ تیری حکمرانی ہے

یاد میں تیری گر رہا ہے جو
رخشاںؔ کی آنکھ کا وہ پانی ہے

رخشاں ہاشمی، مونگیر

سر بلند آسمان پڑھتی ہوں
اپنے مولا کی شان پڑھتی ہوں

لمحہ لمحہ درودِ اسمِ پاک
میں بھی زیرِ زبان پڑھتی ہوں

علم دیں سے ہے چشم بھی سیراب
جو بھی پڑھتا ہے کان، پڑھتی ہوں

یا الٰہی! مدد ہزاروں بار
جب پڑے امتحان، پڑھتی ہوں

میں تو بے اختیار کلمۂ حق
جب نکلتی ہے جان، پڑھتی ہوں

کائناتیں تمام اُس کی ہیں
اُس کے ہیں دو جہان، پڑھتی ہوں

لاڈلے ہیں بہت خدا کے رسولؐ
رب کا اک اک بیان پڑھتی ہوں

رخشندہ نوید، پاکستان

تری آرزو مری زندگی، مری بندگی تری جستجو
یہ ہے روز و شب مرا مشغلہ، مرے سلسلے یہی کو بہ کو

تری ذات منبعِ نور ہے، ترا نور کُل کا ظہور ہے
تو مجیبِ اسود و طور ہے، تو نہاں کہیں، کہیں روبرو

کوئی ایسا دیدہ و دل کہاں، تری ذات جس پہ نہ ہو عیاں
تو قدیم خالقِ کن فکاں، تو محیط عالمِ رنگ و بو

تری راہ صبح کے رابطے، ترے فاصلے مرے رتجگے
یہ نیاز و ناز کے مرحلے، کہیں تشنہ لب، کہیں آب جو

تری عظمتوں کے سرور سے ہوئی فکر میری نہال جب
تو ملا کمالِ سخن مجھے، بنی آئینہ مری گفتگو

ہو بیان کیا تری برتری، ترا نام جب بھی لیا کوئی
تو زبانِ خلق یہ کہہ اُٹھی تری شان جل جلالہٗ

رزاق افسر، میسور

ره گذر کوئی ہو' منزل کا تقاضا تو ہے
دل نے جس وقت جہاں تجھ کو پکارا' تو ہے

چشمِ بینا کو بصیرت' دلِ محزن کو یقیں
ڈوبتی آس کو تنکے کا سہارا تو ہے

تجھ سے بڑھ کر کوئی شفقت نہیں کرنے والا
تیرا ہمسر ہے نہ ثانی کوئی' یکتا تو ہے

رات کو دن میں پروتا ہوا لے آتا ہے
اور پھر دن کو سیاہی میں بدلتا تو ہے

صبحِ صادق کی سپیدی' تیری عظمت کا نشاں
سجدہ کرتا ہے جسے شب کا اندھیرا' تو ہے

تو جسے چاہے اُسے تخت دے' تاراج کرے
ملک تیرا ہے' حکومت تیری' آقا تو ہے

خود کو دیکھوں تو دکھائی نہیں دیتا کچھ بھی
تجھ کو دیکھوں تو ہر اک شے میں جھلکتا تو ہے

رشید افروز' احمد آباد

تخلیقِ کائنات ہی ہے برتری تری
ظاہر ہے ذرّے ذرّے سے موجودگی تری

اہلِ ہنر بھی مان گئے ہیں ترا ہنر
تتلی کے پر میں دیکھ کے کاری گری تری

مشرق ہو یا شمال ہو' مغرب ہو یا جنوب
بکھری ہوئی ہے چاروں طرف روشنی تری

دونوں جہاں کے راستے آسان ہو گئے
جس پر نگاہِ لطف و کرم ہو گئی تری

کیوں کر نہ اُس کو اپنے مقدر پہ ناز ہو
حاصل ہوئی ہے جس کو بھی وابستگی تری

سورج ہو' چاند تارے ہوں یا کہکشاں خدا!
ظاہر ہر ایک شے سے ہے تابندگی تری

رشید قریشی' لکھنؤ

جگنو، چاند، ستارے تیرے
ہیں خوش رنگ نظارے تیرے

دریا، موج، کنارے تیرے
نہروں میں ہیں دھارے تیرے

تو ہی نہاں ہے کون و مکاں میں
اوجِ فلک پر تارے تیرے

خطۂ ارض پہ کھیتی تیری
سبزہ، صحرا سارے تیرے

تیرے نور سے روشن سب کچھ
غنچہ و گل، انگارے تیرے

رنج و غم سب تیری عطا ہیں
خوشیوں کے گہوارے تیرے

عرش تا فرش ہے تیری قدرت
اندھیارے، اُجیارے تیرے

رضوانہ بیگم ارم، جمشید پور

تو خالق و مالک ہے، ہر سو ہے سماں تیرا
یہ چاند ستارے کیا، ہے سارا جہاں تیرا

ذرّوں میں جہاں تیری عظمت کی نشانی ہے
ہے میرے تصور کا ہر کون و مکاں تیرا

روشن ہے زمیں تیری انوار کے سجدوں سے
جھکتے ہیں جہاں سب سر، وہ در ہے نشاں تیرا

پھولوں سے سجا گلشن خوشبو سے معطر ہے
یہ شاخِ گلِ تر کیا، ہے باغِ جناں تیرا

یہ ملک و ملل کیا ہیں، سب نعمتیں تیری ہیں
بندے ہیں سبھی تیرے، ہر حکم یہاں تیرا

کرتے ہیں ثنا تیری انسان، پرندے سب
کمزور زباں میری اور اُس پہ بیاں تیرا

اے میرے خدا، جب میں کرتی ہوں تری مدحت
آنکھوں میں اُمڈ آتا ہے عشقِ نہاں تیرا

رضیہ پروین ابر، بھاگل پور

تو ہے خالق، تو ہے مالک، اور تو ہی رحمان ہے
تیرے بندوں کی ہدایت کے لیے قرآن ہے

تیری قدرت، تیری حکمت، تیری رحمت بے پناہ
اپنے بندوں کے ہمیشہ بخشتا ہے تو گناہ

تو نے نازل کی ہیں ہم پہ نعمتیں بھی بے حساب
اور نبی سے بھیج دی ہے اپنے بندوں کی کتاب

تیری ہی اک ذات سے ہے میرے دل کو آسرا
کرتی رہتی ہوں ہمیشہ صرف میں تیری ثنا

دردِ دل، سوزِ الم ہو یا کوئی غم جاوداں
تیرے ہی اک ذکر سے ہیں مطمئن یہ قلب و جاں

رضیہ صدیقی بشیر، حیدرآباد

یہ مہر و ماہ ترے، آسماں بھی تیرا ہے
"یہ فصلِ گل بھی تری، گلستاں بھی تیرا ہے"

کہاں ہے میرے ٹھکانے پہ اختیار مرا
یہ گلستاں بھی ترا، آشیاں بھی تیرا ہے

دھنک کے رنگ سبھی بزمِ کائنات میں ہیں
خدایا! تیری زمیں، آسماں بھی تیرا ہے

یہ بحر و بر، یہ جبل اور مسجد و منبر
ترا ہی ذکر بھی ہر سو، نشاں بھی تیرا ہے

جبیں کے ساتھ جھکاتے ہیں دل بھی اہلِ نظر
سجود بھی ہیں ترے، آستاں بھی تیرا ہے

نماز کیوں نہ پڑھیں ذوق شوق سے ہم سب
کہ پانچ وقت میں حکمِ اذاں بھی تیرا ہے

رضی کو ناز رہے کیوں نہ تیری بخشش پر
کرم بھی تیرا، شفیعِ زماں بھی تیرا ہے

رضی عظیم آبادی، پاکستان

کون ہے تیرے سوا اللہ میاں
تو ہے سب کا آسرا اللہ میاں

تو دکھائی تو نہیں دیتا، مگر
سب میں ہے جلوہ نما اللہ میاں

تیری رحمت کے سبھی محتاج ہیں
مفلس و شاہ و گدا اللہ میاں

زندہ رہنے کے لیے تو نے دیا
آگ، پانی اور ہوا اللہ میاں

شکر تیرا ہم ادا کیسے کریں
ہے ترا سب کچھ دیا اللہ میاں

رعنا تبسم، ممبئی

ہے ہر اک منظر تری مشاطگی کا آئینہ
عالمِ امکاں تری جلوہ گری کا آئینہ

چاند ٹیکہ ہے خلا کا، اور مالا کہکشاں
ہے زمیں جیسے کسی انگشتری کا آئینہ

آسماں در آسماں اک عالمِ سیّارگاں
ہر نیا سورج تری صنعت گری کا آئینہ

زلزلے، طوفاں ترے غیظ و غضب کی اک رمق
لعل پتھر میں تری کاری گری کا آئینہ

ریگِ صحرا کو بنا کر منبعِ آبِ حیات
کر دیا ہے چور تو نے تشنگی کا آئینہ

گر بصیرت ہو، عیاں ہر رازِ پنہانِ وجود
حرفِ قرآں ہے تری دیدہ وری کا آئینہ

رفعت سروش

خدا کا ہے جلوہ ہر اک انس و جاں میں
شہادت یہ دیتی ہے ہر شے جہاں میں

ہے پھولوں میں خوشبو کہ ہے فیض اُس کا
اُسی کا ہے سب کچھ ہر اک گلستاں میں

پہاڑوں کو رفعت اُسی نے ہے بخشی
زمیں پر کھڑے ہیں کہ ہیں آسماں میں

سمندر کو گہرا بنایا اُسی نے
اُسی کی ہے اک شانِ موجِ رواں میں

ہوا دے رہی ہے اُسی کی گواہی
جو موجود ہے سانس میں اور جاں میں

اُسی نے منور کیے چاند سورج
اُسی نے ستارے جڑے آسماں میں

ہر اک شے کو جس نے بنایا ہے فانی
فنا ہونے والا نہیں وہ جہاں میں

رفیع احمدؔ کلکتہ

مجال ہے یہ کسے لا الٰہ الا اللہ
جھکا سکے جو تجھے لا الٰہ الا اللہ

قلم کا لاکھ دھنی ہو، مگر ہے ناممکن
ترا مقام لکھے لا الٰہ الا اللہ

وہ حق نواز جسے ڈالا جائے شعلوں میں
محافظت میں رکھے لا الٰہ الا اللہ

بھنور میں کشتیِ ایمان ڈگمگانے لگے
تو ناخدائی کرے لا الٰہ الا اللہ

توہمات کے اصنام توڑ دے انجمؔ
کہ جسم و جاں میں بسے لا الٰہ الا اللہ

رفیق انجمؔ دربھنگہ

خالق ہے تو، مالک ہے تو، ہر شے پہ ہے قبضہ ترا
بادل ترے، ساگر ترا، ہر پھول، ہر پتا ترا

عالم کے ذرّے ذرّے میں ہے نور پوشیدہ ترا
جب لن ترانی تو کہے، دیکھیں گے کیا جلوہ ترا

دنیا تری، عقبیٰ تری، جنت تری، دوزخ تری
اجرامِ فلکی بھی ترے، مریخ اور زہرہ ترا

تو واحدالقہار ہے، جبار ہے، ستار ہے
بے جان بھی، جاں دار بھی ہے ہر کوئی بندہ ترا

حیوان یا انسان ہوں، جن و ملک مقربیں
پڑھتے ہیں سب کلمہ ترا، کرتے ہیں سب سجدہ ترا

تیری صفت انجیل میں، تورات میں، قرآن میں
قبلہ ترا، کلمہ ترا، طیبہ ترا، کعبہ ترا

رفیق شاکر، اکولہ

کون ہے تیرے ماسوا مہربان اللہ
کیا کیا دی ہیں نعمتیں اے سبحان اللہ

تو میرا معبود ہے، میں ہوں تیرا عبد
تیرا ہی کرتی ہے ذکر یہ زبان اللہ

تو نے ہی سارا جہاں کیا ہے کن سے خلق
مظہر قدرت کا تری ہے جہان اللہ

جن کا رحمت پر تری ہے پختہ ایمان
دیتا ہے ہر شے اُسے بے گمان اللہ

کہلائے بندے ترے ولی، قطب، ابدال
دیئے جنہوں نے ان گنت امتحان اللہ

حالاں کہ عاصی ہوں میں بے شک کیے گناہ
بخشے گا پھر بھی مجھے ہے گمان اللہ

رفیق شاہین، علی گڑھ

بیاں ہے ادھورا تو عاجز زباں
کہاں ذاتِ باری ہے اور میں کہاں

یہ محفل، یہ منظر، یہ کون و مکاں
ترے کن کا حاصل ہیں دونوں جہاں

تری رحمتیں بے کراں، بے کراں
کہاں کر سکا کوئی انساں بیاں

ہر اک چیز کی کوئی حد ہے، مگر
تری رحمتوں کا ہے دریا رواں

یقیناً مجھے بخش دے گا خدا
اُسے سب پتا ہے مری داستاں

سمائی نہیں کوئی اُس کی سحرؔ
یہ فیضِ خدا ہے کہ سیلِ رواں

رمضان علی سحرؔ، ممبئی

سارے عالم کا بادشہ تو ہے
ذرّے ذرّے میں خود نما تو ہے

تیری قوت عیاں ہے اک کن سے
سارا عالم بیاں ہے اک کن سے

تیری رحمت جہاں پہ حاوی ہے
تیری رحمت سے دنیا ساری ہے

ذرّے ذرّے میں نور تیرا ہے
جلوۂ کوہِ طور تیرا ہے

سارے سنسار کا اُجالا ہے
نازلیؔ! وہ سمجھ سے بالا ہے

روبینہ نازلیؔ، پاکستان

ہراک امکاں کا عنواں ہیں ترے رنگ اور تری خوشبو
بڑے تخلیق ساماں ہیں ترے رنگ اور تری خوشبو

ہراک صورت سے ظاہر ہو رہی ہیں صورتیں کیا کیا
عجب صورت پریشاں ہیں ترے رنگ اور تری خوشبو

کہاں ہے راز، ہر اک آنکھ روشن کیسے ہوتی ہے
بہر سو نور افشاں ہیں ترے رنگ اور تری خوشبو

مسلسل پھوٹتی رہتی ہیں شاخیں زندگانی کی
فروغِ باغِ امکاں ہیں ترے رنگ اور تری خوشبو

وگرنہ کچھ ثبوت اپنے بھی ہونے کا نہیں ملتا
جوازِ اصلِ ایماں ہیں ترے رنگ اور تری خوشبو

زمین و آسماں میں ہے بپا اک جشنِ موسیقی
ازل سے زمزمہ خواں ہیں ترے رنگ اور تری خوشبو

روحی کنجاہی، پاکستان

آوازِ کن فکاں کی اذاں ربِ کائنات
تخلیقِ کائنات کی جاں ربِ کائنات

تیرا ہی ذکر جلوہ فشاں ربِ کائنات
روشن ہے تجھ سے دل کا مکاں ربِ کائنات

چاہت ہے تیری مجھ میں رواں ربِ کائنات
میرا وجود تجھ سے عیاں ربِ کائنات

ہیں ماہ و مہر تیرے نشاں ربِ کائنات
لیکن ہے آنکھ سے تو نہاں ربِ کائنات

تیرے ہی آئینے ہیں یہ سب بولتے ہوئے
جملہ تجلیاتِ جہاں ربِ کائنات

انسان نے تجھی سے تو معراج پائی ہے
عالم ہے تجھ سے جلوہ فشاں ربِ کائنات

رومیؔ کی دھڑکنوں میں بھلا اور کون ہے
تو ہی تو ہے رگوں میں رواں ربِ کائنات

رومانہ رومی، پاکستان

مجھ صیدِ زبوں حالی کا عزمِ جواں بھی تو
ہر کوچۂ ظلمت پر ہے کاہکشاں بھی تو

گمنام جزیرے پہ روشن ہے تری ہستی
معذور پرندوں کا ہے رزق رساں بھی تو

چاہے تو بجھے چہرے بجلی کی طرح چمکیں
چاہے تو مٹا ڈالے قدموں کے نشاں بھی تو

احساس کی خوشبو کو دیں نام اگر کوئی
لاریب کی صورت میں تطہیرِ اذاں بھی تو

اسرارِ دروں بینی لوگوں پہ کہاں ظاہر
دکھلاتا ہے ہر لمحہ تصویرِ نہاں بھی تو

اک دیدۂ بینا بھی، کوتاہِ بصیرت بھی
شفاف مناظر میں ہے شاخِ گماں بھی تو

رونق شہری، دھنباد

ہم رات کی آنکھوں میں سحر دیکھ رہے ہیں
یارب! تری قدرت کا اثر دیکھ رہے ہیں

کیا شام ہے، کیسی ہے سحر دیکھ رہے ہیں
تو نے ہمیں بخشی ہے نظر، دیکھ رہے ہیں

یہ تیری مشیت کا ہے اک ادنیٰ کرشمہ
ہم بطنِ صدف میں جو گہر دیکھ رہے ہیں

نقاشِ ازل! عظمتِ فن تجھ پہ ہے نازاں
ہر شے پہ ترا عکسِ ہنر دیکھ رہے ہیں

کیا شانِ کریمی ہے کہ مہر و مہ و انجم
کچھ سوچ کے تقدیرِ بشر دیکھ رہے ہیں

ہے کون سا عالم یہ ترے لطف کا عالم
ہم خود کو بہ اندازِ دِگر دیکھ رہے ہیں

اے محرمِ اسرارِ نہاں! کچھ تو بتا دے
کیوں سنگ کے سینے میں شرر دیکھ رہے ہیں

رونق نعیم، رانی گنج

میں حاجت مند ہوں، حاجت روا تو
مرا مولا، مرا مشکل کشا تو

بھلا کیسے کسی سے جا کے مانگوں
کہ تو کہتا ہے میرے پاس آ تو

کسی کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے
مسیحا تو، دواؤں میں شفا تو

بھلا کوئی بچا سکتا بھنور سے
ہمارا ناخدا بھی ہے خدا تو

تری درگاہ میں بے بس پیمبر
ڈبو دیتا ہے بیٹا نوحؑ کا تو

تجھی کو المدد کا لفظ زیبا
جہاں تجھ کو پکارا آ گیا تو

جو اپنا جائزہ لیتا نہیں ہے
دکھاتا ہے اُسی کو آئینہ تو

رؤف خیر، حیدرآباد

بہ فیضِ عام برے بھی، بھلے بھی تیرے ہیں
تمام چہرے ترے، آئینے بھی تیرے ہیں

تری ہی ذات تو محور ازل ابد کا ہے
تمام نقطے ترے، دائرے بھی تیرے ہیں

تو راہ بھی، تو ہی منزل بھی ہر مسافر کی
ترا ہی رختِ سفر، قافلے بھی تیرے ہیں

ترے اشارے پہ چلنا بھی اور بچھڑنا بھی
یہ قربتیں بھی تری، فاصلے بھی تیرے ہیں

ہر ایک عقدہ امانت تری مشیت کا
کہ حل بھی تیرے ہیں اور مسئلے بھی تیرے ہیں

الگ ہیں مجھ سے جو وہ رابطے بھی تیری تلاش
جڑے ہیں مجھ سے جو وہ سلسلے بھی تیرے ہیں

جہاں بھی چاہے رقم کر رئیسؔ کی قسمت
ورق ورق ہے ترا، حاشیے بھی تیرے ہیں

رئیس احمد رئیس، علی گڑھ

ہر گھڑی کرتی ہے محسوس یہ خلقت تیری
ماں کی ممتا سے بھی بڑھ کر ہے محبت تیری

ہر گنہگار کو دامن میں چھپا لیتی ہے
کتنی ہمدرد ہے، فیاض ہے، رحمت تیری

جب مسافر کوئی تھک جاتا ہے منزل کے قریب
حوصلہ دیتی ہے اُس وقت پہ شفقت تیری

ذکر کرتی ہیں سمندر کی بھی لہریں تیرا
اور ہواؤں کی زباں پر بھی ہے مدحت تیری

آبشاروں سے، ستاروں سے، قمر سے ہی نہیں
ذرّے ذرّے سے نمایاں ہے صداقت تیری

وہ اندھیروں سے اُجالوں میں نکل آئے گا
جس کے حصے میں بھی آتی ہے ہدایت تیری

ریاض احمد خمار

مالک مرے! بے نیاز ہے تو
مالک مرے! کارساز ہے تو

سب سے بالا ہے بات تیری
ہے شرک سے پاک ذات تیری

طاقت تیری، ہے زور تیرا
ملتا نہیں اور چھور تیرا

ذرّے میں سما جائیں حکم پا کے
چودہ طبق ارض کے، سما کے

قدرت کے کرشمے ہیں یہ سارے
ایک آنکھ کے تل میں لاکھ تارے

خاک اُڑتے ہی موجِ آب بن جائے
دریائے رواں سراب بن جائے

ہو جائے نہ اعتراض کوئی
بات اب نہ کہو ریاضؔ کوئی

ریاض خیرآبادی

کرم کی جب وہ چاہے انتہا کردے
کسی قطرے کو دریا کب خدا کردے

وہ چاہے ذرّے میں صحرا سمٹ آئے
کسی جگنو کو سورج کی ضیا کردے

نہ چاہے تو مرض کو کب شفا ممکن
جو چاہے تو دعا کو ہی دوا کردے

تجھے قدرت ہے اس پۂ کاسہ لیسوں کو
گدائی میں شہنشائی عطا کردے

نکل جاتے ہیں دریا سے ترے بندے
تو دریا میں بھی پیدا راستہ کردے

ریحان کراچوی، پاکستان

ترے احکام سے جو بھی پھرا ہے
زمانے میں وہی رُسوا ہوا ہے

زمین و آسماں کی وسعتوں میں
ترا ہی نور سب بکھرا ہوا ہے

ترا فضل و کرم ہے یا الٰہی!
مرے سینے میں زندہ حوصلہ ہے

شہنشاہانِ عالم جھک گئے ہیں
قدم پر اُس کے جو تیرا گدا ہے

سبھی کو زندگی کے راستوں میں
تری رحمت کا یارب! آسرا ہے

نہ تیرے عشق کی لذت ہو جس میں
الٰہی! زندگی وہ بے مزا ہے

سہارا تیرا ہے آصفؔ کو یارب!
کہ تو ہی مالکِ روزِ جزا ہے

ریحانہ عاطف الٰہی، سیتاپور

تو ہے جو دریاؤں میں رستہ کرے
تو ہے جو ہر آگ کو ٹھنڈا کرے

تو فنا کہہ دے تو دنیا ختم ہے
لفظِ کن سے اک جہاں پیدا کرے

تو اگر چاہے تو دریا سوکھ جائیں
تو ہی پیدا ریت میں چشمہ کرے

تو اگر چاہے تو بالا پست ہو
پست کو اک پل میں تو بالا کرے

ہر تحفظ ہیچ ہے، اک پل میں تو
منتشر دنیا کا شیرازہ کرے

ریحانہ نواب، کلکتہ

رات دن تیری قدرت کے مظہر، ہے تری شان اللہ اکبر
ہیں بہاروں میں تیرے ہی منظر، ہے تری شان اللہ اکبر

تیرگی دور کرکے جہاں کی دینے آتا ہے سب کو گواہی
شب کے پہلو سے یہ دن نکل کر، ہے تری شان اللہ اکبر

چاند، سورج، ستارے فلک پر کرتے رہتے ہیں دن رات سجدے
پتا پتا ہے تیرا ثناگر، ہے تری شان اللہ اکبر

ذرّے ذرّے سے ارض و سما تک تیری وحدت کے جلوے عیاں ہیں
غنچہ غنچہ ہنسا پھول بن کر، ہے تری شان اللہ اکبر

اے خدا! تیری قدرت کے جلوے ساری دنیا میں بکھرے ہوئے ہیں
جلوہ گر ہے تو عرشِ بریں پر، ہے تری شان اللہ اکبر

جھیل، وادی، چمن، پھول، شبنم تیری ہر شے پہ فرماں روائی
تو ہے سایہ فگن بحر و بر پر، ہے تری شان اللہ اکبر

ریشماں طلعت شبنم، کولار

یاربِ ذوالجلال، تری شان ہے عجب
ہم پر ترا کرم، ترا احسان ہے عجب

انصاف کا جو در ہے ترا بے عدیل ہے
اللہ! تیرے عدل کی میزان ہے عجب

تیرے ولی کو رنج کبھی کھا نہیں سکا
عالم میں تیرے قرب کی پہچان ہے عجب

دنیا کے مال و زر کی ضرورت نہ رہ سکی
جس کو ملی یہ دولتِ ایمان ہے عجب

تفسیرِ کائنات کو کھولا ہے جس طرح
تیرا کلامِ حق ہے یہ قرآن ہے عجب

دنیا کے سارے علم سموئے گئے جہاں
قرآں کے رنگ میں یہ دبستان ہے عجب

اس پر ہے تیرا فضل مرے ربِ ذوالجلال!
راجیؔ بھی آج تیری ثنا خوان ہے عجب

زاہدہ رئیس راجی، پاکستان

کاری گری ہے تیری ہر پھول، ہر کلی میں
جلوہ ہے تیرا ظاہر جگنو کی روشنی میں

دریا، پہاڑ، جھرنے تیرے ہیں سب نمونے
تیری ہے روح شامل ان سب کی دل کشی میں

پانی، ہوا سی نعمت حاصل ترے کرم سے
تیرا ہے فیض جاری ہر آن زندگی میں

کس کی مجال تجھ کو نظریں جما کے دیکھے
اُبھرے جلال تیرا سورج کی روشنی میں

حسنِ نظر اگر ہو، مہتاب ہو نظارہ
تیرا جمال چمکے چندا کی چاندنی میں

گرداب سے نکالے کشتی کو تو ہی مولا!
تیری مدد ہے شامل آفات کی گھڑی میں

دنیا کا کارخانہ چلتا ہے تیرے دم سے
تیری رضا ہے شامل ہر غم میں، ہر خوشی میں

زماں قاسمی، کانکی نارہ

اے خدا! تیری حمد و ثنا، میرے بس میں نہیں
تیری توصیف کا حوصلہ، میرے بس میں نہیں

پردۂ راز کے ماسوا آشکارا ہے کیا
انکشافاتِ ارض و سما، میرے بس میں نہیں

دو جہاں میں خدائی تری، نارسائی مری
فرش سے عرش کا فاصلہ، میرے بس میں نہیں

وقت ہے اک نشانی تری، جاودانی تری
یہ مہ و مہر کا سلسلہ، میرے بس میں نہیں

آنکھ دیوارِ زنداں مری، حدِ امکاں مری
تو ہر اک قید سے ماورا، میرے بس میں نہیں

ہر خشوع و خضوعِ دعا، کوئی مطلب مرا
ایک بھی سجدۂ بے ریا میرے بس میں نہیں

زیبؔ! جیسا کہ میں کہہ چکا اُس کی حمد و ثنا
میں کہ اک شاعرِ بے نوا، میرے بس میں نہیں

زیب غوری

جو تیرگی میں دکھاتا ہے راستہ، مولا!
ترے بغیر نہیں کوئی دوسرا، مولا!

لگا کہ جیسے اندھیروں میں دیپ جلنے لگے
کبھی جو میں نے ترا نام لے لیا مولا!

ترا ہی نام ہے روشن سبھی جہانوں میں
ہم ایسے کون، ہماری بساط کیا مولا!

ہمارا درد کی ویران رہ گذر پہ کہیں
نہیں ہے تیرے سوا کوئی آسرا مولا!

یہ میرے بس میں کہاں تھا کہ چار لفظ کہوں
تری جناب سے مجھ پر ہوئی عطا مولا!

ترے کرم سے ملا جو بھی کچھ ملا ہے مجھے
ترے ہی نام پہ سب کچھ مرا فدا مولا!

ہزار بار خطائیں بھی زینؔ کرتا رہا
نہ ٹوٹا اک تری رحمت کا سلسلہ مولا!

زین شکیل، پاکستان

تیرگی نور کے دھارے میں سمٹ آئی ہے
ترے جلووں سے منور مری تنہائی ہے

جس طرف دیکھوں تری انجمن آرائی ہے
ذرّے ذرّے میں نمایاں تری رعنائی ہے

فہم و ادراک سے بالا ہے تری حد مولا!
قطرہ کیا سمجھے سمندر کی جو گہرائی ہے

آنکھ سورج سے ملانا تو ہے آسان، مگر
دیکھنے سے تجھے عاجز مری بینائی ہے

بحر میں، کوہ میں، گلزار میں، ویرانے میں
تری قدرت، تری حکمت کی پذیرائی ہے

تو اگر چاہے تو قطرے کو سمندر کر دے
مالکِ کُل، تری قدرت میں وہ بالائی ہے

دل گرفتہ غمِ دنیا سے نہیں ہے ساجدؔ
تجھ سے وابستہ مری تابِ شکیبائی ہے

ساجد وارثی، پاکستان

لامکاں اور یہ مکاں کس کے
ہیں زمیں اور آسماں کس کے

ساری دنیا کا کون مالک ہے
دشت کس کے ہیں، گلستاں کس کے

کون اُس کے وجود کا منکر
چار جانب ہیں یہ نشاں کس کے

کوئی طاقت ہے جس کے ہم محتاج
سب پرستار ہیں یہاں کس کے

نور کس کا ہے چاند تاروں میں
راز ہم پر ہیں سب عیاں کس کے

یہ سمندر، یہ آبشار، پہاڑ
یہ مناظر ہیں ایں و آں کس کے

کس کی یہ کائنات ہے ساحرؔ
ہم زمیں پر ہیں میہماں کس کے

ساحر شیوی، برطانیہ

اے ربِّ ذوالجلال، تری ذات لا زوال
سارے جہاں میں کوئی نہیں ہے تری مثال

اے رب العالمیں، تری تسبیح میں ہیں گم
دنیائے دو جہاں کے سب ادنیٰ و با کمال

کھلتے کہیں ہیں پھول، کہیں تپتی ریت ہے
تیرا کہیں جمال ہے، تیرا کہیں جلال

مخلوق ہیں سبھی تری، معبود سب کا تو
پھر جائے تیرے حکم سے کس کی ہے یہ مجال

جس حال میں تو چاہے رکھے ربِّ کائنات!
ممکن نہیں ہے تیری مشیت میں قیل و قال

احوال دردِ دل کا میں ساحلؔ کہوں تو کیا
خالق کی ہے نگاہ میں بندے کا ہے جو حال

ساحل سلطان پوری، پاکستان

نطق میری، بیان تیرا ہے
مجھ کو ہر وقت دھیان تیرا ہے

یہ زمیں، آسمان تیرا ہے
بحر و بر میں نشان تیرا ہے

کیا محبت کا یہ کمال نہیں
مجھ پہ سب کچھ گمان تیرا ہے

اس میں ہیں سو حلاوتیں موجود
ذکر تسکینِ جان تیرا ہے

ہے احاطہ ترا دو عالم میں
اور مکاں، لامکان تیرا ہے

ہم ہیں سرشار تیری الفت میں
نام وردِ زبان تیرا ہے

اور کیا ہے وجود ساقیؔ کا
اک نشاں، بے نشان تیرا ہے

ساقی توڑیلوی

ہر دکھ کا، ہر غم کا مداوا، تیرا نام
لطف و کرم کا بہتا دریا، تیرا نام

تیرے لمس کی ٹھنڈک میری سانسوں میں
میری تلاوت، میرا وظیفہ، تیرا نام

تیری ذات سے افضل کوئی ذات نہیں
سب سے اعلیٰ، سب سے پیارا، تیرا نام

گمراہوں کو راہ دکھانے والا تو
ہر مشکل کو ٹالنے والا، تیرا نام

نور سے روشن بزمِ روح و جاں
دل کے ورق پر جس نے لکھا تیرا نام

بگڑے ہوئے حالات سنورتے جائیں گے
لیتا رہے بس تیرا بندہ، تیرا نام

قیدِ رنج و غم سے رہائی مل ہی گئی
جب بھی لبِ ساگرؔ پہ آیا تیرا نام

ساگر ترپاٹھی، ممبئی

مرے سینے میں سوزِ آرزو کس کی عنایت ہے
سبو میرا، مئے نابِ سبو کس کی عنایت ہے

جہانِ خاک زا میں ایک ذرّہ ہے وجود اپنا
مگر ذرّے میں ذوقِ جستجو کس کی عنایت ہے

گریباں کہکشاں کا تھام لیتی ہے نظر اپنی
جنون و شوق، شورِ ہائے ہو کس کی عنایت ہے

یہ مانا باغباں میں ہوں، یہ صحنِ گلستاں میرا
مگر پھولوں میں جوشِ رنگ و بو کس کی عنایت ہے

مصور ہوں، یہ میرے رنگ ہیں، یہ مو قلم میرا
مگر تصویر میں رنگِ نمو کس کی عنایت ہے

یہ مضراب و سرود و سازِ محفل سب مرے، لیکن
مغنی کا دلِ آہنگ جو کس کی عنایت ہے

یہ میری بندشِ الفاظ، یہ میری غزل سالکؔ
مرے شعروں میں پنہاں گفتگو کس کی عنایت ہے

سالک لکھنوی، کلکتہ

ہر اک چیز سے ہے عیاں حمد باری
زمیں سے ہے تا آسماں حمد باری

یہ آنکھوں میں بینائی اُس کی عطا ہے
مرے قلب و جاں میں نہاں حمد باری

ہر اک برگ و گل میں ہے نکہت اُسی کی
مجسم ہے یہ گلستاں حمد باری

یہ سورج بھی پڑھتا ہے کلمہ اُسی کا
ستاروں کے بھی درمیاں حمد باری

مری سانس میں بھی خدا بولتا ہے
ہو کیوں کر نہ وردِ زباں حمد باری

ہے پروانہؔ عاجز قلم بھی ہمارا
کہاں خاکی انساں، کہاں حمد باری

سبطین پروانہؔ، کٹیہار

جب بشر کو آزماتا ہے خدا
مشکلیں اُس کی بڑھاتا ہے خدا

کس قدر بندوں سے اُس کو پیار ہے
کب ہمیں بھوکا سلاتا ہے خدا

ساتھ دیتا ہے خوشی میں آدمی
مشکلوں میں کام آتا ہے خدا

ظلمت باطل مٹانے کے لئے
طور پر جلوہ دکھاتا ہے خدا

بھیج کر جبریل کے ہاتھوں وحی
یوں نبیؐ کو خود پڑھاتا ہے خدا

پیڑ پودوں کو وہ دے کر پتیاں
حسن کی چادر اُڑھاتا ہے خدا

کوششیں کرتا تو ہے انساں سحرؔ
منزلیں لیکن دِلاتا ہے خدا

سحر مجیدی، ہوڑہ

خوش رنگ بہاروں میں خدا تو ہی عیاں ہے
یعنی کہ نظاروں میں خدا تو ہی عیاں ہے

تیرا ہی کرم عام ہے اس ارض و سما پر
فطرت کے اشاروں میں خدا تو ہی عیاں ہے

منسوب تری ذات سے ہے پاک صحیفہ
قرآن کے پاروں میں خدا تو ہی عیاں ہے

دھرتی کی ہر اک چیز میں ہے عکس ترا ہی
چاند اور ستاروں میں خدا تو ہی عیاں ہے

ستّار ہے ، غفّار ہے ، رزّاق بھی تو ہے
گرتوں کے سہاروں میں خدا تو ہی عیاں ہے

دل کھول کے ہر ایک کی کرتے ہیں مدد جو
ان سارے اداروں میں خدا تو ہی عیاں ہے

موجود کہاں تو نہیں گلشن ہو کہ صحرا
پھولوں میں بھی، خاروں میں خدا تو ہی عیاں ہے

سراج دہلوی (او۔پی اگروال) نئی دہلی

تو ہے فہمِ بشر سے وراء الوریٰ کوئی تیری حقیقت کو پا نہ سکے
تیرے دستِ تصرف میں ارض و سما، تیرے لکھے کو کوئی مٹا نہ سکے

تیرے نور سے روشن ہیں شمس و قمر، تیرے حسن کا پرتو ہے شام و سحر
تیرے محتاج ہیں سارے جن و بشر، تیرے آگے کوئی سر اُٹھا نہ سکے

تو گداؤں کو پل میں کرے بادشاہ، ضامنِ سروری تیری ادنیٰ نگاہ
جس کو ٹھکرائے اُس کو ملے نہ پناہ، تو جو پکڑے تو کوئی بچا نہ سکے

تیرے دم سے ہے قائم یہ بزمِ جہاں، یہ مکین و مکاں، یہ زمین و زماں
ذرّے ذرّے سے ہے تیری قدرت عیاں، کوئی پردہ بھی جس کو چھپا نہ سکے

تیرے در پہ سوالی ہے صبح و مسا، تیرا سرمدؔ ترا شاعرِ پُر خطا
تیرا در تو ہے منبعِ جود و سخا، تیرے در سے کوئی خالی جا نہ سکے

سرمد مظاہری

جو میرے سر پہ ہے ردا، تری عطا مرے خدا
مری نگاہ میں حیا، تری عطا مرے خدا

ہوا ہے جس سے سر بسر مرا وجود پُرکشش
مرا وہ زیورِ ادا، تری عطا مرے خدا

جو شاعری کی جان ہے، مصوری کی شان ہے
یہ حسنِ دل نشیں مرا، تری عطا مرے خدا

مری ہتھیلیوں کا جو بناؤ ہے، سنگار ہے
وہ رنگ و نکہتِ حنا، تری عطا مرے خدا

مری جبینِ شوق کو ملا ترا ہی آستاں
جو ربط تجھ سے جڑ گیا، تری عطا مرے خدا

جو سرخرو کیے ہوئے ہے تیری بارگاہ میں
مری وہ دولتِ انا، تری عطا مرے خدا

نزول ہو رہے ہیں جو خیال بن کے حمد میں
وہ سب حروفِ سعدیہؔ، تری عطا مرے خدا

سعدیہ صدف، کلکتہ

سکون ایسا کہیں اور عمر بھر نہ ملا
تمہارے در کے سوا اور کوئی در نہ ملا

تمہارا نام پکاروں میں سانس جب بھی لوں
قرار دل کو سوا اس کے عمر بھر نہ ملا

میں اپنی ذات کے اندر اگر کبھی دیکھوں
وہاں بھی تیرے سوا کوئی معتبر نہ ملا

تمہارے در پہ گئی تو رہا نہ یہ احساس
کہ زندگی میں مجھے کوئی ہمسفر نہ ملا

میں ہوں دیاؔ جو تمہارے کرم سے روشن ہوں
تمہارے فضل سے بڑھ کر کوئی ثمر نہ ملا

سعدیہ مبارکہ دیا جیم، آئرلینڈ

دشت تا دشت، کو بہ کو تو ہے
جب پکاروں تو روبرو تو ہے

کبھی معراج میں ہوا ظاہر
کبھی موسیٰؑ کے روبرو تو ہے

ہمہ تن گوش ہر نفس تیرا
مجھ سے کیا محوِ گفتگو تو ہے

زندگی کا تو ہی تو ہے مقصد
میری تکمیلِ آرزو تو ہے

ہر لطافت دکھا رہی ہے مجھے
گلستاں ہائے رنگ و بو تو ہے

لو لگائے نہ کیوں غریب وسیمؔ
اس کی ہر فصل کی نمو تو ہے

سعید الظفر وسیمؔ فتح پور

دل میں احساس کی قندیل جلا دیتا ہے
بند ہونٹوں کو مرے حرفِ نوا دیتا ہے

دن کے ماتھے کو عطا کرتا ہے اُجلا جھومر
شب کے آنچل کو ستاروں سے سجا دیتا ہے

سامنے آتی ہے کانٹوں کی مسافت جب بھی
پھول راحت کے سرِ راہ کھلا دیتا ہے

بحرِ ہستی میں اُٹھاتا ہے تلاطم خود ہی
کشتیوں کو بھی کناروں سے لگا دیتا ہے

ڈھونڈ سکتی نہیں جب اپنی نگاہیں اُس کو
وہ رگِ جاں سے قریں ہو کے صدا دیتا ہے

بدگمانی کے اندھیروں میں بھٹکتا ہوں اگر
خضر بن کر وہی منزل کا پتا دیتا ہے

اُس کی تعریف میں برتا ہوا ہر لفظ سعیدؔ
دل کے جذبوں کا ہر اک رنگ بتا دیتا ہے

سعید رحمانی، کٹک

روز و شب اپنی جگہ پہرہ بدل دیتا ہے وہ
جب اُسے مقصود ہو چہرہ بدل دیتا ہے وہ

عزمِ محکم ہو اگر صحرا بدل دیتا ہے وہ
تشنگی کے ظرف پہ دریا بدل دیتا ہے وہ

اپنی شفقت سے ہمیں کرنا جو چاہے بہرہ ور
سرپھری آندھی کا پھر رستہ بدل دیتا ہے وہ

ہاں! خلوصِ دل سے گر مانگے کوئی اُس سے دعا
زندگی کا ایک اک دھارا بدل دیتا ہے وہ

دستِ قدرت میں ہے روشنؔ دونوں عالم کا نظام
اک جھپکتے ہی پلک نقشہ بدل دیتا ہے وہ

سعید روشنؔ، کویت

تری ذات پاک ہے رب مرے، ترا فضل وجہِ کمال ہے
ترے نام پر جو ہو شیفتہ کہاں اُس کو خوفِ زوال ہے

مری فکر ہے ابھی ناتواں، کروں کس طرح میں ترا بیاں
کہ محیط روئے زمیں سے تا سرِ عرش تیرا جمال ہے

تو رحیم ہے، تو کریم ہے، تو جمیل ہے، تو عدیل ہے
ترے وصف کیسے بیاں کروں، کہاں میری اتنی مجال ہے

تو علیم ہے، تو فہیم ہے، تو ہی دل میں میرے مقیم ہے
ترے علم و فہم و قیام کا بھی احاطہ امرِ محال ہے

تو عظیم کتنا ہے رب مرے، سبھی عظمتیں ہیں تری عطا
کہیں تیرا رنگِ جمال ہے، کہیں تیرا رنگِ جلال ہے

میں ہوں بندہ تیرا ہی رب مرے، مجھے جیسے چاہے تو آزما
تیرا شکر ہے کہ قدم قدم ترا فضل شاملِ حال ہے

اُسے جب بھروسہ خدا پہ ہے، اُسے فکر کیوں ہو معاش کی
نہیں ہے وہ کاشفؔ زار کا جو دراز دستِ سوال ہے

سعید کاشفؔ، کلکتہ

تعریف کیا ہو تیری، کون و مکان والے
اے اپنی آن والے، اے اپنی شان والے

گونگے ہیں تیرے آگے یہ کن فکاں والے
گر ہے زباں تو تیری، برتر زبان والے

ہر شے کی تو نظر ہے، ہر شے میں جلوہ گر ہے
ہر شے کی جان تو ہے، ہر شے کی جان والے

جلوہ دکھا کے اپنا، ہم مشت خاک کا بھی
سر کر دیا ہے اونچا، اونچے مکان والے

اوّل ہو کہ یا آخر، ظاہر ہو یا کہ باطن
ہر حال میں ہے تو ہی نام و نشان والے

پھر ہے وہی زمانہ، حالات ہیں وہی پھر
موسیٰ کی آن والے، موسیٰ کی جان والے

سعید گورکھ پوری، گورکھ پور

ساری دنیا کی ہر اک چیز خدا! تیری ہے
ذرّے ذرّے کے لبوں پر بھی ثنا تیری ہے

سارے گلشن کے گلوں میں بھی ہے تیری خوشبو
اور مہکی ہوئی ہر بادِ صبا تیری ہے

یہ ستارے بھی ترے نام سے رخشندہ ہیں
چاند سورج میں بھی اللہ! ضیا تیری ہے

یہ قلم تیرا ہے، لکھنے کی بھی قوت تیری
یہ زباں تیری ہے، تاثیرِ نوا تیری ہے

خشک میدان بھی تیرے ہیں، یہ کھیتی تیری
ان کو سیراب جو کرتی ہے گھٹا، تیری ہے

تیری رحمت کبھی مایوس نہیں کر سکتی
یہ جو زندہ ہے سعیدہ! یہ عطا تیری ہے

سعیدہ امان، کلکتہ

پھول سوکھی ہوئی شاخوں پہ کھلا دیتا ہے
ریگ زاروں کو بھی گل زار بنا دیتا ہے

ذرّے ذرّے سے نمایاں ہے خدا کی قدرت
ہر نئے نقش کو وہ رنگ جدا دیتا ہے

کیوں کسی غیر کے آگے میں جھکاؤں یہ سر
رزق جب سارے زمانے کو خدا دیتا ہے

ظلمتِ شب کو مٹا دیتا ہے روشن دن سے
تشنگی دشت کی شبنم سے بجھا دیتا ہے

میں گنہ گار و خطا کار ہوں لیکن اللہ
میرے عیبوں کو زمانے سے چھپا دیتا ہے

دل سے فریاد کرے اس سے اگر کوئی سفیرؔ
زخمِ حالات پہ مرہم وہ لگا دیتا ہے

سفیر صدیقی، سیوان

سب کو جزا کا دینے والا اللہ تو
اور سزا کا دینے والا اللہ تو

یوں تو دوا کا دینے والا ہے انساں
صرف شفا کا دینے والا اللہ تو

ذات تری ہی صرف بقا کی حامل ہے
حکم فنا کا دینے والا اللہ تو

موسیٰؑ جب مجبور کھڑے تھے دریا پر
اُن کو عصا کا دینے والا اللہ تو

یہ نہ ملیں تو پل بھر میں مر جائیں ہم
پانی، ہوا کا دینے والا اللہ تو

پودوں کے ان پژمردہ سے ہونٹوں کو
جام گھٹا کا دینے والا اللہ تو

غم بھی دیئے ایوبؑ کو تو نے یہ سچ ہے
صبر و رضا کا دینے والا اللہ تو

سکندر عرفان، کھنڈوہ

ساعتیں تیری، صدا تیری، زمانہ تیرا
یعنی ہر عہد میں محفوظ ٹھکانہ تیرا

دامِ حیرت میں گرفتار دِوانہ تیرا
بیٹھے بیٹھے اسے مل جاتا ہے دانہ تیرا

جس سے کہتا ہوں وہ کہتا ہے مجھے ازبر ہے
اے خدا! کس کو سناؤں میں فسانہ تیرا

دونوں ہاتھوں سے لٹاتا ہے تو بندوں پہ خدا!
پھر بھی خالی نہیں ہوتا ہے خزانہ تیرا

خانوادے ہیں ترے دشت وجبل، جن و بشر
اور یہ ارض و سماوات گھرانہ تیرا

یہ محبت نہیں معراجِ محبت ہے خدا!
بوجھ ہم ڈھوتے ہیں اور دُکھتا ہے شانہ تیرا

ہم گنہگاروں کی آنکھوں میں وہ بینائی کہاں
جس پہ روشن ہو تہہِ خاک خزانہ تیرا

سلطان اخترؔ، پٹنہ

بے ہنر ہستی کو میرے با ہنر اُس نے کیا
بے نشاں دیوار و در کو معتبر اُس نے کیا

ہمسفر کوئی بجز نظرِ کرم تھا کب مرا
ہر صعوبت کو مری گردِ سفر اُس نے کیا

تھیں خطائیں ان گنت کیا اُس سے میں کہتی، مگر
یہ بھی ہے اُس کا کرم، صرفِ نظر اُس نے کیا

گھات میں بیٹھے ہوئے تھے مہرباں اک عمر سے
اُن کے منصوبوں کو پل میں بے ثمر اُس نے کیا

میں مسافر بن کے نکلی تو ہوا وہ مہرباں
اور پیدا ہر قدم پر اک شجر اُس نے کیا

کس طرح ہوتا ادا مجھ سے قلم کا قرض یہ
سرخرو مجھ کو کیا، جب نغمہ گر اُس نے کیا

مہرؔ کہلاتی تھی، لیکن تھی چراغِ نارسا
مہرؔ! میری ذات کو شمس وقمر اُس نے کیا

سلطانہ مہرؔ، لندن

زباں تری ہے، قلم اور شعور تیرا ہے
چراغِ فکر و نظر میں بھی نور تیرا ہے

چمن میں ذکر ترا ہے، گلوں میں بات تری
خرامِ بادِ صبا میں سرور تیرا ہے

یہ کائنات تری جلوہ گاہِ قدرت ہے
تجلیوں کی گواہی میں طور تیرا ہے

قبائے شمس و قمر میں ہے تیری تابانی
ردائے تیرہ شبی میں ظہور تیرا ہے

قدم قدم پہ تری رحمتوں کے سائے ہیں
ہر ایک ذرّے کی ہستی میں نور تیرا ہے

ثواب تجھ کو سمیع و علیم کہتے ہیں
عذاب کہتے ہیں مالک غفور تیرا ہے

صدائے حرفِ طلب تجھ پہ ناز کرتی ہے
ہمیں یقیں ہے حجابِ غیور تیرا ہے

سلمیٰ حجاب، لکھنؤ

زمین تیری ہے اور آسماں بھی تیرا ہے
مکاں بھی تیرا ہے اور لامکاں بھی تیرا ہے

خوشی کے سارے خزانے ہیں بخششیں تیری
مصیبتوں کا ہر اک امتحاں بھی تیرا ہے

نہ جانے کب یہ بدن پیڑ سوکھ کر گر جائے
بہاریں تیری ہیں، دورِ خزاں بھی تیرا ہے

قدم تلے یہ ہری گھاس ہے ترے دم سے
سروں پہ دھوپ کا یہ سائباں بھی تیرا ہے

تری ہی دین ہے طوفان بھی، سمندر بھی
ہیں کشتیاں بھی، تری بادباں بھی تیرا ہے

نزولِ قہر بھی تجھ سے، نزولِ رحمت بھی
ہے چاندنی تری، آتش فشاں بھی تیرا ہے

ہے فکرِ شعر بھی مجھ میں تری عطا کردہ
زباں بھی تیری ہے اور یہ بیاں بھی تیرا ہے

سلیمان خمار، بیجاپور

یہ مشتِ خاک سرِ راہ کس شمار میں ہے
وجودِ ارض و سما تیرے اختیار میں ہے

یہ کون ڈھونڈ رہا ہے رہِ تشکک میں
تری شبیہ تو ہر چشمِ اعتبار میں ہے

تو ایک رنگ میں ملتا کہاں ہے گلشن میں
کبھی خزاں میں نمایاں، کبھی بہار میں ہے

کبھی تو گونج رہا ہے ہر اک اذان میں تو
کبھی خموش نمازی کی ہر قطار میں ہے

کہیں سحر متبسم ہے تیرے جلوے سے
کہیں یہ تیرہ شبی تیرے انتظار میں ہے

ترے وجود سے قائم ہے کائنات میں نظم
ترے ہی خوف سے ہر موج انتشار میں ہے

سلیم تیری ہی چوکھٹ پہ سجدہ ریز ہوا
کہ چین دل کا اسی معتبر دیار میں ہے

سلیم سرفراز، آسنسول

دشتِ بے سمت میں یہ راہ گذر کس نے دیا
پر شکستہ ہوں، مجھے اذنِ سفر کس نے دیا

کس نے پتھر کی سیاہی پہ سجایا سبزہ
گونگے لفظوں کی دعاؤں کو اثر کس نے دیا

کس نے چسپاں کیے بے رنگ فضا پر منظر
ریت کو آب تو بنجر کو شجر کس نے دیا

کس نے مایوس فضاؤں میں دیا حرفِ امید
خوابِ شب دے کے مجھے خوابِ سحر کس نے دیا

کس نے آفات و بلا میرے مقابل لائے
اور مجھے حوصلۂ خوف و خطر کس نے دیا

کس نے پہچان عطا کی مجھے این و آں کی
زشت و ناخوب میں یہ حسنِ نظر کس نے دیا

کس نے دی شعلہ نوائی مرے ہونٹوں کو سلیم
شہرِ آہن میں مجھے دستِ ہنر کس نے دیا

سلیم شہزاد، مالیگاؤں

نفس کی ڈور اگر ہے قضا کے ہاتھوں میں
ہے بندِ زیست کی کنجی خدا کے ہاتھوں میں

لرز رہا ہے جو تنکا ہوا کے ہاتھوں میں
لکھا ہے اُس کا مقدر قضا کے ہاتھوں میں

رہیں گی اور ہواؤں کے سامنے کب تک
یہ ٹمٹماتی لویں اب دِیا کے ہاتھوں میں

نہ ہاتھ میں نہ جبیں پر کوئی لکیر اپنی
مری تمام لکیریں خدا کے ہاتھوں میں

ہزاروں پھول سے بہتر ہے وہ کرم اُس کا
دیا ہے جو مجھے کانٹے چبھا کے ہاتھوں میں

فلک سے مجھ کو زمیں پر کشاں کشاں لایا
یہ سوکھی روٹی کے ٹکڑے دکھا کے ہاتھوں میں

نہیں کچھ اور اسدؔ! اپنی جیب و داماں میں
سوائے نقدِ دعا کے، ثنا کے ہاتھوں میں

سمیع اللہ اسد، کلکتہ

تیرے سوا بہار کا مژدہ سنائے کون
اے ربِ ذوالجلال، چمن کو سجائے کون

کس کی مجال ہے تری حکمت میں دخل دے
پتھر میں آگ، ابر میں بجلی چھپائے کون

پتھر کو موم کرنے کا فن تیرے پاس ہے
تیرے سوا دلوں میں محبت جگائے کون

کس کو ہے نا خدائی کا دعویٰ ترے سوا
ڈوبی جو کشتیاں ہیں انہیں اب ترائے کون

دریا پہ جب بھی چاہے وہ صحرا اُتار دے
صحرا کو وہ نہ چاہے تو دریا بنائے کون

بنجر زمیں کو تو ہی نمو آشنا کرے
تیرا نہ حکم ہو تو یہ پودے اُگائے کون

اُس کی رضا سے حمد سنائی سہیلؔ نے
اُس کی رضا نہ ہو تو یہ حمدیں سنائے کون

سہیل غازی پوری، کراچی

دریا بھی ہیں اُسی کے، کنارے اُسی کے ہیں
موجِ بلا میں سب کو سہارے اُسی کے ہیں

اُس سے ہی لو لگایئے ہے داد رس وہی
رحمت بھرے خوان اُتارے اُسی کے ہیں

اُس کے سوا جہاں میں کوئی ہم نوا نہیں
بکھرے ہوئے نصیب سنوارے اُسی کے ہیں

خالق بھی ہے ہمارا وہی، اُس کی راہ میں
یہ جسم و جان ہم نے جو ہارے اُسی کے ہیں

بینائی جس نے آنکھ کو بخشی ہے دوستو!
دنیا میں ہر طرف یہ نظارے اُسی کے ہیں

خوشبو سی اُس کی یاد بھی اُتری ہے روح میں
آنکھوں میں جھلملاتے ستارے اُسی کے ہیں

نفرت نہ کیجیے کسی انسان سے سہیلؔ،
اچھے برے ہیں جو بھی ہیں سارے اُسی کے ہیں

سہیل فصیحی، دھنباد

وادیاں تیری ہیں، یہ دشت و بیاباں تیرے
جنتیں تیری ہیں، ساری چمنستاں تیرے

یہ گلستاں، یہ خمستاں، یہ شبستاں تیرے
یہ شفق زار، یہ آفاقِ فروزاں تیرے

کہیں پتّا نہیں ہلتا تری مرضی کے بغیر
زندگی موت سبھی تابعِ فرماں تیرے

فرصتِ زیست تری حمد و ثنا کو کم ہے
میری سانسوں کے یہ لمحاتِ گریزاں تیرے

مر کے سو بار جیوں تب بھی نہ ہو شکر ادا
مجھ سے عاصی پہ ہیں اللہ! وہ احساں تیرے

سب ترے بندے ہیں اور سب پہ کرم ہے تیرا
سکھ ہوں، عیسائی ہوں، ہندو کہ مسلماں تیرے

حمد کیا لکھے سحرؔ تیری رضا ہی مل جائے
انس و جاں، حور و ملک سب ہیں ثنا خواں تیرے

سید احمد سحرؔ، شاہجہاں پور

خدایا! تیری زمیں' آسماں بھی تیرا ہے
کہ یہ جہاں بھی ترا' وہ جہاں بھی تیرا ہے

مری مجال کہاں ہے کہ میں بیان کروں
بیاں بھی تیرا ہے' حسنِ بیاں بھی تیرا ہے

نہ کیوں ہو گونج ابد تک فضائے عالم میں
اذاں بھی تیری ہے' اذنِ اذاں بھی تیرا ہے

مسامِ جاں ہے معطر تو کیا تعجب ہے
''یہ فصلِ گل بھی تری' گلستاں بھی تیرا ہے''

تجھی سے ہوتی ہے تبدیل کیفیت دل کی
یقیں بھی تیرا ہے دل میں گماں بھی تیرا ہے

یہ سوچ کر ہوں میں شامل نبیؐ کے حلقے میں
کہ راہبر بھی ترا' کارواں بھی تیرا ہے

پڑا رہے گا یہاں عمر بھر حبیبؔ ترا
کہ یہ نظام ترا' آستاں بھی تیرا ہے

سید حبیب اللہ حبیبؔ' پاکستان

تو نے لکھ دی نفس در نفس
حکمرانی ہے تیری نفس در نفس

روزِ تخلیق ہی مرتسم ہو گئی
تیری عالی جنابی نفس در نفس

تو ہے مختارِ کُل جو بھی چاہے کرے
اپنی مسند سجا لی نفس در نفس

ہم ہیں کیا سر بہ سر اک تماشا ترا
تو نے لیلا رچا لی نفس در نفس

ہے محاسب بھی اُس کا فقط تو ہی تو
جو قلم رو ہے تیری نفس در نفس

سب کو مختارِ اعمال بھی کر دیا
اور عدالت لگا لی نفس در نفس

اے رفیقؔ! آپ ''کن'' کہہ کے چپ ہو گئے
اور وہ آواز گونجی نفس در نفس

سید رفیق عزیزی' پاکستان

وہ سب کا رب ہے اُس کی شانِ ربانی کا کیا کہنا
خدائے وحدہٗ معبودِ لافانی کا کیا کہنا

وہ رازق یوں کہ پتھر میں بھی کیڑا رزق پاتا ہے
وہ ایسا میزباں ہے اُس کی میزبانی کا کیا کہنا

بس اُس کے ایک سجدے سے ہزاروں بچ گئے سجدے
جھکی جو اُس کے آگے ایسی پیشانی کا کیا کہنا

زمیں کے آسماں کو ماہ و انجم سے سجایا ہے
فلک تو پھر فلک ہے عرشِ نورانی کا کیا کہنا

سراپا نورِ نورانی صدائے حمدِ ربّانی
ملائک صف بہ صف ہیں بزمِ رحمانی کا کیا کہنا

نکالا خلد سے آدمؑ کو کس حکمت سے خالق نے
جہاں میں آمدِ محبوبِ سبحانی کا کیا کہنا

یہی فضل اُس کا کیا کم ہے کہ قاضیؔ اہلِ ایماں ہے
پھر اُس پر منصبِ قاضیؔ فراوانی کا کیا کہنا

سید صولت حسین قاضیؔ ناگ پور

فنا فنا کا سبب لا الٰہ الا اللہ
بقا بقا کی طلب لا الٰہ الا اللہ

عجم بھی اُس کے گھنے گیسوؤں کے سائے میں
کمالِ حسنِ عرب لا الٰہ الا اللہ

کرم کے مدِ مقابل کہیں نہیں ٹھہرا
جلال و غیظ و غضب لا الٰہ الا اللہ

بلالؓ کو تو اسی میں سکون ملتا ہے
ہے تپتی ریت عجب لا الٰہ الا اللہ

بساطِ نکتۂ پیچیدہ بے نقاط ہے خود
ہے جیسے ذات کا ڈھب لا الٰہ الا اللہ

لگا کے ضرب دلوں کو نہال کر لینا
مذاقِ صحبتِ شب لا الٰہ الا اللہ

پناہِ سایۂ 'ہاہوٗ' میں دل جمیلؔ! رہے
سمجھ میں آئے گا تب لا الٰہ الا اللہ

سید شاہ جمیل الدین شرفی

اے خدا! تیری مہک پھیلی ہے گلزاروں میں
اے خدا! نور چمکتا ہے ترا تاروں میں

نام رٹتا ہے ترا باغ کا پتّا پتّا
سنگ ریزے ترا دم بھرتے ہیں کہساروں میں

خشک صحرا میں ترے نام کی خاموشی ہے
اور رونق ہے ترے کام کی بازاروں میں

نہیں تسبیح میں مشغول فقط غنچہ و گل
اے خدا! تذکرہ ہوتا ہے ترا خاروں میں

دودھ پیتے ہوئے بچے بھی نہیں ہیں خاموش
تیری معصوم ثنا خوانی ہے گہواروں میں

لال چہرے میں مجاہد کی جھلک ہے تیری
اور چمک تیری ہے چلتی ہوئی تلواروں میں

تیرے موسیٰؑ کی جلالت کا مرقع دیکھا
قصرِ فرعون کی ٹوٹی ہوئی دیواروں میں

سید عبدالرب صوفی

وہ رحمتوں کے کئی اشارے نکالتا ہے
سیاہ راتوں میں بھی ستارے نکالتا ہے

خیال رکھتا ہے موسموں کی تھکاوٹوں کا
وہ بانجھ شاخوں سے رنگ پارے نکالتا ہے

وہی تو ہے جو محیط صحرا کی خامشی سے
کلام کرتے ہوئے نظارے نکالتا ہے

خبر شہیدوں کی چھاپ دیتا ہے آسماں پر
شفق لکھے ہوئے شمارے نکالتا ہے

وہ چلتی سانسیں بھی روک دیتا ہے رفتہ رفتہ
جہانِ غم سے غموں کے مارے نکالتا ہے

عمیق دریائے زندگی کے بھنور کی تہہ سے
عقیلؔ جب بھی اُسے پکارے نکالتا ہے

سید عقیل نقوی

جو حقائق ہیں زمانوں پہ رقم، تیرے ہیں
یہ جہاں تیرا ہے، یہ لوح و قلم تیرے ہیں

ہم پہ ہر لمحہ جو ہوتی ہے وہ رحمت تیری
ہم پہ ہر آن جو ہوتے ہیں، کرم تیرے ہیں

ہر گھڑی ہم پہ ہے احسان کہ تو مالک ہے
ہر گھڑی ہے ہمیں احساس کہ ہم تیرے ہیں

کارواں میں ترے ہر ایک نفس شامل ہے
شرق سے غرب ہواؤں میں علم تیرے ہیں

جو تری سمت بڑھیں اُن کا محافظ تو ہے
جو تری راہ میں اُٹھتے ہیں قدم، تیرے ہیں

وہ بھی تیرے ہیں کہ جو عیش و طرب میں گم ہیں
اور جتنے بھی ہیں شائستۂ غم تیرے ہیں

ہم سے کج فہم تجھے بانٹ رہے ہیں ورنہ
یہ کلیسا، یہ شوالے، یہ حرم تیرے ہیں

سید معراج جامی، پاکستان

سنا تھا کہ تو آسمانوں میں ہے
مگر تو عیاں دو جہانوں میں ہے

سمجھنے کی طاقت اگر ہو تو پھر
خدا بولتا سب زبانوں میں ہے

سفینہ بھی تو ہے، سمندر بھی تو
ترا حکم ہی بادبانوں میں ہے

تری بادشاہی ازل تا ابد
ترا سکّہ سارے زمانوں میں ہے

تو جلوہ نما ہے، مگر معرفتؔ
خود الجھا ہوا کچھ فسانوں میں ہے

سید معرفت ہمدانی، پاکستان

ہوا کو بادل بنانے والا مرا خدا ہے
زمیں پہ سبزہ اُگانے والا مرا خدا ہے

جہاں سے پیاسی گزر گئی ہوں ہزاروں صدیاں
وہاں بھی دریا بہانے والا مرا خدا ہے

دنوں کو سوچو تو سات دن کا قلیل عرصہ
جہانِ کن کو بسانے والا مرا خدا ہے

ہے آبِ نیساں سے تشنگی کو بجھانے والا
صدف میں گوہر بنانے والا مرا خدا ہے

پھنسا ہو ذلت کے دلدلوں میں جو شخص اُس کو
گلوں کی مسند دلانے والا مرا خدا ہے

لپٹ سے جس کی جھلس رہا ہو فلک کا سینہ
وہ آگ یکسر بجھانے والا مرا خدا ہے

خلش سے کانٹوں کی نوؔر سونا جہاں ہو مشکل
وہاں بھی سب کو سلانے والا مرا خدا ہے

سید محمد نورالحسن نورنوابی عزیزی، قاضی پور شریف، فتح پور ہسوہ۔ یوپی

تو مختار و قادر، میں بے بس، حقیر
تو داتا سخی، میں ہوں ادنیٰ فقیر

تو کامل و ثابت، تو قائم صحیح
ترے ہی ہیں جلوے جہاں میں کثیر

تو ستار و رزّاق و وہاب ہے
ہیں ممنون سارے صغیر و کبیر

تو حاکم و آقا ہے مخلوق کا
تو اعلیٰ و ارفع، میں ادنیٰ حقیر

تو مالک ہے کوثرؔ کی بھی جان کا
وہ عاجز، وہ غافل، تو دانا نصیر

سید وحید کوثر، اڈونی

سدا سے ترے مجھ پہ انعام ہیں
ہیں انعام بھی اور اکرام ہیں

جو مانگا دیا، اور دیا بے طلب
پھری میں ترے در سے محروم کب

ترے فضل کی کچھ نہیں انتہا
جو آیا ترے در پہ وہ خوش ہوا

تری شانِ رحمت سے ہے یہ بعید
پھرے در سے تیرے کوئی نااُمید

خزاں میں ہے جو آج فصلِ بہار
یہ سب فضل تیرا ہے پروردگار

سیدہ خیرالنساء بہترؔ

گل و غنچہ میں، شاخساروں میں تو ہے
گلستاں کی رنگیں بہاروں میں تو ہے

ہو برفیلی وادی یا پھولوں کا میلہ
حسیں اور دل کش نظاروں میں تو ہے

ترے بحر و بر ہیں، ترے دشت و صحرا
کہ جھرنوں میں تو، کوہساروں میں تو ہے

تو ہے کروٹوں میں سلگتی زمیں کی
پھر اپنے کرم کی پھواروں میں تو ہے

اُفق کی یہ سرخی، یہ نوری نظارہ
ہے سورج میں تو، چاند تاروں میں تو ہے

پدر کی یہ شفقت، یہ ممتا کا آنچل
محبت بھرے ان چناروں میں تو ہے

ترا شکر ہے سعدیہؔ کے لبوں پر
کہ اُس کے حسیں فکر پاروں میں تو ہے

سیدہ سعدیہ فتح، کلکتہ

زمین تیری، یہ سب آسماں بھی تیرے ہیں
یہ ماورائے جہاں سب جہاں بھی تیرے ہیں

فضا بسیط ہے فہم و خرد سے بالا تر
ستارے، مہر و قمر، کہکشاں بھی تیرے ہیں

ہے خوش گوار فضا اور حیات بار گھٹا
یہ جوئے بار یہ سیلِ رواں بھی تیرے ہیں

یہ جن و انس بہائم طیور بھی تیرے
جو سر بہ سجدہ ہیں کر و بیاں بھی تیرے ہیں

گلوں کے رنگ، یہ خوشبو، یہ دل نشیں نغمے
ہے سبزہ زار ریاضِ جناں بھی تیرے ہیں

بساطِ مہرؔ ہے کیا، کیا میں تجھ کو پیش کروں
نہیں ہے کچھ بھی مرا، جسم و جاں بھی تیرے ہیں

سیدہ مہر، اورنگ آباد، مہاراشٹر

تو ربِ لا شریک و غفور الرحیم ہے
تو خالق و قدیر و خبیر و علیم ہے

سارا جہان غرق ہے تیرے ہی نور میں
ہے جلوہ تیرے نور کا ہر جا ظہور میں

فرشِ زمیں سے عرشِ بریں تیری کائنات
تیری نگارشات ہیں یہ سارے ممکنات

تجھ سا نہ منتظم نہ کوئی کارساز ہے
ہر لمحہ تو عیاں ہے، ہر اک لمحہ راز ہے

دشت و جبل کی رات کی ویرانیوں میں تو
بادِ سموم و بحر کی گہرائیوں میں تو

پنہاں ہے تو ہی رنگ و شفق، کوہسار میں
ظاہر ہے تو ہی زمزمۂ آبشار میں

نسرینؔ کیا لکھے گی تری حمد اے خدا!
اپنے قلم کو ہاتھ سے کرتی ہے اب جدا

سیدہ نسرین نقاس، سری نگر، کشمیر

آغاز کروں حمد کا میں تیری کہاں سے
باہر ہے تو انسان کی ہر تاب و تواں سے

الفاظ میں اب ڈھونڈ کے لاؤں وہ کہاں سے
ہوتی ہی نہیں تیری ثنا خالی زباں سے

دنیا کے ہر اک ذرّے پہ تیری ہے حکومت
تحدید کرے کون، یہاں سے کہ وہاں سے

انسان ترے سامنے مجبور ہے یارب!
جتنا بھی وہ ہو جائے بڑا اپنی زباں سے

اے شمعؔ! زمانے میں اُسی کا ہے اُجالا
ہر چیز منور ہے اُسی نور فشاں سے

سیدہ نفیس بانو شمعؔ، نئی دہلی

کروں میں کیا بیاں دنیا میں عظمتیں اُس کی ورق
ورق پہ لکھوں گا حکایتیں اُس کی

میں کس طرح سے بھلاؤں عنایتیں اُس کی ہیں
ذرّے ذرّے میں پوشیدہ نعمتیں اُس کی

زمین، چاند، ستارے، یہ آسماں سب کچھ
ہر ایک چیز میں روشن ہیں رحمتیں اُس کی

مجال کیا ہے کہ تعریف کر سکے کوئی
ہر ایک موڑ پہ ملتی ہیں برکتیں اُس کی

میں اُس کا شکر کروں بھی تو کس طرح سے کروں
تمام عمر ہی پائی ہیں نعمتیں اُس کی

سیفی سرونجی، سرونج

عروسِ فطرت! مری نگاہوں پہ چھا رہا شباب تیرا
لطیف پردوں سے چھن رہا جمال زیرِ نقاب تیرا

ہے محوِ آرائشِ مسلسل تو اپنے جلووں کی روشنی میں
اک آئینہ ماہتاب تیرا، اک آئینہ آفتاب تیرا

مری رسائی سے دور ہے تو، مگر ابھی تجھ کو یاد ہوگا
کہ طور پر جا کے میں نے اک دن اُلٹ دیا تھا نقاب تیرا

نہ حسن پرتو سے تیرے خالی، نہ بے اثر آب و رنگ تجھ سے
تمام کافر جوانیوں پر برس رہا ہے شباب تیرا

زوال سے اور نیند سے بے نیاز و بے گانہ رہنے والے
حدوث کی خفتہ کاریوں کو ہوا ہے تقسیم خواب میرا

اگرچہ صبر آزما بہت ہے تری خموشی و پردہ داری
مگر ہے دامن کشِ عقیدت سکوت تیرا، حجاب تیرا

ہے روحِ سیماب ساز تیرا، تو اُس کے نغموں کا سوزِ پنہاں
تڑپ رگِ جاں میں ہے یہ کس کی، اگر نہیں اضطراب تیرا

سیماب اکبرآبادی

مری بے کس زباں جو شکر کرتی ہے ادا تیرا
بڑا احسان ہے اے مالکِ ارض و سما تیرا

ملک، جن و بشر تسبیح کرتے ہیں تری مولیٰ!
بڑا ہے نام بے شک اور بڑا ہے مرتبہ تیرا

ترے بندے تری ہی جستجو میں کھوئے رہتے ہیں
کسی کو بھی نہیں ملتا مگر یارب! پتا تیرا

زمانے بھر کے مجبوروں کا کھیون ہار تو ہی ہے
یتیموں، بے سہاروں کو ہے یارب! آسرا تیرا

ہے نیکوں، پارساؤں کے لیے تو وعدۂ جنت
گنہگاروں کو کافی ہے کرم بے انتہا تیرا

مرا دل خوشبوؤں میں جھومتا ہے پھول بن بن کر
سناتی ہے مجھے پیغام جب بادِ صبا تیرا

خدایا! مانگتی ہے جب دعا تجھ سے تری سیما
کرم پیشِ نظر ہوتا ہے ہر وقتِ دعا تیرا

سیما فریدی، بدایوں

تیرا ہی نورِ خاص ہے جوہر حیات کا
پرتو ہے یہ جہان ترے اسمِ ذات کا

تو نے عطا کیا ہے سلیقہ حیات کا
ورنہ ہمیں شعور نہ تھا اپنی ذات کا

اک تخم کے نمو سے تناور درخت ہو
ادراک کیا کرے کوئی تیری صفات کا

افلاک میں تغیر و وسعت ہے دم بہ دم
اندازہ کیا کرے گا کوئی ممکنات کا

دن ہے ضیا نواز تو روشن ہے رات بھی
یہ سب کرم ہے بادشہِ کائنات کا

خاموش لب ہیں، آنکھ میں آنسو ہے اور دعا
تجھ کو تو سب پتا ہے مری مشکلات کا

شارقؔ رضائے رب کی طلب میں ہوں صبح و شام
مجھ کو نہیں ہے خوف کسی اور بات کا

شارق بلیاوی، پاکستان

ہر سائے کی قطار میں موجود ہے وہی
مجھ کو یقین ہے مرا مقصود ہے وہی

اک لمحہ بھی خیال سے باہر نہ جا سکا
اب تک فصیلِ ذہن پہ موجود ہے وہی

آئے نظر جو، اُس کو خدا ماننا غلط
جو غیب میں ہو، جانیے معبود ہے وہی

دے حکم پھر اُس آگ کو بن جائے گلستاں
دہکی فضا میں آتشِ نمرود ہے وہی

توڑا ہے جب سے تیرے تعلق کو عقل نے
جو ذات سود مند تھی، بے سود ہے وہی

شارقؔ! نہیں ہے حد کوئی جس کی نگاہ میں
کیوں کہہ دیں، ایک نقطے میں محدود ہے وہی

شارق جمال

ملیں منزلیں تو سمجھ گیا کہ خدا بہت ہی عظیم ہے
دلِ غم زدہ یہ پکار اُٹھا کہ خدا بہت ہی عظیم ہے

پڑھو تم صحیفۂ زندگی کبھی ذہن و دل کی کتاب سے
ہے ورق ورق پہ لکھا ہوا کہ خدا بہت ہی عظیم ہے

تھیں جدا تمام شریعتیں جو پیمبروں کو عطا ہوئیں
مگر ایک سب کا پیام تھا کہ خدا بہت ہی عظیم ہے

رہِ جستجو کے مآل پر نہ سوال کیجیے پے بہ پے
یہی صرف میرا ہے تجزیہ کہ خدا بہت ہی عظیم ہے

ترے راستے چمک اُٹھیں گے نئی منزلوں کی نوید سے
کوئی تو بھی بارِ الم اُٹھا کہ خدا بہت ہی عظیم ہے

ابھی مست اپنی انا میں ہے یہ تمام شہرِ فراعنہ
یہاں کون کس کو بتائے گا کہ خدا بہت ہی عظیم ہے

جو جہانِ شعر و سخن میں تھا کبھی ایک ذرّہ حقیر سا
اُسے رشکِ مہر بنا دیا کہ خدا بہت ہی عظیم ہے

شارق عدیلؔ ایٹہ

حجابِ ناز میں تو کب چھپا ہے
زمانہ تجھ کو ہر دم دیکھتا ہے

فلک سے عرش تک اے میرے مولا!
ترے فیض و کرم کا سلسلہ ہے

تجھی نے دونوں عالم کو بنایا
تو ہی تو دو جہاں کا آسرا ہے

نگاہیں تیری ہیں شاہ و گدا پر
تو سب کو اک نظر سے دیکھتا ہے

خدا تیرے سوا کوئی نہیں ہے
اکیلا تو دو عالم کا خدا ہے

تری چاہت نہیں جس کو خدایا!
وہ تیری ذات سے نا آشنا ہے

محیطؔ اب کیا کرے تعریف تیری
تری مدحت زمانہ کر رہا ہے

شاہجہاں محیطؔ کلکتہ

صحرا بہ صحرا، دشت و جبل، کو بہ کو خدا
پھیلی ہوئی ہے کیسی یہاں ہاؤ ہو، خدا

تو گونجتا ہے سب کی سماعت میں ہر گھڑی
رہتی ہے پھر بھی سب کو تری جستجو خدا

بے عیب تیری ذات سے روشن ہیں شش جہات
خود اپنی روشنی سے منور ہے تو خدا

میدانِ کارزار منور تو ہے، مگر
رہتا ہے بزدلوں میں کہیں جنگ جو خدا

کچھ اس طرف بھی ڈال دے بنیادِ حرف وصوت
یعنی کبھی اِدھر بھی مرے خوش نمو خدا

تکمیلِ بندگی میں اگر کام آ سکے
باقی ہے میرے دل میں بھی اتنا لہو خدا

کیا دین، کیا یہ دنیا کی تابندہ رونقیں
ہم لوگ تو کہیں بھی نہیں سرخرو خدا

شاہد اختر، گیا

گلہ بھی تجھ سے ہے، ارمان بھی تجھی سے ہے
دعا بھی تجھ سے ہے، امکان بھی تجھی سے ہے

میں کائنات کے اسرار سے ہوں کچھ آگاہ
مگر یہ دولتِ عرفان بھی تجھی سے ہے

تری عطاؤں کے محتاج ہیں جہاں والے
فقیر تجھ سے ہیں، سلطان بھی تجھی سے ہے

ہمارا عشق نوازش پہ ہے تری موقوف
وفا بھی تجھ سے ہے، پیمان بھی تجھی سے ہے

الجھ رہے ہیں زمانے سے تیری چاہت میں
ہمارا چاکِ گریبان بھی تجھی سے ہے

ترے ہی فضل سے دانائے راز ہے کوئی
رموز سے کوئی انجان بھی تجھی سے ہے

فلک پہ سارے نظارے بھی ہیں ترے شاہدؔ
زمیں پہ شہر، بیابان بھی تجھی سے ہے

شاہد پٹھان، جے پور

آئینہ تیرا، روشنی تیری
ہے عطا کردہ زندگی تیری

میں تو اظہار کا وسیلہ ہوں
لفظ تیرے، سخنوری تیری

خاک کو برتری جو دی تو نے
ہے حقیقت میں برتری تیری

پھول مہکے ہیں تیری خوشبو سے
ہے کلی میں شگفتگی تیری

ہم تو ذرّات ہیں ترے مولا!
کیا کرے کوئی ہمسری تیری

تیری رحمت کے جاؤں میں صدقے
میں ترا، کائنات بھی تیری

تیرا ادنیٰ سا بندہ ہے شاہدؔ
کر رہا ہے جو بندگی تیری

شاہد جیلانی، یادگیر

جستجو آسان تیری
روشنی پہچان تیری

سلطنت پھیلی ہوئی ہے
تا حدِ امکان تیری

ذرّے ذرّے سے عیاں ہے
شان تیری، آن تیری

مہر و ماہ کی انجمن میں
منکشف پہچان تیری

بھولی بھٹکی کشتیوں کو
موجِ بے طوفان تیری

نور پنہاں آئینوں میں
شکل ہے قرآن تیری

طائرانِ خوش نما میں
حمد اے سبحان! تیری

شاہد میر

کرے جو دشت کو بھی لالہ زار، تو ہی ہے
تمام غم کا مرے غمگسار تو ہی ہے

ترے کرم سے ہی ہونٹوں پہ مسکراہٹ ہے
دل و جگر کو ہے جس سے قرار، تو ہی ہے

کسی کی رنجش و سازش سے میں نہیں ڈرتا
مجھے یقین ہے بااختیار تو ہی ہے

ترے ہی سامنے آتا ہوں مدعا لے کر
اگرچہ دل کا مرے رازدار تو ہی ہے

تری عطا سے ہی شاداب سبزہ زار بھی ہے
ہے جس کے دم سے گلوں پر نکھار، تو ہی ہے

کسی سے رحم کی امید کیوں رکھے شاہدؔ
ہیں جس کے فضل و کرم بے کنار، تو ہی ہے

شاہد نورؔ کلکتہ

رحمت تو، رحمان ہے تو
ہر جگ کا سلطان ہے تو

ہر ذی روح کا پالن ہار
انساں کی پہچان ہے تو

ذرّے ذرّے کے اندر
روح و جسم و جان ہے تو

کنکر پتھر بھی بولے
رُتبے میں ذیشان ہے تو

کوئل کی ہر کوک میں ہے
انجمؔ کی پہچان ہے تو

شاہدہ انجمؔ سہسرام

زمین و فلک کو بنایا خدا نے
جہاں میں بشر کو بسایا خدا نے

چمن کے ثمر میں، فلک کے قمر میں
ہر اک شے میں جلوہ دکھایا خدا نے

ضلالت میں بے حد ہم اُلجھے ہوئے تھے
ہمیں سیدھا رستہ دِکھایا خدا نے

ہمارے دلوں سے نقوشِ غلط کو
مٹا کر مصفا بنایا خدا نے

شگوفہؔ کبھی مہ لقاؔ کی بدولت
دلِ شاہدہؔ کو سجایا خدا نے

شاہدہ بانو شمسی، ہوڑہ

کیا کہوں میں کہ کیا دیا تو نے
عشق دل میں جگا دیا تو نے

ہر طرف بس نظر تو آتا ہے
جلوہ کیسا دِکھا دیا تو نے

بحر و بر ہو کہ چاند، سورج ہو
لفظِ کُن سے بنا دیا تو نے

دے دیا اتنا علم آدمؑ کو
سر ملک کا جھکا دیا تو نے

اس سے معمور ہے دلِ انساں
عشق کا جو مزا دیا تو نے

شکل عیسیٰؑ کی دے کے قاتل کو
وار سے یوں بچا دیا تو نے

مانگتی اور کیا صدفؔ تجھ سے
اس کو حد سے سوا دیا تو نے

شاہدہ صدف، کلکتہ

تو خالق ہے جہانوں کا تری عظمت سمجھتے ہیں
تری تخلیق کو ہم باعثِ رحمت سمجھتے ہیں

زمانے بھر کی خوشیاں زندگی میں خواب لگتی ہیں
وہ جو ایمان ہے دل میں اُسے دولت سمجھتے ہیں

نظر آتا نہیں ہے، ہر جگہ موجود رہتا ہے
جہاں میں رہنے والے سب تری قدرت سمجھتے ہیں

تو جب چاہے جسے چاہے اُسی پل اُس کو بلوائے
ہم اپنی عمر کو بخشی ہوئی دولت سمجھتے ہیں

سوا اُس کے کسی کو کیا خبر ہے کل کی شائستہؔ
حکیم ایسے کہاں ہیں اُس کی جو حکمت سمجھتے ہیں

شائستہ جمال، بھوپال

رحم و کرم سب پر فرمانے والا تو
سب کی نیّا پار لگانے والا تو

اپنا دامن خالی رکھنے والے ہم
لعل، جواہر اور خزانے والا تو

تیری غلامی پر اِترانے والے ہم
ہم پر اپنا حکم چلانے والا تو

منزل منزل آنے جانے والے ہم
ہر منزل کا پتا بتانے والا تو

ہر منظر سے لطف اُٹھانے والے ہم
چاند، ستارے، پھول اُگانے والا تو

رنج و غم کا بوجھ اُٹھانے والے ہم
اور ہمارا عزم بڑھانے والا تو

کم ہے شائقؔ تجھ پر جتنا ناز کرے
ذرّے کو خورشید بنانے والا تو

شائق مظفرپوری

خالقِ دو جہاں، ربِ کون و مکاں، مثلِ ابرِ کرم، ہے سخاوت تری
بحر و بر، دشت و در، آسماں، کہکشاں، ساری مخلوق پر ہے عنایت تری

تو ہے یکتا، نہیں کوئی ثانی ترا، تجھ سا ہے اور نہ ہوگا کوئی دوسرا
وحدہٗ لاشریک اک تری ذات ہے اور ہر چیز پر ہے حکومت تری

چاند، سورج، ستاروں میں تو نور ہے تو کبھی عکسِ افشاں سرِ طور ہے
اک جھلک میں ہی بس ہوش گم ہو گئے، کوئی موسیٰؑ سے پوچھے جلالت تری

تو نے جنت عطا کی تھی ہم کو مگر، ہم نے دوزخ بنایا عمل سے اسے
پھر بھی شفقت تری شاملِ حال ہے، ہے یہ رحمت تری، ہے یہ عظمت تری

جب قیامت کے دن حشر ہوگا بپا، تیرے محبوب کے ساتھ آؤں گی میں
ہے گنہگار بے شک شبانہؔ مگر جاگزیں اس کے دل میں محبت تری

شبانہ نذیر، نئی دہلی

محبتوں کا صلہ بے مثال رکھتا ہے
وہ میرا مجھ سے زیادہ خیال رکھتا ہے

گو میرے حیطۂ ادراک میں نہیں آتا
مگر وہ دل سے تعلق بحال رکھتا ہے

میں سرد و گرم زمانے کے جھیل لیتا ہوں
وہ موسموں کو مرے حسبِ حال رکھتا ہے

نظامِ عالمِ امکاں سے آگہی کے لیے
وہ طرحِ نو میں بنائے زوال رکھتا ہے

شکستِ حربۂ بوجہل و لہب کے لیے
وہ شہرِ سنگ میں آئینہ ڈھال رکھتا ہے

شعورِ حرفِ سخن سے نواز کر مجھ کو
وہ میرا طرزِ تکلم بحال رکھتا ہے

شبیر آصف، مالیگاؤں

کیا ہے جس نے جہاں کو پیدا، وہی خدا ہے، وہی خدا ہے
جو سب سے برتر، جو سب سے بالا، وہی خدا ہے، وہی خدا ہے

زمیں کے ذرّے، فلک کے تارے، حسین جلوے، حسیں نظارے
سبھوں میں جس کا ظہور پایا، وہی خدا ہے، وہی خدا ہے

جدھر سے دیکھوں اُسی کے جلوے، وہی عیاں بھی، وہی نہاں بھی
ہے جس کا ہر شے میں نور پھیلا، وہی خدا ہے، وہی خدا ہے

امیر ہو یا فقیر کوئی اُسی کے در کے ہیں سب بھکاری
جو پوری حاجت ہے کرنے والا، وہی خدا ہے، وہی خدا ہے

اُسی کی نکہت گل و ثمر میں، وہی شجر میں، وہی حجر میں
جو بحر و بر میں بھی ہے ہویدا، وہی خدا ہے، وہی خدا ہے

جو پوری کرتا ہے رحمتوں سے تمام خلقت کی خواہشوں کو
بغیر مانگے بھی جو ہے دیتا، وہی خدا ہے، وہی خدا ہے

چراغِ ایماں جلا کے تم بھی بساؤ شبّیرؔ اُس کو دل میں
ہے جس کے دم سے سدا اُجالا، وہی خدا ہے، وہی خدا ہے

شبیر ابروی، کلکتہ

زمان و زمیں میں اسے میں نے پایا
مکان و مکیں میں اسے میں نے پایا

زمانہ اسی کا بنایا ہوا ہے
کہاں اور کہیں میں اسے میں نے پایا

اسی کے اوامر اسی کے نواہی
کہ ہاں میں نہیں میں اسے میں نے پایا

وہی سب کا مسجود سب اس کے ساجد
چمکتی جبیں میں اسے میں نے پایا

شکستہ ہیں تشکیک کے بند سارے
کہ ناقدؔ یقیں میں اسے میں نے پایا

شبیر ناقد، پاکستان

تری ذات اعلیٰ ہے اے خدا! تری شان جل جلالہٗ
کوئی اور تجھ سا نہ دوسرا، تری شان جل جلالہٗ

ہے ترا وجود ہی چار سو کہ تمام شے میں ہے تو ہی تو
کہیں کچھ نہیں ہے ترے سوا، تری شان جل جلالہٗ

تجھے کیا کوئی بھی سمجھ سکے کہ تو عقل وفہم سے ہے پرے
ہے تجھے دوام، تجھے بقا، تری شان جل جلالہٗ

ترے رنگ و بو ہیں چمن چمن، ترا ذکرِ پاک دہن دہن
ہے تمام لب پہ یہی صدا ، تری شان جل جلالہٗ

یہ پہاڑ و دشت و یہ بحر و بر یہ جو آسماں ہے وسیع تر
سبھی کر رہے ہیں تری ثنا، تری شان جل جلالہٗ

ہوا مجھ سے کوئی گناہ جب نہیں مجھ پہ ٹوٹا ترا غضب
ترے رحم کی نہیں انتہا، تری شان جل جلالہٗ

شرافت حسین شرافت، امبیڈکر نگر

وجود اُس کا ہے مشک و گلاب سے ظاہر
یہ جگمگاتے ہوئے ماہتاب سے ظاہر

جو اُس کے حکم سے روشن ازل سے ہے اب تک
حریفِ ظلمتِ شب آفتاب سے ظاہر

نسیم، برق، شرر، بادِ تند و قوسِ قزح
شفق، نجوم، خلا و سراب سے ظاہر

ہر ایک لفظ میں کونین جذب ہے جس کے
اُسی مقدس و اطہر کتاب سے ظاہر

بہشت و دوزخ و قہر و جلال، حور و ملک
جزا، سزا و ثواب و عذاب سے ظاہر

منی و علقہ و مضغہ کی پرورش سے عیاں
ضعیفی، طفلی و عہدِ شباب سے ظاہر

یقیں نہ آئے کسی کو تو ہوگا وہ ساحلؔ
بروزِ حشر حساب و کتاب سے ظاہر

شرف الدین ساحلؔ، ناگ پور

ابتدا تو ہے، انتہا تو ہے
ذرّے ذرّے سے رونما تو ہے

ہفت اقلیم تیرے زیرِ نگیں
لائقِ حمد اور ثنا تو ہے

عجب اندازِ دل نشینی ہے
میرے دل میں چھپا ہوا تو ہے

نامرادوں کا اک مراد ہے تو
بے سہاروں کا آسرا تو ہے

کُلِ شئ محیط ذات تری
کو بہ کو تو ہے، جا بہ جا تو ہے

تیری مرضی پہ فیصلہ میرا
نیک و بد میرا جانتا تو ہے

شرف یابی پہ ہے شرفؔ نازاں
شرف انساں کو بخشتا تو ہے

شرف کمالی، کولھاپور

تجھے ڈھونڈا میں نے کہاں کہاں، تری شان جل جلا لہٗ
ملے مجھ کو صرف ترے نشاں، تری شان جل جلا لہٗ

ترے جلوے کون ومکاں میں ہیں، ترے نقش ارض وسما میں ہیں
تو عیاں بھی ہو کے رہا نہاں، تری شان جل جلا لہٗ

یہ ہوا، پہاڑ، یہ ندیاں، یہ مہر و ماہ، یہ گلستاں
تری رحمتوں کے ہیں یہ نشاں، تری شان جل جلا لہٗ

تری رحمتیں بھی ہیں بے کراں، ہیں عذاب بھی ترے بے کراں
تو ہی مہرباں، تو ہی قہرِ جاں، تری شان جل جلا لہٗ

نہ تو مجھ میں اتنا شعور ہے نہ زباں پہ اتنا عبور ہے
جو صفات تیرے کروں بیاں، تری شان جل جلا لہٗ

تو جو چاہے دنیا سنوار دے، تو جو چاہے پل میں اُجاڑ دے
تو ہی صرف قادرِ دو جہاں، تری شان جل جلا لہٗ

نہ تو تیرا کوئی شریک ہے، نہ تو تیرا کوئی حریف ہے
ترے ماتحت میں ہیں کُل جہاں، تری شان جل جلا لہٗ

شفیق آکوٹوی، چھنڈوارہ

زمیں سے آسمانوں تک حکومت تیری ہے ربی
جدھر جائیں، جہاں دیکھیں وہ قدرت تیری ہے ربی

کرم سے تیرے زندہ ہیں یہ جن و انس اور حیواں
ہے جو بھی ان میں خوبی وہ عنایت تیری ہے ربی

ہمالہ کی بلندی کیا، فلک کی بھی ہے رفعت کیا
گمان و وہم سے بھی آگے عظمت تیری ہے ربی

ترے آگے تو فرعونوں کی طاقت بھی نہ کام آئی
عجب قدرت ہے تیری اور طاقت تیری ہے ربی

فرشتے کیا، پیمبر بھی ہیں محتاجِ کرم تیرے
عجب جاہ و جلال و شان و شوکت تیری ہے ربی

یہ سیم و زر، یہ تخت و تاج، یہ قصرِ سلیمانی
جسے چاہے عطا کر دے یہ دولت تیری ہے ربی

سرِ تسلیم خم کر کے یہ کہتا ہے ترا شایاںؔ
مری جو بھی عبادت ہے عنایت تیری ہے ربی

شفیق الدین شایاںؔ، کلکتہ

تری ذات سب سے الگ ہے، جدا ہے
تو ہی ابتدا ہے، تو ہی انتہا ہے

رگ و پے میں جاری یہ حمد و ثنا ہے
میں بندہ ہوں تیرا، تو میرا خدا ہے

نگاہوں میں تیری سبھی ایک سے ہیں
کرم سب پہ تیرا، تری ہی عطا ہے

چھپاتا ہے تو ہی معائب ہمارے
تجھے غیب کی سب خبر ہے، پتا ہے

کوئی لاکھ دنیا میں سکہ جمائے
مقدر میں ہر اک کے لکھا فنا ہے

کسی کی بھی چلتی نہیں اپنی مرضی
وہی ہوتا ہے جس میں تیری رضا ہے

نبیؐ آخری بھیج کر تو نے مولا،
شکیلِ حزیں پر بھی احساں کیا ہے

شکیل احمد شکیل، برن پور

کہیں کوئی ہے جو نبضِ دنیا چلا رہا ہے، وہی خدا ہے
جو ہو کے غائب کمال اپنے دکھا رہا ہے، وہی خدا ہے

اندھیری راتوں کے آنچلوں میں جو جھلملاتا ہے نور بن کر
جو چاند تاروں سے آسماں کو سجا رہا ہے، وہی خدا ہے

سحر کی مہکی ہوئی فضا میں سنہرے سورج کا تاج پہنے
جو وادیوں پہ گلوں کی چادر بچھا رہا ہے، وہی خدا ہے

یہ چہچہاتے ہوئے پرندے عبادتوں میں ہیں جس کی شامل
درخت سجدے میں جس کے سر کو جھکا رہا ہے، وہی خدا ہے

غذائیں پہنچا رہا ہے گہرے سمندروں میں جو مچھلیوں کو
چمکتے موتی جو سیپیوں میں بنا رہا ہے، وہی خدا ہے

جو بن کے بادل زمیں پہ برسے، زمیں کو سینچے، اُگائے سبزے
جو کچی فصلوں کو دھوپ بن کر پکا رہا ہے، وہی خدا ہے

کبھی پہاڑوں کی چوٹیوں سے، کبھی سمندر کے ساحلوں سے
بغیر بولے جو اپنی جانب بلا رہا ہے، وہی خدا ہے

شکیل اعظمی، ممبئی

یہ زمیں، آسماں ترے صدقے
میں ہی کیا دو جہاں ترے صدقے

ہر نفس، ہر خیال تجھ پہ نثار
ہر نظر، ہر زباں ترے صدقے

خلوتِ حسن شش جہت کی قسم
بزمِ کون و مکاں ترے صدقے

ہے قیامت کا انتظار ہنوز
دل کی بے تابیاں ترے صدقے

نقش ہے لوحِ دل پہ تیرا کلام
رحمتِ جاوداں ترے صدقے

حور و جن و ملک کو کیا کہیے
ابنِ آدمؑ کی جاں ترے صدقے

رنگ و بو میں اُلجھ سکا نہ شکیلؔ
جلوۂ لامکاں ترے صدقے

شکیل بدایونی

تو خالقِ ازل ہے، تو پروردگار ہے
دنیا ترے کرم سے حسیں شاہکار ہے

تیری عطا ہوئی تو مجھے زندگی ملی
آنکھوں کو دیکھنے کے لیے روشنی ملی
میرا وجود بس ترا منت گزار ہے
تو خالقِ ازل ہے، تو پروردگار ہے

تو نے نظر نواز نظارے دیئے ہمیں
گل بوٹے، سبزہ، چاند ستارے دیئے ہمیں
ہر حسن تیرے حسن کا آئینہ دار ہے
تو خالقِ ازل ہے، تو پروردگار ہے

میں تیری عظمتوں کا کہاں تک بیاں کروں
کم ہی رہے گا وہ تو جہاں تک بیاں کروں
میں صرف تیرا بندہ ہوں تو کردگار ہے
تو خالقِ ازل ہے، تو پروردگار ہے

شکیل جے پوری

تو نے ہی پیدا کیا ہے یہ جہانِ رنگ و بو
تیرے ہی جلوے نظر آتے ہیں مجھ کو چار سو

ذکر تیرا جب بھی یارب! بزمِ گیتی میں چھڑا
یوں ہوا محسوس جیسے سامنے ہے سب کے تو

عزت و ذلت کا مالک ہے تو ہی پروردگار
جس کو چاہے کر دے رسوا، چاہے کر دے سرخرو

تیرے ہی تابع زمین و آسماں کے ہیں نظام
گردشِ شام و سحر کو زندگی دیتا ہے تو

تیری رحمت مہرباں ہوتی ہے جس کی پیاس پر
بادۂ عرفاں سے بھر دیتا ہے تو اُس کا سبو

میری سانسوں پر ترا احساں ہے اے ربِ کریم!
میرے جسم و جاں میں بہتا ہے ترے دم سے لہو

وصف تیرا کیا بیاں کرتا شکیلِؔ ناتواں
بندۂ ناچیز کی رکھ لی ہے تو نے آبرو

شکیل گونڈوی، کلکتہ

تو خدا ' ہے ربِ کریم ہے، تری شان جل جلا لہٗ
تو شفیق ہے، تو کریم ہے، تری شان جل جلا لہٗ

ترا نام ربِ غفور ہے، تو ازل سے مولا! ہے تا ابد
تو جدید ہے، تو قدیم ہے، تری شان جل جلا لہٗ

ترے دم سے لیل ونہار ہے، ترے دم سے فصلِ بہار ہے
ترے دم سے بادِ نسیم ہے، تری شان جل جلا لہٗ

تری ہے زمیں، ترا آسماں، ترے ہیں نجوم یہ کہکشاں
کہ ترا ہی عرشِ عظیم ہے، تری شان جل جلا لہ

جسے چاہے مار دے تو خدا، ترے ہاتھ میں ہے فنا بقا
تو طبیب ہے، تو حکیم ہے، تری شان جل جلا لہٗ

یہ شکیلؔ تیرا تھا بے خرد، اسے تو نے عقل کی دی سند
تو عقیل ہے، تو فہیم ہے، تری شان جل جلا لہٗ

شکیل نبی نگری، ہوڑہ

مہینے سال اور برسوں نہ کچھ ایام رکھا ہے
ملی ہے قلب کو راحت، زباں پر نام رکھا ہے

دعا میں استعانت، استغاثہ کا رکھا پہلو
کہ میں نے یاد ہر لمحہ خدا ہر گام رکھا ہے

تو ہی ہے لائقِ حمد وثنا اے خالقِ عالم!
ہراک ذی روح نے لب پر ترا ہی نام رکھا ہے

ترے ہی حکم کی محتاج ہے خلقت خدایا! بس
ستوں بھی ہے نہیں کوئی، فلک کو تھام رکھا ہے

پڑی جس پر پریشانی چنا تیرا نہیں ثانی
فنائے دہر میں اُس کا بڑا ہی نام رکھا ہے

تو ہی رزاق میرا ہے، رضا سے آئی ہوں تیری
کہ بعدِ مرگ جنت کا مجھے انعام رکھا ہے

مری عظمت میں، رفعت میں اضافہ کر دیا تو نے
اماں بچوں کو دے دی پھر تو جنت نام رکھا ہے

شگفتہ حبیب، نئی دہلی

رنج ہو یا شادمانی، اے خدا، تیری عطا
موت ہو یا زندگانی، اے خدا، تیری عطا

تو نے ہی پھولوں پہ شبنم کے سجائے ہیں گہر
اور کلیوں کی جوانی، اے خدا، تیری عطا

صحرا کے ہر ذرّے میں تو نے ہی ڈالی ہے رمق
سارے دریا کی روانی، اے خدا، تیری عطا

چاندنی کی نرم ٹھنڈک اور سورج کی تپش
تاروں کی یہ ضوفشانی، اے خدا، تیری عطا

آسماں کو بن ستونوں کے کھڑا تو نے کیا
سبزے کی چادر سہانی، اے خدا، تیری عطا

تیری قدرت کا کرشمہ بچوں کی میٹھی ہنسی
آنکھوں کا نمکین پانی اے خدا، تیری عطا

تجھ سے ہی قائم ہے اب تک اس قلم کی آبرو
اور غزلؔ کی کامرانی، اے خدا، تیری عطا

شگفتہ یاسمین غزلؔ، کلکتہ

ہے عالمِ ہست و بود تیرا
سدا سے مولا وجود تیرا

منزہ و لاشریک ہے تو
فقط ہے حقِ سجود تیرا

تو غیب ہے، غیب داں بھی تو ہے
ہے ذرّہ ذرّہ شہود تیرا

ہے کن فکاں تیری شان یارب
نظامِ بست و کشود تیرا

ثنا ہے آبِ رواں کے لب پر
ہے پتا پتا حمود تیرا

ہے محوِ تقدیس ہر تنفس
دل و نظر میں درود تیرا

صدفؔ کو توفیقِ حمد بخشی
یہ لطف تیرا یہ جود تیرا

شمائلہ صدف، فیصل آباد، پاکستان

لیتے ہی نام رب کا ہوئی تیرگی تمام
ہر سمت جگمگانے لگی روشنی تمام

دنیا کی بادشاہتِ عظمیٰ کا ذکر کیا
ربِ قدیر تجھ پہ ہر اک خسروی تمام

جن و بشر، ملائکہ، غلمان و حور کیا
ان سب کی تیرے آگے خدا! برتری تمام

پھر بھی نہ ہو سکا تری رحمت کا حق ادا
حالاں کہ بندگی میں ہوئی زندگی تمام

تاروں کی، کہکشاں کی کہ خورشید و ماہ کی
نورِ خدا کے آگے ہر اک روشنی تمام

اللہ! صرف تیری ہی ہستی ہے لازوال
ہر چیز کائنات کی ہو جائے گی تمام

کرتا عطا نہ تجھ کو خدا گر شعور و عقل
ہو جاتی پھر تو شمسؔ تری شاعری تمام

شمس افتخاری، ہوڑہ

ہر ذرّے میں ہے جلوہ نما ربنا کریم
ہر شکل میں ہے عکس ترا ربنا کریم

سب کچھ تو جانتا ہے مرا ربنا کریم
کچھ بھی نہیں ہے تجھ سے چھپا ربنا کریم

میں اور تجھ سے حرفِ گلہ ربنا کریم
ہر حال میں ہے شکر ترا ربنا کریم

لا تقنطو پہ آج بھی ایمان ہے مرا
میں ہوں اُٹھائے دستِ دعا ربنا کریم

بس یہ زبانِ دل ہے، مرے پاس کچھ نہیں
سمجھے گا کون تیرے سوا ربنا کریم

شمس فریدی

صبح صبح روشن ہے، رات رات روشن ہے
اے خدا! دو عالم میں تیری ذات روشن ہے

ڈال ڈال روشن ہے، پات پات روشن ہے
تیرے دم سے پھولوں کی کائنات روشن ہے

تو نے کس سیاہی سے لکھ دیا ہے قرآں کو
حرف حرف روشن ہے، بات بات روشن ہے

صبح کے اُجالوں میں نور ہے ترا شامل
اور شب کی آنکھوں میں اک حیات روشن ہے

قدسیانِ عرشی بھی چومتے ہیں آ آ کر
جب سے اے شمیم انجم! لب پہ نعت روشن ہے

شمیم انجم وارثی، گارولیہ

ہے معبود، ربِ علا ہے خدا
سزا وارِ حمد و ثنا ہے خدا

بتائے کوئی کیا کہ کیا ہے خدا
اُجالا ہے، ضو ہے، ضیا ہے خدا

ہر اک شے میں ہے اُس کا اپنا وجود
ہر اک شے کے اندر چھپا ہے خدا

وہ رکھتا نہیں ہے سراپا کوئی
خد و خال سے ماورا ہے خدا

اسی کوزۂ جاں میں ہے وہ مقیم
اسی دل کے اندر بسا ہے خدا

چھپائیں بھلا اُس سے کس راز کو
ہر اک بات تو جانتا ہے خدا

زمیں سے فلک تک ہے پھیلا ہوا
یہاں اور وہاں بس خدا ہے خدا

شمیم فاطمہ، پاکستان

اہلِ ایمان کا جب دیدۂ نم جاگتا ہے
میرے اللہ! ترا رحم و کرم جاگتا ہے

یہ غلامانِ محمدؐ پہ عنایت ہے تری
نرغۂ کفر میں ان کا دم وخم جاگتا ہے

سر اُٹھانے کی بھی مہلت نہیں دیتے دشمن
پھر سے اسلام بصد جاہ وحشم جاگتا ہے

زور باطل کا مٹانے کو جو بخشا تو نے
ملّتِ احمدِ مرسلؐ کا قلم جاگتا ہے

ہم گناہوں میں ملوث ہیں تجھے بھولے ہیں
تو ہے غفار تو ہم سب کا بھرم جاگتا ہے

ہم سوالی ہیں، مگر سوئے ہوئے ہیں اللہ!
تو ہے رحمٰن کہ مائل بہ کرم جاگتا ہے

یہ گنہ گار، سیہ کار، ریا کار شمیمؔ
عفو کی آس میں بادیدۂ نم جاگتا ہے

شمیم ہاشمی

بدن کا گرم ہے جنگل ترے حوالے سے
اُڑان بھرتا ہے بادل ترے حوالے سے

ہے گود آج بھی پیاسی کسی سہاگن کی
زمیں تو ہوگئی جل تھل ترے حوالے سے

یہ مانتا ہوں ہوا کے سوا نہیں کوئی
صدائیں دیتی ہے چھاگل ترے حوالے سے

وہ امتحاں تھا کہ رخسار تک ڈھلک آیا
کسی کی آنکھ کا کاجل ترے حوالے سے

سنبھالا یوں تو بہت، پر سنبھل نہیں پایا
کہ اپنا دل ہوا چنچل ترے حوالے سے

شمیم قاسمی، پٹنہ

کیا وصف ہو بیاں تری ذات و صفات کا
حقا کہ کردگار ہے تو کائنات کا

راحت رسانِ خلق ہے تیرے بغیر کون
حلال کو کون تیرے سوا مشکلات کا

بے مثل آفتاب جہاں تاب ہے، مگر
ذرّہ ہے ریگِ رہ بھی تری کائنات کا

تیرا مقام ہے حدِ ادراک سے بلند
تیرے لیے حدود ہے کیا شش جہات کا

بے دیکھ مانتے ہیں تجھے اپنا کردگار
حدِ یقیں میں دخل نہیں ممکنات کا

شمس و قمر بنائے ہیں کب تو نے بے سبب
یہ دن کا پاسباں، وہ نگہبان رات کا

بے شک ہر ایک پر تری رزاقیت ہے عام
بندہ ہو تیرا یا ہو پجاری منات کا

شوق بنگلوری

سازِ دل بھی حمد ہے، سوزِ نہاں بھی حمد ہے
دل ہے گر زندہ تو پھر آہ و فغاں بھی حمد ہے

ہم نفس یہ دل کی دھڑکن ہی نہیں مصروفِ حمد
سن ذرا یہ گردشِ سیارگاں بھی حمد ہے

حمد میں مشغول ہے سارا جہانِ آب و گل
شورِ دریا اور سکوتِ آسماں بھی حمد ہے

حمد ہے اک اک نظارہ چشمِ روشن کے لیے
لفظ جب خاموش ہوں دل کی زباں بھی حمد ہے

دین اور دنیا کی منزل ایک ہو جائے اگر
کارِ دل بھی حمد ہے اور کارِ جاں بھی حمد ہے

شوکت عابدؔ، پاکستان

سرِ زمیں کیا، پسِ فلک بھی نظام اُس کا
ہر اک مکاں اور لا مکاں میں قیام اُس کا

یہ پھول، خوشبو، یہ بہتا دریا، یہ ماہ و انجم
زمین سے آسمان تک کُل نظام اُس کا

اُسی کی قدرت، اُسی کی عظمت کے سب مظاہر
کلیم اُس کا ہے، طور اُس کا، کلام اُس کا

اُسی کی تخلیق رات کے دل نشیں نظارے
جمالِ صبحِ طرب نشاں، رنگِ شام اُس کا

قدیر بھی وہ، کبیر بھی وہ، عظیم بھی وہ
تمام ناموں سے پہلے آتا ہے نام اُس کا

اُسی کی قدرت میں ہے تنفس کی آمد و شد
وہی ہے مالک، نظامِ جاں ہے تمام اُس کا

وہ وحدہٗ لا شریک ہے، بے بدل ہے یعنی
نہیں ہے شہبازؔ! کوئی قائم مقام اُس کا

شہباز ندیم ضیائی، دہلی

اللہ کے ظہور کا جس جا سفر نہیں
دنیا و دیں میں ایسی کوئی رہ گذر نہیں

انسان کیا حدودِ الٰہی کو چھو سکے
کب تک جیے گا اُس کو تو اتنی خبر نہیں

ایسا ہے لا مکان کہ ہر جا مکین ہے
کس جا خدا کی ذات کہو جلوہ گر نہیں

بے شک خدا کی ذات کو انساں پہ ناز ہے
واقف خود اپنی ذات سے لیکن بشر نہیں

کعبہ بنا دیا ہے نشانی کے طور پر
کہتا ہے کون اُس کا زمانے میں گھر نہیں

شہزادؔ! کچھ چھپائے چھپایا نہ جائے گا
ایسا خبیر وہ ہے تجھے کچھ خبر نہیں

شہزاد زیدی

صبحِ دم جب کسی طائر کی صدا آتی ہے
لب پہ بے ساختہ بس حمدِ خدا آتی ہے

پھرنے لگتے ہیں مری آنکھ میں میزاب وحطیم
یاد جب صحنِ مقدس کی فضا آتی ہے

کوئی فن اور ہنر پاس نہیں ہے میرے
تیرے محبوب کی بس حمد و ثنا آتی ہے

مشکلیں جب کہیں آتی ہیں سرِ راہِ حیات
دست گیری کو وہیں تیری عطا آتی ہے

ساتھ لے آتی ہے محرابِ حرم کی خوشبو
جب مدینے سے کوئی بادِ صبا آتی ہے

خواہشِ نفس کا شہزاد! چھٹے دل سے غبار
تب کہیں جا کے سمجھ شانِ خدا آتی ہے

شہزادمجددی، پاکستان

اب دشت و سمندر پہ گزر ہو نہیں سکتا
تیرے لیے اتنا سا سفر ہو نہیں سکتا

یہ سوچ کے سجدے میں کبھی سر نہ جھکایا
شاید ترے لائق مرا سر ہو نہیں سکتا

اس دل کو ذرا نور سے سینچوں تو بلاؤں
یہ خانۂ ویراں ترا گھر ہو نہیں سکتا

اک لمحۂ بے خواب میں آنکھیں ہیں مقید
نیندوں کے تغافل کا تو ڈر ہو نہیں سکتا

ہم ضبطِ غمِ ہجر میں پہلے بھی تھے یکتا
لیکن یہ مرادوں کا ثمر ہو نہیں سکتا

کس شے سے میں تمثیل ترے حسن کی چاہوں
تو برق و شرر، مہر و قمر ہو نہیں سکتا

اوصاف ترے نام کے ازبر ہوئے مجھ کو
کیوں میری دعاؤں میں اثر ہو نہیں سکتا

شہناز نبی، کلکتہ

تری یاد وجہِ سکون ہے، ترا ذکر ذکرِ عظیم ہے
رگِ جاں میں تیرا ہی نور ہے، مرے دل پہ نقشِ حریم ہے

تری رحمتوں میں سبھی ہیں تر، یہ قمر، شجر، یہ جن و بشر
تو حبیب سب کا ہے خوب تر، تو ندیم ہے، تو نعیم ہے

جو یہاں نشیب و فراز ہے، تری حکمتوں کا ہی راز ہے
تو ہی ایک بندہ نواز ہے، تو ہی کارساز و حکیم ہے

جو کلام تیرا کلام ہے، انہی آیتوں میں پیام ہے
تری بندگی ہے عزیز تر، تو حکیم ہے، تو کلیم ہے

نہیں درد تجھ سے کوئی چھپا، ترے پاس درد کی ہے دوا
ترے در پہ اپنی جبین ہے، تو حکیم ہے، تو فہیم ہے

تو قریب رہ کے تھا لاپتہ، مجھے مصطفیٰؐ نے پتہ دیا
مجھے وحدہٗ کا سرور ہے، یہ تری عطائے عظیم ہے

شہنواز بانو شاہین، چک منگلور

سب پہ اللہ کی ہے نظر دیکھئے
اُس کے بندے ہیں جن و بشر دیکھئے

یہ بھی اللہ کا ہم پہ احسان ہے
ہم جو قائم ہیں ایمان پر دیکھئے

لب پہ ہے کچھ چھپا، دل میں کچھ اور ہے
لیکن اُس کو ہے سب کی خبر دیکھئے

اُس کو پل بھر نہ ہرگز بھلائے کوئی
سب پہ رکھتا ہے یکساں نظر دیکھئے

اپنے رب کے میں ننانوے نام کا
ذکر کرتی ہوں شام و سحر دیکھئے

کب سے شہنورؔ کو حج کا ارمان ہے
کب بلائے گا وہ اپنے گھر دیکھئے

شہنور حسین شبنم، کلکتہ

هوا حمدِ خدا میں دل جو مصروفِ قلم میرا
الف الحمد جیسا بن گیا گویا قلم میرا

رہے نامِ محمدؐ لب پہ یارب! اوّل و آخر
اُلٹ جائے بوقتِ نزع جب سینہ میں دم میرا

محبت اہلِ بیتِ مصطفٰےؐ کی نورِ برحق ہے
کہ روشن ہو گیا دل مثلِ قندیلِ حرم میرا

دکھائی مجھ کو راہِ شرع اصحابِ پیمبر نے
چراغِ راہ ہے اکرام اصحابِ کرم میرا

کہیں شاہِ نجف کے عشق میں دل میرا ڈوبا تھا
کہ ہے دُرِ نجف ہو کر چمکتا دُرِ یم میرا

رہے گا دانہ افشاں مزرعِ امیدِ بخشش میں
غمِ آلِ نبیؐ سے دانۂ ہر اشک نم میرا

شہِ بغداد کا خطِ غلامی ذوقؔ رکھتا ہوں
نہ کیوں دل اس خطِ بغداد سے ہو جامِ جم میرا

شیخ ابراہیم ذوق

رقم اوصاف رب کے کر رہا ہے
قلم کاغذ پہ سجدے کر رہا ہے

کرم کی ہو رہی ہے عام بارش
زمانہ اس کے چرچے کر رہا ہے

منور نورِ ہستی سے تو یارب!
دلوں کے آبگینے کر رہا ہے

عطا کر کے لقب یٰسین و طٰہٰ
بلند انساں کے درجے کر رہا ہے

اُسے بھی رزق تو دیتا ہے یارب!
خدائی کے جو دعوے کر رہا ہے

جہنم سے ڈراتا ہے اگر تو
تو جنت کے بھی وعدے کر رہا ہے

پرندہ بیٹھ کے ڈالی پہ ہر دم
ترا ہی ذکر جیسے کر رہا ہے

صابر جوہری، بھدوہی

روز ہی روزی اُنھیں صبح و مسا دیتا ہے کون
پتھروں میں رہنے والوں کو غذا دیتا ہے کون

جس پہ رہتے، چلتے پھرتے ہیں یہ کس کی ہے زمیں
آب و دانہ کون دیتا ہے، ہوا دیتا ہے کون

کون ہے، دیوانوں کو دیتا ہے جو ہوش و خرد
صاحبِ دانش کو دیوانہ بنا دیتا ہے کون

کیسے کر لیتی ہے تو روزانہ دنیا کا سفر
تجھ کو اتنا حوصلہ بادِ صبا! دیتا ہے کون

کس کی ناراضی سے ہو جاتی ہے غارت زندگی
صرف اک لمحے میں سارے غم بھلا دیتا ہے کون

جان داروں کے لیے کھانے میں قوت کس نے دی
لطف پانی میں، ہواؤں میں مزا دیتا ہے کون

کون ہے صابرؔ وہ جو ہے حاکمِ موت و حیات
زندگی دیتا ہے پہلے، پھر قضا دیتا ہے کون

صابر سنبھلی

نئے چراغ، پرانے چراغ بھی تیرے
جو آ رہے ہیں نظر وہ ایاغ بھی تیرے

ہمارے دل کا گلستاں بھی ہے ترا یارب!
جو ہیں بہشت بریں میں وہ باغ بھی تیرے

نظر سے تیری نہیں ہے کوئی بھی شے مخفی
قدم قدم پہ ہیں پھیلے سراغ بھی تیرے

جو تنگیاں ہیں وہ میرا نصیب ہیں یارب!
تمام وسعتیں، سارے فراغ بھی تیرے

مجھے ملی ہیں جو علم و عمل کی سوغاتیں
ہیں اُن کے طاق میں روشن چراغ بھی تیرے

صابر فخر الدین، یادگیر (کرناٹک)

ترے در پہ ہم آئے ہیں، خداوندا خداوندا
تجھی سے لو لگائے ہیں، خداوندا خداوندا

نہیں کوئی ترا ثانی، تو ہے قادر کہ دنیا میں
تری رحمت کے سائے ہیں، خداوندا خداوندا

زمین و آسماں تیرے، طیورِ گلستاں تیرے
سبھی تو نے بنائے ہیں، خداوندا خداوندا

ہر اک دل میں مکیں تو ہے، ہر اک دل کا یقیں تو ہے
یہ ہم بھی آزمائے ہیں، خداوندا خداوندا

تو ہی ظاہر، تو ہی باطن، تو ہی اوّل، تو ہی آخر
کہاں ہم یہ بھلائے ہیں، خداوندا خداوندا

ہمیشہ گونج تیری ہے اذانوں کی صداؤں میں
بھلے رستے دکھائے ہیں، خداوندا خداوندا

حنؔا کی جان بھی تیری، یہ آن و بان بھی تیری
سبھی تجھ پر لٹائے ہیں، خداوندا خداوندا

صابرہ خاتون حنا، ہگلی

تجھ کو سوچوں تو میں اک پیار کا دریا دیکھوں
جس طرف دیکھوں ترا جلوہ ہی جلوہ دیکھوں

دھوپ صحرا کی مرے دل کو جلائے آ کر
عرش سے اُترا ترے پیار کا سایا دیکھوں

ساری دنیا کا تو مالک ہے، کرم فرما ہے
اپنے دامن کو ترے آگے ہی پھیلا دیکھوں

تو ہی محسن ہے مرا اور مسیحا بھی تو
اپنے ہر درد کا میں تجھ میں مداوا دیکھوں

آسمانوں کے چراغوں میں ہے تو ہی روشن
ہر قدم زندگی میں نور کا رستہ دیکھوں

صاحبہ شہریار، نئی دہلی

مصروفیت جہان کی ہے سب تھمی ہوئی
یاد آ گیا خدا تو نظر ہے جھکی ہوئی

لکھے ہیں جس میں آرزو کرنے کے بھی اصول
قرآن وہ کتاب ہے رب کی لکھی ہوئی

بس چاہیے مجھے مرے اللہ کا کرم
ہر راہ میں ہے مجھ کو تو ٹھوکر لگی ہوئی

امید کا چراغ جلائے رکھوں گی میں
پاؤں گی اپنے دل کی کلی میں کھلی ہوئی

کشتی بچائے پھرتی تھی موجوں کی زد سے میں
تیرا خیال آ گیا اور میں سُکھی ہوئی

کس آرزو نے چھین لیے ہوش کے چراغ
تلوار جب بھی دیکھو ہے سر پر تنی ہوئی

کتنے دنوں سے مجھ کو ہدایت نہیں ملی
ہے شیلف میں کتابِ ہدایت سجی ہوئی

صادقہ نواب سحرؔ، رائے گڑھ

مہکی مہکی ہوئی رہ گذر کس کی ہے
ایک خوشبو مری ہمسفر کس کی ہے

یہ جو لمحہ بہ لمحہ مرے ساتھ ہے
ہر نظر سے پرے وہ نظر کس کی ہے

میری ہستی تو تھی ایک سادہ ورق
اس پہ تحریر معجز اثر کس کی ہے

کون منظر بہ منظر ہے چھایا ہوا
اک کشش ہر طرف منتشر کس کی ہے

ننگی شاخوں کو کیں زیب تن خلعتیں
یہ عنایت شجر در شجر کس کی ہے

پل میں صالحؔ کو جو آئینہ کر گئی
غیرتِ شیشہ گر وہ نظر کس کی ہے

صالح بن تابشؔ، مالیگاؤں

کسی کو خواب کسی کو عذاب دیتا ہے
وہ آئے دینے پہ تو بے حساب دیتا ہے

کہیں پہ دور ستاروں کی منزلوں سے پرے
کوئی تو ہے جو شبِ ماہتاب دیتا ہے

وہی تو ہے جو گناہوں کی بخششوں کے لیے
ذرا سی بات پہ ڈھیروں ثواب دیتا ہے

اسی کے ایک اشارے پہ چل رہا ہے جہاں
جو ایک ذرّے کو سورج کی تاب دیتا ہے

اسی کے دستِ ہنر کا کمال ہے سارا
بہار رُت کو جو رنگِ گلاب دیتا ہے

جہاں پہ دستِ دعا راستہ بناتا ہے
وہیں پہ میرا خدا بے حساب دیتا ہے

صائمہ منصور' پاکستان

مری تو نوکری ہے' کاروبار اُس کا ہے
وہ جو کرے سو کرے اختیار اُس کا ہے

وہ بے حساب ہے کیسے اُسے کروں تعداد
اگرچہ ایک عدد میں شمار اُس کا ہے

ملی ہے غیب کے عنوان سے جسے شہرت
مرے تو چاروں طرف اشتہار اُس کا ہے

ہر اک تڑپ کو سلایا تھپک تھپک اُس نے
ہر اضطراب کے اندر قرار اُس کا ہے

خزاں ثبوت ہے اُس کی فراخ دستی کا
تمام فصلِ بہاراں سنگھار اُس کا ہے

کوئی بلا اُسے تسخیر کر نہیں سکتی
ہر اک حصار سے بہتر حصار اُس کا ہے

سراب لوگ ہیں آنکھوں کے سامنے عاصمؔ
جسے نہ دیکھ سکا اعتبار اُس کا ہے

صباحت واسطی عاصمؔ' پاکستان

نشاں اُسی کے ہیں سب اور بے نشاں وہ ہے
چراغ اور اندھیرے کے درمیاں وہ ہے

نمودِ لالہ و گل میں وہی ہے چہرہ نما
شجر شجر پہ لکھا حرفِ داستاں وہ ہے

اُسی کی ذات کے ممنون خد و خالِ حیات
کہ اور کون ہے صورت گرِ جہاں وہ ہے

ہر اک اُفق پہ اُسی کا دوام روشن ہے
جو شے ہے فانی ہے، بس ایک جاوداں وہ ہے

اُسی کی یاد لہو سے کلام کرتی ہے
ہے جس کے ذکر سے آباد شہرِ جاں وہ ہے

سکوتِ نیم شبی میں پکارتا ہوں اُسے
کہ میں ہوں درد کی شدت، درِ اماں وہ ہے

اُسی کی مدح میں لو دے رہے ہیں حرف صبیحؔ
سخن کا نور ہے وہ، لذتِ بیاں وہ ہے

صبیحؔ رحمانی، پاکستان

ہر طرف تیرا ہی تیرا ہے حضور
چار سو پھیلا ہوا ہو جیسے نور

اے مرے اللہ! تو ربّ العلا
دور تیرے نام سے ہو ہر بلا

سب عطائیں ہیں تری میرے لئے
ساری خوشیاں، سارے غم تو نے دیئے

چاند، تارے، آسماں اور یہ زمیں
تو نے دی سب کو یہ دنیا دل نشیں

تو ہی رب ہے، تو ہی سب کا ہے خلیل
ختم ہے تجھ پر ہی آ کر ہر دلیل

میں نے جب بھی ڈھونڈنا چاہا تجھے
اپنے ہی اندر نہاں پایا تجھے

صبیحہ سنبل، علی گڑھ

خدائے پاک کی تعریف خوب کرتے ہیں
اُسی کو پوجتے ہیں اور اُسی سے ڈرتے ہیں

ہے اُس کی ذات فقط ایک، واحدِ مطلق
اُسی کے نام پہ جیتے ہیں اور مرتے ہیں

دکھائے ہم کو وہی راہ، سیدھی راہ ہمیں
اُسی کے حکم پہ عمریں تمام کرتے ہیں

اُسی کی ذات جو رحمان ہے، رحیم بھی ہے
اُسی کی ذات پہ اُمید ساری کرتے ہیں

ہر ایک شے میں اُسی کا تو نور ہے نسریںؔ
اُسی کی ذات پہ سجدے تمام کرتے ہیں

صبیحہ نسرینؔ، حیدر آباد

رنگ و خوشبو میں ہم نے کیا دیکھا
ہر جگہ اُس کو برملا دیکھا

درد میں، آہ میں بسا دیکھا
گیت کے بول میں گھلا دیکھا

ذات اُس کی ہمیں نظر آئی
نقشِ کہنہ میں جب نیا دیکھا

ظلم کی آندھیاں چلیں جب بھی
دل نے اُس کا ہی آسرا دیکھا

عیش و عشرت میں بھی، طرب میں بھی
حسن کا اُس کے سلسلہ دیکھا

عکس اُس کا بہت ہی واضح تھا
پیڑ میں آم جب لگا دیکھا

پھول جنگل میں بھی صدفؔ ہم نے
اُس کے دم سے کھلا کھلا دیکھا

صدف جعفری، کلکتہ

زمیں بھی تیری ہے اور آسماں بھی تیرا ہے
"یہ فصلِ گل بھی تری، گلستاں بھی تیرا ہے"

عدم، وجود، یقیں اور گماں بھی تیرا ہے
فضائے ارض و سما، لامکاں بھی تیرا ہے

یہ چاندنی کی فضائیں، یہ جگنوؤں کی چمک
اندھیری رات میں روشن سماں بھی تیرا ہے

مفر کہیں بھی نہیں ہے وجود سے تیرے
ترا وجود یہاں بھی، وہاں بھی تیرا ہے

کہیں یقین کی صورت، کہیں گماں کی طرح
اُمید و بیم کا سارا جہاں بھی تیرا ہے

کہیں شمیم کے جھونکے، کہیں پہ صرصر ہے
بھری بہار بھی، دورِ خزاں بھی تیرا ہے

زباں سے ہوتا ہے صدیقؔ کی ادا، لیکن
خیال تیرا ہے، حرفِ بیاں بھی تیرا ہے

صدیق فتح پوری، پاکستان

ہے خار تیرا، گلاب تیرا
یہ دشت و دریا، سراب تیرا

زماں ہے تجھ سے، مکاں ہے تجھ سے
فلک کا ہر اک شہاب تیرا

پہاڑ جل کر ہوا ہے سرمہ
اُٹھا جو رُخ سے نقاب تیرا

اکیلا جب تھا سوال تھا تو
وجود میرا، جواب تیرا

ہلاک ہو جائے کنکروں سے
عجیب تر ہے عذاب تیرا

کوئی لگے پار، کوئی ڈوبے
مساوی سب پر نصاب تیرا

عطا ہو نقویؔ کو سر بلندی
گو بندہ ہے یہ خراب تیرا

صدیق نقوی، اڈونی

ترا دل یہی پکارے یہ مآل ہو ثنا کا
''یہ جہاں بھی ہے خدا کا' وہ جہاں بھی ہے خدا کا''

کوئی شے نہیں جہاں میں جو نہ وقفِ بندگی ہو
کہیں حکم ہے ثنا کا' کہیں حکم ہے وفا کا

وہ ثباتِ زندگی ہے' وہ مماتِ زندگی ہے
جو دیا ہے کام اس کو وہی کام ہے ہوا کا

یہ خدا کی ہے عنایت کہ شفا کی دے اجازت
وہ بڑھے نہ اس سے آگے یہی کام ہے دوا کا

اُنہیں پتھروں سے نسبت' میں ہوں نور کی علامت
اُنہیں آسرا بتوں کا' مجھے آسرا خدا کا

وہ عدیل بھی ہے ایسا' وہ کریم بھی ہے ایسا
کہ جو دن بنا سزا کا وہی دن بنا جزا کا

کٹے رب کی بندگی میں تری زندگی یہ حقّی
یہی وقت ہے ثنا کا' یہی وقت ہے دعا کا

صغیر احمد حقّی' پاکستان

جزا و عزت و اکرام بھی رضا تیری
سزا و ذلت و دشنام بھی رضا تیری

میں جانتا ہوں تو ہی تو ہے میرے گرد و پیش
حصارِ گردشِ ایام بھی رضا تیری

میں تھک گیا ہوں' مگر راستہ نہیں بھولا
مجالِ جنبشِ دوگام بھی رضا تیری

مکالماتِ پسِ حرف سے بھی واقف تو
مری زباں پہ ترا نام بھی رضا تیری

ترا ہی اذن ہے طوفانِ باد و باراں بھی
اور اہتمامِ در و بام بھی رضا تیری

تری رضا ہی سے روشن ستارۂ سحری
بجھا چراغِ سرِ شام بھی رضا تیری

صفدر صدیق' پاکستان

حمد کی شکل میں ثنا لکھنا
بعد پھر اس کے اور کیا لکھنا

وہ علیم و بصیر، النافع
لکھنا خالق اسے خدا لکھنا

معجزہ دیکھنا حروف کا پھر
پہلے کاغذ پہ تم دعا لکھنا

آزمائش قلم کی ہے بے شک
شانِ محبوب کبریا لکھنا

لکھنا منزل خدائے واحد کو
اور محمدؐ کو راستہ لکھنا

اذن جو مل گیا ہے لکھنے کا
مستقل اب یہ سلسلہ لکھنا

کب تھا صفدرؔ گمان میں میرے
حمد یہ اس کی ہے عطا لکھنا

صفدر ہمدانی، لندن

ماہ و خورشید کی یہ راہ گذر تجھ سے ہے
شام بھی تجھ سے ہے، شب تجھ سے، سحر تجھ سے ہے

ورنہ ہستی میں تو سناٹا ہی سناٹا ہے
دل دھڑکنے کی ہے آواز اگر، تجھ سے ہے

پھول میں نکہت و رنگینی و خوشبو تجھ سے
اور غنچے کی چٹکنے میں اثر تجھ سے ہے

نور تجھ سے ہے نمایاں رُخِ آئینہ میں
سینۂ سنگ میں پوشیدہ شرر تجھ سے ہے

آبرو تجھ سے، ہنر تجھ سے، ہے قسمت تجھ سے
دریا تجھ سے ہے، صدف تجھ سے، گہر تجھ سے ہے

سامنے تو ہے، میں ہر وقت مخاطب تجھ سے
مرا یہ دستِ دعا، دیدۂ تر تجھ سے ہے

میں تو ہوں انجمِ بے چاری میں کس قابل ہوں
تو خفا مجھ سے نہ ہو جائے یہ ڈر تجھ سے ہے

صوفیہ انجم تاج، امریکہ

ہر اک شے میں ترا جلوہ، ہر اک شے میں عیاں تو ہے
ترا انکار ناممکن، یقینِ بے گماں تو ہے

سمندر، پیڑ پودے، چاند، سورج، کہکشاں، شبنم
ہر اک شے کا ہے خالق، مالکِ ہر این و آں تو ہے

ہے تیرے حکم سے یارب! نظامِ کُل جہاں قائم
ترے زیرِ نگیں سب، حاکمِ کون و مکاں تو ہے

لگا سکتا نہیں کوئی تری قدرت کا اندازہ
جو صحراؤں کو بھی پل میں بنا دے گلستاں، تو ہے

رسائی ذہنِ انساں کی ہو تجھ تک، یہ نہیں ممکن
تو وہ رازِ نہاں ہے خود ہی جس کا رازداں تو ہے

ہماری حیثیت ذرّے سے بھی بڑھ کر نہیں یارب!
جو قطرے کو بنا دے پل میں بحرِ بے کراں تو ہے

کہے کس سے ضمیرؔ بے نوا حالِ دلِ محزوں
خبر ہر پل کی تجھ کو، واقفِ رازِ نہاں تو ہے

ضمیر یوسف، ہوڑہ

تو فضا میں ہے، تو چمن میں ہے، تری شان کیسے بیاں کروں
تو زمیں پہ ہے، تو گگن میں ہے، تری شان کیسے بیاں کروں

مری شاعری تری دین ہے، ترے حکم سے یہ قلم چلے
تو قلم میں ہے، تو سخن میں ہے، تری شان کیسے بیاں کروں

تری دی ہوئی ہیں یہ نعمتیں، ہو خوشی کہ رنج قبول ہے
تو خوشی میں ہے، تو چبھن میں ہے، تری شان کیسے بیاں کروں

تری حمد کیوں نہ بیاں کروں کہ زباں پہ کیوں نہ ثنا رہے
تو ہی روح میں، تو بدن میں ہے، تری شان کیسے بیاں کروں

ترے بن نہ مجھ کو قرار ہے، یہ ضیاؔ تجھی پہ نثار ہے
تو ہی من میں ہے، تو دہن میں ہے، تری شان کیسے بیاں کروں

ضیاالرحمٰن ضیا، آسنسول

خلوتِ دل ہے تری، قریۂ جاں تیرا ہے
جس میں محفوظ ہوں میں، کُنجِ اماں تیرا ہے

تیری رحمت سے برستا ہے یہاں ابرِ کرم
مسکراتا ہوا یہ باغِ جہاں تیرا ہے

تیرے انوار کے پرتو ہیں یہ خورشید و قمر
میری آنکھوں میں جو روشن ہے سماں، تیرا ہے

تیری قدرت سے ہی جلتے ہیں مسافت کے چراغ
منزلیں تیری، ہر اک سنگِ نشاں تیرا ہے

نقل و حرکت جو ہماری ہے وہ سب تیری ہے
یہ مکیں تیرے ہیں، آباد مکاں تیرا ہے

کون ہے چارہ گرِ زخمِ جگر تیرے سوا
میری تکلیف تری، دردِ نہاں تیرا ہے

مجھ میں روشن ہے جو قندیلِ سخن تیری ہے
مجھ کو حاصل ہے جو اندازِ بیاں تیرا ہے

طارق متینؔ، مونگیر

درد کا درماں، چین کا عنواں اک تو ہی
سب کے خانۂ دل کا مہماں اک تو ہی

تیری ذاتِ لافانی کا کیا کہنا
ذرّے ذرّے میں ہے نمایاں اک تو ہی

باغ بھی تیرے، گل بھی تیرے ہیں مالک!
رکھتا ہے شاداب گلستاں اک تو ہی

غم کی کوئی گنجائش ہو تو کیسے ہو
جب رکھتا ہے دل کو شاداں اک تو ہی

کرنا ہے تا عمر خدایا! مجھ کو طواف
میں پروانہ، شمعِ فروزاں اک تو ہی

بخشی ہے سورج کو تونے تابانی
چاند کو بھی کرتا ہے درخشاں اک تو ہی

ہوتا ہے تاریک دلِ طالبؔ جب بھی
کر دیتا ہے اس میں چراغاں اک تو ہی

طالب صدیقی، کلکتہ

زمیں سے تا بہ فلک انتظام تیرا ہے
زمانے بھر کے لیے فیضِ عام تیرا ہے

ہر ایک چیز پہ جاری ہیں رحمتیں تیری
ہر اک نظام سے اعلیٰ نظام تیرا ہے

زمین کیا ہے، فلک کیا ہے اور شہ رگ کیا
ہر اک مقام پہ یارب! قیام تیرا ہے

ازل سے تو ہی خدا ہے، خدا رہے گا تو ہی
جو مٹ سکا نہ مٹے گا وہ نام تیرا ہے

تری ہی بخشی ہوئی ہے یہ پیاس کی شدت
عطا جو ہوتا ہے لب کو وہ جام تیرا ہے

ثبوت اس کے سوا کیا تری کریمی کا
ہر اک زبان پہ ذکرِ مدام تیرا ہے

کرم کرے گا کوئی کیا ترے سوا مجھ پر
گناہگار یہ طاہرؔ غلام تیرا ہے

طاہر بیگ دہلوی، کلکتہ

میں فنا ہوں، بقا بس تری ذات ہے
لاشریک اے خدا! بس تری ذات ہے

روزِ اوّل بھی تو، روزِ آخر بھی تو
ابتدا، انتہا بس تری ذات ہے

تجھ کو سجدہ روا، تو ہی مختارِ کُل
سب سے برتر خدا! بس تری ذات ہے

تیری قدرت کا قرآن شاہد ہے خود
وقفِ حمد و ثنا بس تری ذات ہے

ساری مخلوق کا تو ہے حاجت روا
وصفِ جود و سخا بس تری ذات ہے

بالیقیں تو نے پیدا کیے دو جہاں
لفظ کن کا صلہ بس تری ذات ہے

تیرا طاہرؔ سراپا گنہگار ہے
پرسشِ غم زدہ بس تری ذات ہے

طاہر حسین طاہرؔ، ناندیڑ

سب سے اعلیٰ، سب سے برتر، عزت والا تو
کوئی نہیں ہے تیرا ہمسر، عظمت والا تو

کہساروں میں، دریاؤں میں، منظر منظر میں
رنگ و نور ہیں تیرے مظہر، نکہت والا تو

میں عاصی ہوں، میں عاجز ہوں، میری کیا اوقات
تو ہی کریمِ حشر ہے داور! شفقت والا تو

دل کی راحت، نورِ نظر کا، تیری عطا ادراک
تو ہی باطن، تو ہی منظر، حکمت والا تو

تاریکی میں راہ دکھائے، منزل پر پہنچائے
تو ہی سجائے ماہ و اختر، رحمت والا تو

ہاتھ ہے تیرے عزت ذلت، بخشے جو چاہے
کر دے مفلس کو بھی تونگر، طاقت والا تو

تو کر دے مخمور فضائیں، دل کر دے مسرور
کیا کیا بخشے بہتر بہتر، نعمت والا تو

طاہر رزاقی، سنبھل

رحمتیں تیری ازل سے تا ابد تسکینِ جاں
اے خدائے برگزیدہ! اے سرورِ جاوداں

آسماں، مہر و قمر، یہ جھلملاتی کہکشاں
سب تجلی سے تری تاباں ہیں نورِ دو جہاں

چار سو گوہر فشانی ہے ترے انوار کی
گرچہ دنیا کے لیے تو سر بہ سر سرِ نہاں

ہر گھڑی ہونٹوں پہ جن وانس کے ہے تیری حمد
روز و شب محوِ ثنا رہتے ہیں سب کر و بیاں

رزق دیتا ہے تو مرغانِ نحیف و زار کو
بے سہاروں کے لیے تیری کریمی آشیاں

راستے سب آ کے مل جاتے ہیں تیری ذات سے
جس طرف بھی رُخ کرے انسانیت کا کارواں

یا رحیم و یا کریم و یا غفور و یا خدا!
رحمتِ باری ہے تیری ایک بحرِ بے کراں

طاہر سعید ہارون، پاکستان

ہے انبیاء کی صدا لا الہٰ الا اللہ
فرشتوں نے بھی کہا لا الہٰ الا اللہ

ہر ایک ذرّے سے آوازِ حمد آتی ہے
یہی ہے شانِ خدا لا الہٰ الا اللہ

علاجِ قلبِ حزیں ذکرِ رحمتِ باری
سکونِ دل کی دوا لا الہٰ الا اللہ

یہ تیرگی کی فضائیں بھی چھٹ ہی جائیں گی
ہے تیرہ شب میں ضیا لا الہٰ الا اللہ

مسرتوں کا سمندر ہے، نور کی لہریں
ہے رحمتوں کی فضا لا الہٰ الا اللہ

جو لمحے صحنِ حرم میں ہمارے گزرے تھے
ہمارے لب پہ رہا لا الہٰ الا اللہ

مصفا کرتا ہے قلبِ سیاہ کو طاہرؔ
ہے مردہ دل کی جِلا لا الہٰ الا اللہ

طاہر سلطانی، پاکستان

سکونِ قلب و مداوائے رنج و غم کے لیے
کہوں میں حمدِ خدا بخشش و کرم کے لیے

ادب سے مانگتے رہیے دعا کرم کے لیے
سلیقہ چاہیے اظہارِ کرب و غم کے لیے

فقط تو ہی تو سزاوارِ حمد ہے یارب!
ہے کون جو نہیں جویا ترے کرم کے لیے

تری ثنا میں سبھی کچھ تو لکھ گئے ہیں لوگ
کہاں سے لاؤں نئی بات میں قلم کے لیے

یہ میرا دل کہ جو ہے جلوہ گاہِ حسنِ ازل
کہیں جگہ نہیں اس میں کسی صنم کے لیے

زمانہ ہو گیا یارب! طوافِ کعبہ کو
تڑپ رہا ہے یہ دل پھر ترے حرم کے لیے

ہماری فکر سراسیمہ رہتی ہے شب و روز
کبھی وجود کی خاطر، کبھی عدم کے لیے

طفیل احمد مدنی، دہلی

مری زمیں کا، مرے آسماں کا مالک تو
مری حیات کے سود و زیاں کا مالک تو

ہر ایک راہ ترے ہی یقیں سے روشن ہے
مرے خیال کے وہم و گماں کا مالک تو

ترے ہی فضل سے ہر لفظ ہے مرا روشن
مرے قلم، مری فکر و بیاں کا مالک تو

ترے اشارے سے چلتا ہے موسموں کا نظام
وصال و ہجر کی ہر داستاں کا مالک تو

جو تو نہ چاہے تو میں سانس لے نہیں سکتا
ہے میری موت کا اور میری جاں کا مالک تو

تو ہی اُجالا بھی دیتا ہے تیرگی بھی مجھے
مرے چراغ کا، میرے دھواں کا مالک تو

بغیر تیری رضا کے ہیں سارے امر محال
ظفؔر کے سارے متاع و زیاں کا مالک تو

ظفر اقبال ظفر، فتح پور

تری جستجو میں ہو سر بہ سر
مری ساری عمر کا یہ سفر

نہ سمجھ سکا ہے کوئی بشر
تری ذات ہے وہ عظیم تر

ترا نور دونوں جہان میں
تو کہاں کہاں نہیں جلوہ گر

کوئی چیز تجھ سے خفی نہیں
تری ذرّے ذرّے پہ ہے نظر

تری رفعتوں کو نہ چھو سکا
کوئی فلسفی، کوئی دیدہ ور

ظفراللہ عاصی، برطانیہ

وہ مرا رب، مرا خدا سب کچھ
میں تو اُس کا ہوں، وہ مرا سب کچھ

ہے سبھی کچھ اُسی کے قبضے میں
آگ، مٹی، ہوا، گھٹا سب کچھ

لفظِ کُن سے یہ کائنات بنی
کُن کہا اُس نے، ہو گیا سب کچھ

کام سارے ہماری مرضی کے
ہے اُسی کی مگر رضا سب کچھ

میں کسی اور سے نہ کچھ مانگوں
مجھ کو اُس نے کیا عطا سب کچھ

چھین لیں جب بلندیاں اُس نے
یاد آیا کہ ہے خدا سب کچھ

جان لیجے نہیں کوئی کچھ بھی
مان لیجے ظفرؔ! خدا سب کچھ

ظفرؔ کلیمؔ، ناگ پور

روشن جبینِ صبح پہ جس کا جمال ہے
رخسارِ شام پر بھی اُسی کا گلال ہے

ہر شے ہی اس جہاں کا بقیدِ زوال ہے
صرف ایک تو ہی لم یزل و لا یزال ہے

محرم ہو اُس کی ذاتِ مقدس کا کوئی کیا
مخلوق سے بھی جس کی، تعارف محال ہے

تیری ہی حکمتوں سے ہے آفات کا نزول
کمزور و ناتواں کے لیے تو ہی ڈھال ہے

کُن اُس کا مشغلہ، فیکون اُس کا شوقِ پاک
وہ ربِ کائنات، وہی بے مثال ہے

آخر کہاں کہاں اُسے دیکھوں کہ ہر طرف
ظاہر اُسی کے نور کا عکسِ جمال ہے

توفیق تو نہ دے تو لکھے حمد کیا ظفرؔ
لفظوں پہ دسترس نہ گرفتِ خیال ہے

ظفر مراد آبادی، دہلی

نسترن، جوہی، چنبیلی، گل و لالہ تیرا
یعنی ہر شے میں نظر آتا ہے جلوہ تیرا

یہ سمندر، یہ چمن، اور یہ صحرا تیرا
تیری قدرت کا کرشمہ ہے ہمالہ تیرا

تیری برسات نے پودوں کو نئی جاں بخشی
مور بھی شاخ پہ گانے لگا نغمہ تیرا

تیرا جلوہ تو ہر اک شے سے عیاں ہوتا ہے
دُرِ نایاب، یہ مرجان، یہ ہیرا تیرا

کتنے رنگوں سے گلوں کو بھی سجایا تو نے
تتلیوں میں نظر آتا ہے کرشمہ تیرا

ہر طرف تیرے ہی انوار کے پرچم ہیں بلند
کیا کیا دیکھے گا نگاہوں سے یہ بندہ تیرا

پاس اتنا کہ رگِ جاں سے ظفرؔ ہے وہ قریب
اور دنیا میں کسی سے نہیں ناتا تیرا

ظفر مرزاپوری

تو ہے مہرباں جو مجھ پر، مجھے خوف کیا سزا کا
ہے مجھے یقینِ کامل اے خدا! تری عطا کا

تجھے اختیار ہے یہ اُسے بھیک دے کہ نہ دے
کرے التجا وہ تجھ سے یہی کام ہے گدا کا

تری شان میرے مالک! ہے ہر ایک شے سے ظاہر
یہ جہاں ہے عکسِ رنگیں ترے حسنِ جاں فزا کا

میں نے کی ہزار کوشش کہ بیان کر سکوں میں
ادا حق نہ کر سکا میں مرے رب! تری ثنا کا

رہِ زیست میں مسلسل جو قدم رواں ہیں میرے
یہ ثبوت ہے خدایا! تری رحمت و عطا کا

مرا ہر عمل خدایا! ہو خلوص سے عبارت
مری نیکیوں میں ہرگز نہ ہو نام تک ریا کا

اے کلیم! تم نے دیکھا سرِ طور تھا جو جلوہ
یہ ظہیرؔ منتظر ہے اُسی جلوۂ خدا کا

ظہیر احمد ظہیرؔ، پاکستان

کچھ بھی نہیں جہاں میں ہمارا ہے اے خدا
بس ہر طرف ترا ہی نظارا ہے اے خدا

تیرا ہی آسرا ہے دلِ ناصبور کو
تو ہی شکستہ جاں کا سہارا ہے اے خدا

روشن زمیں ہے، تا بہ فلک جس سے کائنات
تو روشنی کا ایسا منارا ہے اے خدا

موجِ حوادثات نے گھیرا تو ہے، مگر
کشتی ہے تیری، تیرا کنارا ہے اے خدا

تو ہی غموں کی دھوپ میں سایہ فگن رہا
دل دار تو ہے، تو ہی دل آرا ہے اے خدا

عصیاں کا بار سر پہ ہمارے تو ہے، مگر
بندوں کو تیرے تیرا سہارا ہے اے خدا

ہو سر بہ خم ظہیرؔ نہ کیوں تیرے سامنے
تو نے زمیں کو ایسا نکھارا ہے اے خدا

ظہیر سکندر پوری، رسڑا

سنگِ در بھی ترا، شہرِ جاں بھی ترا
لب پہ اعجازِ لفظ و بیاں بھی ترا

میرے احساس کی تازگی بھی تری
خوش یقینی بھی تیری، گماں بھی ترا

میرے جذبات کی سرزمیں بھی تری
فکر و اظہار کا آسماں بھی ترا

سب نباتِ خیال و نظر بھی ترے
حرف شیریں بھی، قندِ زباں بھی ترا

دشت میں دھوپ کی شعلگی بھی تری
برگِ سرسبز کا سائباں بھی ترا

بحر میں کشتیِ زندگی بھی تری
تیری پتوار بھی، بادباں بھی ترا

حرف و افکار، آدابِ فن بھی ترے
نکتہ رس شاعرِ خوش نوا بھی ترا

ظہیر غازی پوری، ہزاری باغ

جو ہے حبیب ترا، ترجماں بھی تیرا ہے
وہ اک بشر ہی نہیں، رازداں بھی تیرا ہے

فقط زمیں ہی نہیں آسماں بھی تیرا ہے
نظام سارا یہاں بھی، وہاں بھی تیرا ہے

یہ دل بھی تیرا ہے اور اس میں عشق بھی تیرا
سو یہ مکیں بھی ترا ہے، مکاں بھی تیرا ہے

چمک رہا ہے ازل سے جو چاند کی صورت
وہ دل میں داغِ محبت نشاں بھی تیرا ہے

بہار بھی تری مرضی، خزاں بھی امر ترا
"یہ فصلِ گل بھی تری، گلستاں بھی تیرا ہے"

خوشا نصیب کہ شہ رگ سے بھی قریب ہے تو
دیا ہوا یہ پتا، یہ نشاں بھی تیرا ہے

عابد شاہجہاں پوری، پاکستان

پیکر پیکر تیرا ربی
عرفاں تیرا گھر گھر ربی

آنکھ سے اجھل تو ہے، لیکن
میں ہوں منظر تیرا ربی

روح کا پنچھی اُڑ جاتا ہے
نام بتا کر تیرا ربی

لفظِ کن پر عالم شیدا
مجھ میں جوہر تیرا ربی

میں فنا فی اللہ ہوں، لیکن
مٹی کا گھر تیرا ربی

تو ہے علم غیب سراپا
میں ہوں پیمبر تیرا ربی

عاجزؔ کی پہچان یہی ہے
مست قلندر تیرا ربی

عاجز گھن گھاٹی، وردھا

نقش و نگار تو ہے
لیل و نہار تو ہے

تو ہی یقیں ہے میرا
اور اعتبار تو ہے

منعم کا تو سہارا
مفلس کا یار تو ہے

قُمری ہے تیری عاشق
جانِ ہزار تو ہے

پوشیدہ ہر نظر سے
اور آشکار تو ہے

عزت بھی میری تجھ سے
میرا وقار تو ہے

عادلؔ ہے تیرا بندہ
پروردگار تو ہے

عادل اسیر دہلوی

وہ سارے مسئلے میرے کہاں سنگین کرتا ہے
گماں ایسا اگر رکھوں تو یہ بے دین کرتا ہے

رہا کرتا ہوں جب میں مضطرب حالات سے یارو!
کرم کی اک نظر سے وہ مری تسکین کرتا ہے

ہمیشہ لوگ اُسی کو رنج کا باعث سمجھتے ہیں
مگر وہ ذات سے اپنی کسے غمگین کرتا ہے

مرے ہونٹوں پہ کھلتی مسکراہٹ دین ہے اُس کی
مری آنکھوں کے پانی کو وہی نمکین کرتا ہے

گداگر بھی اُسی کی رحمتوں سے شاہ بنتے ہیں
جو شاہِ وقت ہیں اُن کو وہی مسکین کرتا ہے

وہی رکھتا ہے گردش میں مجھے شام و سحر عادلؔ
فسانہ عشق کا میرے وہی رنگین کرتا ہے

عادل حیات، نئی دہلی

اے ربِ دو جہاں! ہے ہر شے میں نور تیرا
پردے میں ہے مگر ہے ہر سو ظہور تیرا

ہر نفس کو فنا ہے، خاکی ہو یا کہ نوری
باقی ہے ذات تیری، دائم غرور تیرا

یہ رنگ و نور، نکہت، پانی، ہوا، حرارت
ہر شے تری عطیہ ہے اے شکور تیرا

ہیں مہر و ماہ و انجم جلووں سے تیرے روشن
گاتے ہیں گیت مل کر ہر دم طیور تیرا

تو نے جو مصطفیٰؐ سا ہم کو نبی دیا ہے
سب سے بڑا کرم ہے، ربِ غفور! تیرا

عادل فتح پوری، راجستھان

بجا سفر میں رہِ پُرخطر اسی سے ملی
سفر کی دھوپ میں چھاؤں مگر اسی سے ملی

ہمارے نطق کو تابِ نظر اسی سے ملی
رُخِ حیات کو بھی آبِ زر اسی سے ملی

سرِ نیاز ہو خم اس کے آستاں پہ نہ کیوں
ہمیں تو نعمتِ دستِ ہنر اسی سے ملی

خلوص کی ہو صبا یا رفاقتوں کی گھٹا
تھی جو بھی چیز یہاں معتبر اسی سے ملی

عجب تصورِ جاناں کا یہ طلسم بھی ہے
"کھلی جو آنکھ تو پہلی نظر اسی سے ملی"

ہے گیسوؤں کی گھٹا، عارضوں کی بھی ہے دمک
ہمیں تو شام اسی سے، سحر اسی سے ملی

وہ چاہتا ہے مجھے دل سے شہنوازؔ مگر
ہوں اس کے تیر کا گھائل خبر اسی سے ملی

عاصم شہنواز شبلیؔ، کلکتہ

وہ لامکاں میں ہے، لیکن جہاں میں رہتا ہے
یہ سارا دہر اُسی کی اماں میں رہتا ہے

ہر ایک شے ہے ثنا خواں اُسی کی وحدت کی
وہ بادشاہ مگر لامکاں میں رہتا ہے

بدن میں گونج رہی ہے صدائے اللہ ہو
یہ کون ہے جو مرے شہرِ جاں میں رہتا ہے

شجر میں، پھول میں، قوسِ قزح کے رنگوں میں
بدل کے روپ وہ میرے جہاں میں رہتا ہے

یگوں یگوں سے ہے جس کی تلاش میں انساں
وہ پیار بن کے مری داستاں میں رہتا ہے

اُسے تلاش نہ کیجئے بنا کے تصویریں
وہی خدا ہے جو دل کے مکاں میں رہتا ہے

نظر اُٹھاؤں تو موجود ہے وہ ہر جانب
نظر جھکاؤں تو وہ جسم و جاں میں رہتا ہے

عامر قدوائی، کویت

تو غفور ہے، تو کریم ہے، مرے درد کا تو طبیب ہے
تو نظر سے دور تو ہے سہی مرے جان و دل سے قریب ہے

کبھی بلبلا کے میں رو پڑی، کبھی کھلکھلا کے میں ہنس پڑی
کبھی غم دیا، کبھی دی خوشی، ترا فیصلہ بھی عجیب ہے

تو جو چاہے کر دے تری خوشی، ترا فیصلہ تو ہے معتبر
کہیں بندہ تیرا امیر ہے، کوئی بندہ تیرا غریب ہے

ترے حکم سے میں ہوں مطمئن، ترا دل سے شکر گزار ہوں
اسے کون بدلے ترے سوا کہ جو لکھ دیا وہ نصیب ہے

سدا تیری حمد و ثنا کرے، تری یاد میں ہی جیے مرے
یہ کرم نہیں ہے تو اور کیا، تری عائشہ بھی ادیب ہے

عائشہ جبیں، کٹک

یہ ساری محبت اُسی کے لیے ہے
مری جاں امانت اُسی کے لیے ہے

وہ خالق ہے میرا، وہ مالک ہے میرا
یہ سجدہ، عبادت اُسی کے لیے ہے

جو کرتا ہے نیندیں عبادت میں قرباں
دل و جاں کی راحت اُسی کے لیے ہے

جو بندہ گنہ سے بچائے گا خود کو
خدا کی عنایت اُسی کے لیے ہے

یہ کلیوں کا کھلنا، یہ دل کش بہاریں
نظاروں سے رغبت اُسی کے لیے ہے

دل و جاں سے کوئی جو ہو جائے اُس کا
دو عالم کی دولت اُسی کے لیے ہے

جو دیتا ہے پتھر میں کیڑوں کو روزی
مری ساری مدحت اُسی کے لیے ہے

عائشہ خاتون، جمشید پور

کیوں سر جھکائے جستجوئے ذوالجلال میں
ہیں آبلے پڑے ہوئے پائے خیال میں

میں ناز سے ادا کروں سجدہ نیاز کا
آ! اے حریم ناز کے ساکن خیال میں

کہتی ہے کائنات کہ تو ہر جگہ ہے، پر
پایا نہیں خیال نے تجھ کو خیال میں

حمدِ خدا میں عجز کا بیخودؔ ہے معترف
مضمون یہ وہ نہیں کہ جو آئے خیال میں

عباس علی خاں بیخود

تو منتہائے معانی، سراپئے اظہار
میں لوحِ زیست پہ حرفِ فضول کی مانند

تو اک طلوع، مثالِ فروغِ فکرِ جواں
میں اک غروب، نگاہِ ملول کی مانند

میں انتشار سا اک عرضِ بددعا کی طرح
تو اک سکون، دعا کے قبول کی مانند

تو میری ذات کے ظلمت کدے میں در آیا
فلک سے نورِ ازل کے نزول کی مانند

میں تھا شکستہ و مغرور جرم کی صورت
ترے طفیل ہوں قائم اصول کی مانند

سمٹ کے تجھ میں کوئی آتشیں بگولہ ہوں
میں منتشر تھا ہواؤں میں دھول کی مانند

میں جسم و روح کے مابین پردگی کی طرح
تو آتما کے بدن میں حلول کی مانند

عبدالاحد ساز، ممبئی

بارش کی بوند بوند سے گرتا ہوا خدا
سوکھی زمیں کو اپنی تراوٹ سے بھر گیا

مہکا مسامِ جاں میں کبھی عطر کی طرح
نس نس میں خون بن کے کبھی دوڑنے لگا

اُترا کبھی نگاہ میں بن کر جمالِ دوست
دل میں خیالِ یار کی مانند آ بسا

سینے میں چھپ گیا ہے کبھی راز بن کے وہ
بے ساختہ زباں سے کبھی فاش ہو گیا

کیسا ہے وہ، کہاں ہے، اُسے سوچتا رہوں
وہ میرے آس پاس مجھے دیکھتا رہا

جب بھی شبِ سیاہ نے یلغار بول دی
چپکے سے وہ بساطِ جہاں پر چمک اُٹھا

اُس کی ادائے خاص تو میرے لیے ہی تھی
میں اُس کی حکمتوں کو سمجھ ہی نہیں سکا

عبدالرحیم نشتر، رائے گڑھ

ذرّے ذرّے میں یا خدا تو ہے
ماسوا تو ہے ماورا تو ہے

کوئی تیرے سوا نہیں ظاہر
اور باطن میں بھی چھپا تو ہے

تو ہی باقی ہے، اوّل و آخر
سب فنا ہے یہاں بقا تو ہے

تو ہی دیتا ہے سب کو بن مانگے
بات ہر دل کی جانتا تو ہے

کر کے خود اپنی روح کو داخل
شکلِ آدم میں آ گیا تو ہے

تجھ کو دیکھا نہیں کسی نے، مگر
سب کی آنکھوں میں پھر رہا تو ہے

تو ہی پنہاں ہے دل میں ہلچل کے
اس کی صورت کا آئینہ تو ہے

عبدالرحیم ہلچل چشتی، ہوڑہ

مری سمت کیوں روا ہو کوئی دور ابتلا کا
مرے ایک ایک میں پل پہ ہے کرم مرے خدا کا

یہ جہاں بھی ہے خدا کا، وہ جہاں بھی ہے خدا کا
''جو یہاں بھی ہے خدا کا، وہ وہاں بھی ہے خدا کا''

کبھی واسطہ دیا جو تری ذاتِ کبریا کا
مجھے خود بھی بھول بیٹھا مرا حافظہ بلا کا

مری بات بھی مری کیا، مری ذات بھی مری کیا
مرے پاس تو ہے جو بھی ہے دیا ہوا خدا کا

ہمہ وقت دے رہا ہوں میں درِ خدا پہ دستک
نہیں کم یہ مرتبہ بھی مرے بخت نارسا کا

مری خواہشوں کو جیسے سبھی رنگ مل گئے ہوں
مجھے بخشتا ہے مولا وہ اثر مری دعا کا

نہ زباں پہ کوئی قدرت نہ بیاں میں کوئی ندرت
میں ادا کروں تو کیسے کوئی حق تری ثنا کا

عبدالعلیم کے۔ طالب، پاکستان

زمیں تا عرش ہم نے اے خدا! اک روشنی دیکھی
ہر اک شے میں تری محبوبیت کی محوری دیکھی

ندی کے رو میں، پیڑوں کی خموشی میں مرے مالک!
ترے انوار اور تخلیقی جوہر کی نمی دیکھی

سحر کی نرم کرنیں جب زمیں کو چومنے آئیں
فضا میں اے خدا! تیرے کرم کی تازگی دیکھی

فضا میں طائرانِ فکر کی پرواز کے دوراں
صدائے لن ترانی کی ردائے آگہی دیکھی

خرد کی ہے فضا بندی، یہاں علم و ہنر بھی ہے
مگر اے ربِ عالم! ہم نے تیری دلبری دیکھی

تری پر، خشکیوں پر، آسماں پر اور زمینوں پر
خدایا! تیری ہیبت کی سبھی پر سنسنی دیکھی

ہے سجدہ ریز دنیا اے مرے مولا! ترے در پر
مگر جامیؔ نے اپنی ذات میں کچھ بے حسی دیکھی

عبدالمتین جامیؔ، کٹک

حمد تیری ہی خدایا! دولتِ نادار ہے
جس نے یہ اعزاز پایا اُس کو کیا درکار ہے

بے سہاروں کا سہارا ہے فقط اک تیری ذات
آس ہے بے آس کی، بے یار کا تو یار ہے

حکم کے پابند تیرے ہیں نظامِ دو جہاں
تیری قدرت ہے مسلّم اور تو مختار ہے

تو اگر چاہے تو آساں پل میں ہر مشکل کرے
تو نہ گر چاہے تو پھر آسان بھی دشوار ہے

تیری ہی خلقت کے شاہد سب کے سب ہیں اے خدا!
رفعتِ افلاک ہے یا وسعتِ کہسار ہے

میری خصلت ہے خطا اور عفو ہے تیری صفت
ناتواں ہے دوش اُس پر معصیت کا بار ہے

دل کی بے تابی اے طرزیؔ اب متاعِ زیست ہے
اُس کی یادوں کے گلوں سے یہ زمیں گلزار ہے

عبدالمنان طرزیؔ، دربھنگہ

اے خدا! رازق العباد ہے تو
لائقِ فخرِ اعتماد ہے تو

کون کہتا ہے کہ نہاں تو ہے
ذرّے ذرّے سے تو عیاں تو ہے

پاسبانوں کا پاسباں تو ہے
بے سہاروں کا حرزِ جاں تو ہے

بے زبانوں کی بھی زباں تو ہے
سارے عالم کا رازداں تو ہے

تو ملاتا ہے سب کو منزل سے
ڈوبتی کشتیوں کو ساحل سے

تو کبھی اونگھتا نہ سوتا ہے
کارنامہ ترا اچھوتا ہے

تو ہے آمرزگار ہم سب کا
تو ہے پروردگار ہم سب کا

عبرت بہرائچی، بہرائچ

تری ہی قدرت کے رنگ سارے اُتر رہے ہیں مری نظر میں
ہر ایک جانب ہے تو نمایاں، ترا ہی جلوہ ہے خشک و تر میں

ہر اک کلی میں ہے تیری نکہت، ہر ایک گل میں ہے تیری رنگت
تمام گلشن میں تو ہی تو ہے، نہاں ہے تو ہی ہر اک شجر میں

ہے صبح کی روشنی میں تو ہی، ہے تو ہی سائے میں شام کے بھی
ہے شمس میں بھی تری تجلی، ترا ہی جلوہ عیاں قمر میں

تو ابتدا بھی، تو انتہا بھی، تو ہی ہے اوّل، تو ہی ہے آخر
ہے دانے دانے میں تیری حکمت، ترا کرشمہ ہر اک ثمر میں

یہ جاہ و منصب، یہ فہم و دانش عنایتیں ہیں تری خدایا!
نوازشیں ہیں تری ہی مولا! جھلک رہی ہیں جو دیدہ ور میں

خدائے برتر! جو تیری وسعت مکاں سے پھیلی ہے لامکاں تک
بیان اس کا جو ہو تو کیوں کر، مجال اس کی کہاں بشر میں

اِدھر اُدھر بے ارادہ بھٹکے عبیدؔ کو یہ سزا نہ دینا
رسائی منزل تلک ہو جس سے خدایا! رکھنا اسی سفر میں

عبیدالرحمٰن

بڑا کریم تو تجھے جچے کریم لفظ
بڑا عظیم تو تجھے جچے عظیم لفظ

تمام بھید بھاؤ کا ہے تو خدا! خبیر
بڑا علیم تو تجھے جچے علیم لفظ

خدا! ترے کلام پر نہیں کوئی کلام
بڑا کلیم تو تجھے جچے کلیم لفظ

سبھوں کو رزق تو ہی دے ہے تیرا ہی یہ کام
بڑا حکیم تو تجھے جچے حکیم لفظ

جھکائیں سر ترے ہی در، ہیں سب ترے غلام
بڑا عظیم تو تجھے جچے عظیم لفظ

عبیداللہ ساگرؔ پاکستان

تو خالقِ کُل، تو مالکِ کُل، زمیں تری، آسمان تیرا
مرے لیے بس یہی عبادت زبان میری، بیان تیرا

تری حقیقت کا راز ہے کیا کوئی بھی اب تک سمجھ نہ پایا
اُسی پہ بس منکشف ہوا ہے جو ہو سکا میہمان تیرا

میں تیرے اوصاف کیسے لکھوں، میں تیرے جلوے میں کھو گیا ہوں
اب اس کے آگے تری مشیت، ہوا تری، بادبان تیرا

سبھی کتابوں، سبھی صحیفوں کو تو نے منسوخ کر دیا ہے
وہ جس کا نامِ حسیں ہے قرآں، وہی ہے اب ترجمان تیرا

عتیقؔ اک بد نصیب شاعر جو حرف و لفظ و بیاں سے قاصر
ہیں اُس کے جذبات تجھ پہ ظاہر، وہ بے نوا، بے زبان تیرا

عتیق اللہ آبادی

ہیں ملائک سر بہ سجدہ بر زمین و آسماں
جا بہ جا ہے تیرا جلوہ بر زمین و آسماں

ہے بلا تفریق جاری نقطۂ آغاز سے
سر بہ سر رحمت کا چشمہ بر زمین و آسماں

ہل نہیں سکتا ہے کچھ بھی تیری مرضی کے بغیر
حد میں ہے ہر ایک ذرّہ بر زمین و آسماں

غنچہ وگل، مہر و مہ، حیوانِ ناطق، آب وگل
ایک ''کن'' کا ہے کرشمہ بر زمین و آسماں

آفریں ہے نور تیرا، منتقل ہوتا رہا
دم بہ دم سینہ بہ سینہ بر زمین و آسماں

ہے جبیں سائی کے قابل ذات تیری اے خدا!
ہے فقط یہ تیرا حصہ بر زمین و آسماں

میں ہوں بندہ اُس کا قیصرؔ! وہ مرا معبود ہے
جس کا اعلیٰ سب سے رتبہ بر زمین و آسماں

عثمان قیصرؔ، پاکستان

دل بھی ہے وہی، دل کی تمنا بھی وہی ہے
دنیا بھی وہی، حاصلِ دنیا بھی وہی ہے

شکلیں ہیں الگ اُس کی، نہیں اور کوئی فرق
دریا بھی وہی، وسعتِ دریا بھی وہی ہے

ہر کوئی مصیبت میں پریشان ہے ناحق
غم بھی ہے وہی، غم کا مداوا بھی وہی ہے

یہ جام و سبو اپنی جگہ خوب ہیں، لیکن
صہبا بھی وہی، مستیِ صہبا بھی وہی ہے

جو کچھ بھی ہے دنیا میں کرم ہے یہ اُسی کا
جلوہ بھی وہی، حسنِ سراپا بھی وہی ہے

یہ دیکھنا لازم ہے کہ ہم کس کے ہیں قابل
اک آس بھی ہے، یاس کی دنیا بھی وہی ہے

جو لطف کرم اُس کے ہیں محدود نہیں عرشؔ
راحت کی ندی، فیض کا دریا بھی وہی ہے

عرشؔ صہبائی، جموں

دستِ عصائے معجزہ گر بھی اُسی کا ہے
گہرے سمندروں میں سفر بھی اُسی کا ہے

میرے جہاز اُسی کی ہواؤں سے ہیں رواں
میری شناوری کا ہنر بھی اُسی کا ہے

لشکر زمیں پہ جس نے اُتارے ہیں رات کے
کھلتا ہوا نشانِ قمر بھی اُسی کا ہے

منظر میں جتنے رنگ ہیں نیرنگ اُسی کے ہیں
حیرانیوں میں ذوقِ نظر بھی اُسی کا ہے

آبِ رواں اُسی کے اشارے سے ہے سراب
بادل کے پاس گنجِ گہر بھی اُسی کا ہے

سرسبز اُسی کے نام سے ہے خاکِ بے نمو
لوحِ جہاں پہ نقشِ دِگر بھی اُسی کا ہے

خود کو چراغِ راہ گذر جانتا ہوں میں
لیکن چراغِ راہ گذر بھی اُسی کا ہے

عرفان صدیقی

نہیں ہے تیرے سوا ربِ ذوالجلال کوئی
میں اس سے بڑھ کے کروں پیش کیا مثال کوئی

ہر ایک شے کا مقدر زوال ہے، لیکن
ترے وجود کو ہرگز نہیں زوال کوئی

ترے ہی حسن کا پرتو ہے کائنات کا حسن
ترے کمال سے بڑھ کر نہیں کمال کوئی

میں اپنی کم نظری میں تجھے کہاں دیکھوں
ترے جمال سے بڑھ کر نہیں جمال کوئی

جو لفظ تیری ثنا کے لیے مکمل ہو
ملا نہ لفظ مجھے تیرے حسبِ حال کوئی

تو لا شریک ہے، تیرا کوئی شریک نہیں
تو بے مثال ہے، تیری نہیں مثال کوئی

خدا کا نام ہی عرشی! اک اسمِ اعظم ہے
جہاں میں بڑھ کے نہیں اس سے نیک فال کوئی

عروسہ عرشی، کلکتہ

دل پہ مرے احساس نے جو حرف لکھا ہے
ہے تیرے سوا کون کہ جس نے وہ پڑھا ہے

تصویر تری کثرتِ جلوہ سے ہے معدوم
آئینہ کو حیرت ہے کہ آغوش کشا ہے

ہر آنکھ ہے رنگوں کی فراوانی سے خیرہ
وحدت کا تری بھید کھلا تھا نہ کھلا ہے

تو نے ہی تو ہر مرحلۂ شوق میں یارب!
اس چشمِ تماشہ کو نیا عزم دیا ہے

جو تو نہیں چاہے وہ کبھی ہو نہیں سکتا
ہر کام فقط تیرے ارادے سے ہوا ہے

ہر جاں کو تسلی کہ حفاظت میں ہے تیری
ہر زخم تری چشمِ عنایت سے بھرا ہے

تو نے ہی مجھے نطق کی دولت سے نوازا
تو نے مرے احساس کو اظہار دیا ہے

عزیز احسنؔ پاکستان

یہ روپوش ہے کون جاناں نظر میں
عیاں کس کی ہیں خوبیاں خشک و تر میں

ملا مجھ کو تیرا ہی عرفاں خبر میں
تجھے میں نے دیکھا نمایاں نظر میں

رگِ جاں ہے کیا؟ تیرا قربِ مسلسل
تو پھر کون ہے یہ نہاں برگ و بر میں

ترے سامنے جب بھی سجدہ کیا ہے
اُتر آئی ہے کہکشاں سنگِ در میں

کہوں کیا کہوں تیرا جلوہ نہیں ہے
نہاں شام میں یا کہ پنہاں سحر میں

سوائے ترے اور ہے کون یارب!
بہ شکلِ جمالِ حسیناں نظر میں

الٰہی! ترا بندہ ناچیز خاکیؔ
پھرے آخرش کیوں پریشاں نگر میں

عزیز الدین خاکیؔ پاکستان

شکر کیسے کروں ادا تیرا
جو بھی میرا ہے، سب دیا تیرا

تجھ کو دیکھا نہ تیرے سائے کو
کس نے پایا بھلا پتا تیرا

لاکھ تعریف ہم کریں مولیٰ!
پھر بھی ہوگا نہ حق ادا تیرا

مشکلیں اُس کی ہوگئیں آساں
نام جس نے بھی لے لیا تیرا

وہ یقیناً علاج پاتا ہے
ذکر کرتا ہے جو سدا تیرا

غیر سے کیا غرض عزیزہ کو
مجھ کو کافی ہے آسرا تیرا

عزیزہ محبوب، حیدرآباد

یہ ارض و سما، یہ شمس و قمر، سب تیرے ہیں، ہم تیرے ہیں
ہے نور کا عالم شام و سحر، سب تیرے ہیں، ہم تیرے ہیں

اس عالمِ امکاں میں مالک! ہر لمحہ گلابوں کی بارش
ہر لمحہ یہاں خوشبو کے سفر، سب تیرے ہیں، ہم تیرے ہیں

دھڑکن میں تو، سانسوں میں تو، پلکوں پر تو، خوابوں میں تو
اک وجد کا عالم شام و سحر، سب تیرے ہیں، ہم تیرے ہیں

اس عالمِ ہستی کے قیدی ہر لمحہ ازل سے کہتے ہیں
یہ قید ہے قیدِ حسن و نظر، سب تیرے ہیں، ہم تیرے ہیں

جو صبحِ ازل سے جلتی ہے اس شمعِ عرفاں سے روشن
یہ میرا دل، یہ تیرا گھر، سب تیرے ہیں، ہم تیرے ہیں

یہ نشہ نشاطِ عرفاں ہے جو صبحِ ازل میں پنہاں ہے
ہر لمحہ لبالب ہیں ساغر، سب تیرے ہیں، ہم تیرے ہیں

یہ قید جو قیدِ ہستی ہے، آباد دلوں کی بستی ہے
ہے تیرا تصور شام و سحر، سب تیرے ہیں، ہم تیرے ہیں

عشرت رومانی، پاکستان

چاند سورج کو تو نے بنایا خدا، تیری قدرت زمانے میں مشہور ہے
نور سے اپنے روشن اُنہیں کر دیا، تیری قدرت زمانے میں مشہور ہے

تو نے ذرّے کو اوجِ ثریا دیا، ایک پل میں فقیروں کو سلطاں کیا
تیری تعریف کیا میں کروں کبریا! تیری قدرت زمانے میں مشہور ہے

ذکر تیرا ہے توریت و انجیل میں، اور گیتا میں بھی ہے کہانی تری
اور واصف ہے قرآن مولا! ترا، تیری قدرت زمانے میں مشہور ہے

تیری طاقت کی کوئی نہیں انتہا، تو نے فرعون و نمرود و شداد کو
اک اشارے میں بالکل فنا کر دیا، تیری قدرت زمانے میں مشہور ہے

دشت و صحرا میں بھی تو ہے جلوہ نما، تو ہی موجود ہر شے میں میرے خدا،
ہر طرف سے یہی آ رہی ہے صدا، تیری قدرت زمانے میں مشہور ہے

میں ہو عشرتؔ ترا بندۂ بے نوا، کس زباں سے کروں شکر تیرا ادا
مجھ کو بھی شاعرِ خوش نوا کر دیا، تیری قدرت زمانے میں مشہور ہے

عشرت نبی نگری، ہوڑہ

ازل، ابد، ہیں سرود تیرے
نظامِ ہست اور بود تیرے

ہر ایک جا ہے وجود تیرا
تمام اہلِ وجود تیرے

یہ خاک و باد اور یہ آب و آتش
ہیں تیرے شاہد، شہود تیرے

ستارے ہوں یا ہوں چاند سورج
چراغ بے نقص، دود تیرے

بشر پہ کب منکشف ہوئے ہیں
رموز تیرے، عقود تیرے

خیال کی ہر اُڑان عاجز
پرے ہیں حد سے حدود تیرے

صفات ساری ہیں تجھ کو زیبا
ہیں سارے نام و نمود تیرے

عطا عابدی، پٹنہ

تیرے بندے ہیں ہم، خدا تو ہے
قابلِ حمد اور ثنا تو ہے

کن سے پیدا کیا یہ ارض و سما
اور قادر بھی برملا تو ہے

حیّ و قیوم ذات ہے تیری
ابتدا تو ہے، انتہا تو ہے

تیری قدرت میں ہیں یہ لوح وقلم
کاتبِ بخت اے خدا! تو ہے

تیرا در چھوڑ کر کہاں جائیں
بے سہاروں کا آسرا تو ہے

تو ہی خالق ہے، تو ہی رازق ہے
اور مددگارِ بے نوا تو ہے

تو ہی حاجت روائے کون و مکاں
مالک الملک اے خدا، تو ہے

عقیل رحمانی

کرم کی روشنی لطف و عنایت بخش دیتا ہے
تمیزِ شر کی خاطر وہ ذہانت بخش دیتا ہے

وہی عرفان منزل کا عطا کرتا ہے رہرو کو
تھکے ہارے ہوئے انساں کو فرحت بخش دیتا ہے

خزاں ناکامیِ قسمت پہ اپنا سر پٹکتی ہے
وہ جب نخلِ بصیرت کو لطافت بخش دیتا ہے

تصور میں اگر پاکیزگی کی روح شامل ہو
عروجِ فکر کے طالب کو رفعت بخش دیتا ہے

جو اُس کی حمد میں مصروف رہتا ہے بہر لمحہ
وہ ایسے شخص کو زرخیز نعمت بخش دیتا ہے

حصارِ بربریت پر نفی تحریر کرتا ہے
بکھرتی زندگی کو استقامت بخش دیتا ہے

عقیل! اُس کی عنایت کی نہیں ہے انتہا کوئی
طلب ہو دل میں تو ایماں کی دولت بخش دیتا ہے

عقیل گیاوی، دھنباد

خودی کا سرِّ نہاں لا الہ الا اللہ
خودی ہے تیغ فساں لا الہ الا اللہ

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ

کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا
فریبِ سود و زیاں لا الہ الا اللہ

یہ مال و دولتِ دنیا، یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں لا الہ الا اللہ

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری
نہ ہے زماں، نہ مکاں لا الہ الا اللہ

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لا الہ الا اللہ

علامہ اقبال

آسماں تیرا، زمیں تیری، ہے تیری کائنات
حکمراں ہے تو، ہے تیری حکمرانی شش جہات

کوئی زیبائی میں ہم سر ہو نہیں سکتا ترا
زیب دیتے ہیں تجھی کو حسن کے سارے صفات

نور ہے تیرا ہی، جس سے تیرگی کا سینہ چاک
تجھ ہی سے نشو و نما پاتی ہے دنیا میں حیات

مشتقوں کے درمیاں بس ایک ہی مصدر ہے تو
سب عَرَض ہیں اور جوہر ہے فقط اک تیری ذات

منکشف ہیں تجھ پہ اسرار و رموزِ جزو و کل
آئینہ ہیں تیری نظروں میں جہاں کے سب نکات

برتر و بالا ہے تو وہم و گماں سے بھی مرے
ہے کسے جرأت کہ لائے بھی زباں پر تیری بات

علقمہ شبلی، کلکتہ

جو شخص ادنیٰ ہے اُس کو اعلیٰ بنانے والا وہی خدا ہے
کہ اپنی قدرت کا کارخانہ چلانے والا وہی خدا ہے

نظام خود ہی سنبھالتا ہے وہ اپنی دنیا کے خشک و تر کا
تمام خلقت کو آبِ رحمت پلانے والا وہی خدا ہے

زمیں پہ ہو یا زمیں کے اندر، خیال رکھتا ہے سب کا یکساں
ہر ایک کو دے کے آب و دانہ بچانے والا وہی خدا ہے

رحیم ہے وہ، قدیر ہے وہ، میں اُس کے احساں کو کیسے بھولوں
کہ میرے تاریک گھر کو روشن بنانے والا وہی خدا ہے

ہے جس کے قبضے میں جان میری، اُسی کو سجدہ سدا کروں گا
کہ کوہِ جودی پہ نوحؑ کو بھی بچانے والا وہی خدا ہے

سبھی تو حیرت زدہ ہیں، لیکن ہے راز اس میں ضرور پنہاں
غبی کو بھی مسندِ وزارت دلانے والا وہی خدا ہے

کرے نہ جبر و غرور کوئی علیمؔ اتنا جہاں میں ورنہ
اُسے بھی قہار بن کے اک دن مٹانے والا وہی خدا ہے

علیم الدین علیمؔ، کلکتہ

تو ہر ایک سمت ہے جلوہ گر، تری شان جل جلالہٗ
تو نفس نفس، تو نظر نظر، تری شان جل جلالہٗ

جو جہانِ غیب و شہود ہیں، ترے آگے سر بہ سجود ہیں
ترے ذکر میں ہے ہر اک شجر، تری شان جل جلالہٗ

تو ہر ایک دل کا مجیب ہے، تو ہر اک نظر کا حسیب ہے
تجھے پھر بھی ڈھونڈے ہے ہر بشر، تری شان جل جلالہٗ

تو ہر ایک شے سے عیاں بھی ہے، تو ہر ایک شے میں نہاں بھی ہے
تجھے دیکھ سکتی ہے کب نظر، تری شان جل جلالہٗ

ترے ہاتھ موت و حیات ہے، ترے بس میں قید و نجات ہے
تجھے ذرّے ذرّے کی ہے خبر، تری شان جل جلالہٗ

تری رحمتوں سے بھری ہوئی، تری برکتوں سے لدی ہوئی
مری منزلیں، مری رہ گذر، تری شان جل جلالہٗ

ذرا دیکھ شہرِ سخن میں اب، تری لکھ کے حمد و ثنا عجب
یہ نویدؔی فن کا ہے تاجور، تری شان جل جلالہٗ

علیم صبا نویدی، مدراس

رخِ جہاں پہ تبسم سجانے والا تو
''اندھیری رات میں سورج اُگانے والا تو''

ہر آتی سانس کے پہلو میں آنے والا تو
گزرتی سانس کے ہمراہ جانے والا تو

ہر ایک جھیل کو بخشا مزاجِ خاموشی
کہ آبشاروں سے نغمہ سنانے والا تو

زمیں پہ رات کی جھولی میں بھر کے تاریکی
فلک پہ چاند ستارے سجانے والا تو

تو پتھروں میں بھی دیتا رزق کیڑوں کو
گلوں کی پیاس پہ شبنم لٹانے والا تو

علیم طاہرؔ مالیگاؤں

یارب! یہ تمام ارض و سما تیرے لیے ہے
یہ بحر و بر و ابر و ہوا تیرے لیے ہے

ہے ذات تری جملہ عبادات کا محور
ہر ولولۂ صدق و صفا تیرے لیے ہے

میری یہ نمازیں، مرے سجدے، مرے اذکار
ہر قسم کی توصیف و ثنا تیرے لیے ہے

ہے تیرے لیے ہر شجر و برگ کی تسبیح
ہر طوطی و بلبل کی صدا تیرے لیے ہے

قربانیِ بز ہو کہ ہوں صدقات و ہدایا
سب مال و زر و جود و سخا تیرے لیے ہے

جینا تری خاطر، مرا مرنا تری خاطر
یعنی یہ بقا اور فنا تیرے لیے ہے

ہر خاکی و نوری کی جبیں خم ترے آگے
ہر جذبۂ تسلیم و رضا تیرے لیے ہے

علیم ناصری، پاکستان

خرد کے لب بھی جہاں چپ، وہ ابتدا اُس کی
جنوں کے پر بھی جہاں شل، وہ انتہا اُس کی

زمین اُس کی، فلک اُس کا، شش جہات اُس کے
سمائے لفظ و معانی میں کیا ثنا اُس کی

یہ مہر و ماہ، یہ گلشن، یہ بحر و بر، یہ پہاڑ
ہر ایک چیز سے قدرت ہے رونما اُس کی

غروبِ شام، سماں اُس کی چشم پوشی کا
طلوعِ صبح، عنایت کا آئینہ اُس کی

بصارتوں میں بھی جلوے اُسی کی قدرت کے
سماعتوں میں بھی آیاتِ دل کشا اُس کی

بنا بنا کے مٹائے، مٹا مٹا کے بنائے
ہے اپنی شان میں یکتا ادا ادا اُس کی

ہمیشگی سے عبارت ہے اُس کی ذات عمرؔ
نہ ابتدا کوئی اُس کی، نہ انتہا اُس کی

عمر انصاری، لکھنؤ

ہر طرف جلوہ نمائی ہے خدایا تیری
ذرّے ذرّے میں خدائی ہے خدایا تیری

تو جو میرا ہے تو یہ لوح و قلم میرے ہیں
ورنہ ہر شے ہی پرائی ہے خدایا تیری

چاند تارے ہوں فلک ہو کہ جہانِ گل ہو
سب میں قدرت نظر آئی ہے خدایا تیری

وہ شجر ہوں کہ حجر ہوں کہ چرند اور پرند
سب کے ہونٹوں پہ بڑائی ہے خدایا تیری

جو ہیں محرومِ بصارت تو اُنہیں بھی جگ میں
ہر قدم راہ نمائی ہے خدایا تیری

کیوں نہ قسمت پہ بھلا ناز کرے گا راقمؔ
حاصل اس کو بھی گدائی ہے خدایا تیری

عمران راقمؔ، کلکتہ

خدائے لم یزل تو ہے، شبیہِ جاوداں تو ہے
قرینِ قلب و جاں تو ہے، مکینِ لا مکاں تو ہے

تری قدرت کے جلوے چاند تاروں میں، نظاروں میں
نظامِ دو جہاں تیرا، سبھی کا حکمراں تو ہے

نگاہوں میں سمائے کس طرح سے تابِ نظارہ
جدھر دیکھوں ترے جلوے، جہاں دیکھوں وہاں تو ہے

گلوں میں ہے مہک تیری، ہواؤں میں کھنک تیری
چمن زارِ حقیقت کی بہارِ بے خزاں تو ہے

تجھے جانا، تجھے مانا، ہمیں کیا غیر سے مطلب
کہا قالو بلا ہم نے الست کی زباں تو ہے

تو ہی اوّل، تو ہی آخر، تو ہی باقی، تو لافانی
نہیں ثانی کوئی تیرا، خدایا! بے گماں تو ہے

ثنا تیری لکھے عنبؔر یہ ممکن ہی نہیں یارب!
تری توصیف بس یہ ہے ہر اک شے میں نہاں تو ہے

عنبر صدیقیؔ، کلکتہ

نہ صرف یہ کہ مرے جسم و جاں کا مالک تو
ہے کائنات کی روحِ رواں کا مالک تو

نہ تیرے ساتھ کوئی اور نہ تو کسی کے ساتھ
تو لا مکاں ہے مگر ہر مکاں کا مالک تو

ازل کی صبح کا آغاز تیری خلاقی
ابد کی شام جہاں ہے وہاں کا مالک تو

زمیں کے رنگوں کے دامن میں تیری ہی خوشبو
خلا میں بکھری ہوئی کہکشاں کا مالک تو

دہکتی آگ میں زندہ رہے تری مخلوق
سمندروں کی متاعِ نہاں کا مالک تو

مری نظر کو ابھی تک حقیقتوں کی تلاش
مری نگاہ سے اوجھل جہاں کا مالک تو

طلب کی راہ کا عرفانؔ تیری ہی بخشش
بسا ہے دل میں جو اُس آستاں کا مالک تو

غالب عرفانؔ، کراچی

جستجو تو ہے، مدعا بھی تو
تو ہی منزل ہے، رہ نما بھی تو

ذات تیری عیاں ہے قرآں سے
تو صحیفہ ہے، فلسفہ بھی تو

تیری حقانیت مسلّم ہے
تو ہی منصف ہے، فیصلہ بھی تو

راحتِ قلب و جاں ہے نام ترا
ذکر تیرا دوا، شفا بھی تو

کیوں کسی سے کوئی مدد چاہوں
آس جب تو ہے، آسرا بھی تو

خوف مجھ کو نہ میری کشتی کو
اے خدا! جب ہے نا خدا بھی تو

اب تو اشرفؔ کو کوئی خوف نہیں
ہمسفر تو ہے، راستہ بھی تو

غلام رسول اشرفؔ، ناگ پور

وہ کُل ہے جز میں سمانا محال ہے اُس کا
کسی نے دیکھا تو خواب و خیال ہے اُس کا

کہاں تک اُس کی مسیحائی کا شمار کروں
جہاں ہے زخم، وہیں اندمال ہے اُس کا

ملا ہے کس لیے مخلوق پر شرف تجھ کو
ہمیشہ مجھ سے یہی اک سوال ہے اُس کا

یہاں تک آ گئی بینائی میری آنکھوں میں
جدھر بھی دیکھتا ہوں احتمال ہے اُس کا

اُبھرتی جا رہی ہے کائنات کی تصویر
میں رنگ بھرتا ہوں جس میں خیال ہے اُس کا

نگاہ میں بھی رہے اور نشاندہی بھی نہ ہو
جمال ایسا ہے، ایسا کمال ہے اُس کا

مشاہدات سے یہ صاف ہو گیا راہیؔ
کہ ذرّہ ذرّہ عدیم المثال ہے اُس کا

غلام مرتضیٰ راہیؔ، فتح پور

ورائے لفظ و بیاں لا الٰہ الا اللہ
وقارِ کون و مکاں لا الٰہ الا اللہ

تمام شے پہ ہے قادر وہ ذاتِ ربِ کریم
اسی یقیں کا نشاں لا الٰہ الا اللہ

یہی ہے حاصلِ ایماں کہ ہے حقیقت میں
نویدِ امن و اماں لا الٰہ الا اللہ

ہزار دل پہ سیاہی جمی ہو غفلت کی
بدل ہی دے گا سماں لا الٰہ الا اللہ

بنے گی بات، اگر مومنو! رہے تا عمر
تمہارے وردِ زباں لا الٰہ الا اللہ

زمانہ اُس کا زیاں کیا کرے گا اے انجم!
ہے جس کے دل پہ عیاں لا الٰہ الا اللہ

غیاث انجمؔ بوکارو

کب ہوش مجھے آیا، تری شانِ کریمی
دنیا سے میں بھر پایا، تری شانِ کریمی

اس دھوپ نے کی مجھ پہ بہت خوب نوازش
اب میں ہوں، مرا سایا، تری شانِ کریمی

دریا کے تلاطم پہ جو اک بار نظر کی
ہر موج نے تڑپایا، تری شانِ کریمی

اک بار قدم میرے جو افلاک پہ پہنچے
میں چاند اُٹھا لایا، تری شانِ کریمی

بے نام سے ذرّے کے سوا کچھ بھی نہیں تھا
تو نے مجھے چمکایا، تری شانِ کریمی

اک آگ تو پتھر میں ہمیشہ سے بسی تھی
تو نے مجھے سلگایا، تری شانِ کریمی

آلامِ زمانہ کے عوض ایک تبسم
یہ ہے مرا سرمایا، تری شانِ کریمی

ف۔س۔اعجاز، کلکتہ

اے خدا، میرے خدا، سب کے خدا
تو ہی تو از ابتدا تا انتہا

وسعتِ کون و مکاں میں ہر طرف
صرف تیرے نور کا اک سلسلہ

امتحاں گاہِ خلیلی کی قسم
آگ کو تو نے گلستاں کر دیا

تو جہاں میں روشنی ہی روشنی
اور میں اک ٹمٹماتا سا دِیا

تیری تسبیح و ثنا کے واسطے
قدسیوں کا ایک لمبا سلسلہ

میں رہینِ روز و شب ظلمت بدوش
تو ہے لیکن آئینہ در آئینہ

الغرض برحق تری ذاتِ کریم
اور سب کچھ حادثہ در حادثہ

فاخر جلال پوری

بہت رحیم، نہایت کریم ہے اللہ
جو ہم سبھی کا غفورالرحیم ہے اللہ

ہمیشگی سے کسی کو قیام ہے نہ ثبات
مگر ازل سے بس اک تو مقیم ہے اللہ

نہ تھا کوئی تو وہی ذاتِ پاک تھی موجود
قدیم سے بھی زیادہ قدیم ہے اللہ

گناہ گار بھی امیدوارِ بخشش ہیں
کہ تو قدیر و شفیق و رحیم ہے اللہ

جو منکشف نہ ہوئے اور نہ منکشف ہوں گے
ہر ایسے راز کا تو ہی علیم ہے اللہ

قدیر و خالق و ارض و سما ہے تیری ذات
ہر ایک زاویہ سے تو عظیم ہے اللہ

رگِ گلو سے بھی نزدیک جب وہ ہے فاروقؔ
تو فکر کیسی کہ میرا ندیم ہے اللہ

فاروق جائسی، کانپور

یہ شام و سحر، یہ حسنِ فضا، سبحان اللہ، سبحان اللہ
تعریف ہو کیا اے میرے خدا، سبحان اللہ، سبحان اللہ

سورج کا اُجالا بھی تیرا، سب چاند ستارے بھی تیرے
پابند ہے تیری ٹھنڈی ہوا، سبحان اللہ، سبحان اللہ

بادل جو اُمڈ کر آتے ہیں، رحمت کے خزانے لاتے ہیں
کرتی ہے ثنا بجلی کی صدا، سبحان اللہ، سبحان اللہ

شاخوں پہ چہکتے طائر بھی، وادی میں اُترتے جھرنے بھی
سب تیرے لیے ہیں نغمہ سرا، سبحان اللہ، سبحان اللہ

مصروفِ ثنا ہر ایک شجر، سجدے میں ہیں سارے بحر و بر
ہیں سارے نظارے تیری عطا، سبحان اللہ، سبحان اللہ

فاطمہ تاج، حیدر آباد

خدا نے بنائے جہاں کیسے کیسے
زمیں کیسی کیسی، سماں کیسے کیسے

رواں جھیل و چشمہ، رواں ہے سمندر
بنائے ہیں اُس نے نشاں کیسے کیسے

ہو شمس و قمر یا کہ روشن ستارے
ہیں قدرت کے یہ ترجماں کیسے کیسے

سبھی اہلِ جاں کو سکھائے ہیں اُس نے
بیاں اور طرزِ بیاں کیسے کیسے

تمھیں کیا خبر فخرؔ اُس نے بنائے
یہاں سینکڑوں کارواں کیسے کیسے

فخرالدین فخرؔ، بھاگل پور

تو ہی دل کی آرزو ہے، تو ہی دل کا مدعا ہے
اُسے کیا کمی ہے یارب! جسے تیرا آسرا ہے

ترا لطف بے کراں ہے، تیرا فیض بے بہا ہے
میں تجھی سے کیوں نہ مانگوں مجھے جو بھی مانگنا ہے

مرے نغمۂ طرب میں تری لے، تری صدا ہے
یہ تری عنایتیں ہیں مجھے جو بھی کچھ ملا ہے

تو ہی چاند میں نہاں ہے، تو ہی پھول میں بسا ہے
ترے حسن کے ہیں جلوے، ترے نور کی ضیا ہے

ترے راز تو ہی جانے مری فہم سے سوا ہے
مجھے صرف یہ خبر ہے میں ہوں بندہ تو خدا ہے

ہے کرم ترا سبھی پر، تری شان ہی جدا ہے
تو رفیقِ ہر سخی ہے، تو انیسِ ہر گدا ہے

فراز حامدی، جے پور

کسے کسے نہ خدا نے پناہ میں رکھا
فلک سے زیرِ زمیں تک نگاہ میں رکھا

ہماری نفس پرستی کے امتحاں کے لیے
عجب سرور خدا نے گناہ میں رکھا

نہ جانے کون سی تھی مصلحت کہ آدمؑ نے
قدم جو رکھا جہانِ تباہ میں رکھا

گلوں کو پہلے تو بخشی متاعِ حسن و جمال
پھر اُس نے خار کو اُن کی سپاہ میں رکھا

کبھی جو اُس نے رلایا ہمیں شبِ ہجراں
الگ ہی کیف ہماری کراہ میں رکھا

اُسے یہاں بھی، وہاں بھی ہے سرخرو ہونا
وہ جس نے اپنا قدم اُس کی راہ میں رکھا

جواب حشر کے دن کیا خدا کو دو گے فراغؔ
کہ خود کو محو تو کارِ سیاہ میں رکھا

فراغ روہوی، کلکتہ

ہر جگہ ہر نظر ڈھونڈ سکتی نہیں، تو حیات آفریں، تو حیات آفریں
میں پایا نہیں تجھ سے بڑھ کر کہیں، تو حیات آفریں، تو حیات آفریں

تو ہی مسجود ہے، تو ہی مشہود ہے، میں ہوں بندہ ترا، تو ہی معبود ہے
تری وحدانیت پہ ہے سب کو یقیں، تو حیات آفریں، تو حیات آفریں

میری عاجز نظر، میری قاصر زباں، تیری عظمت کا کیسے کرے گی بیاں
تو نے انساں کو بخشا ہے نورِ مبیں، تو حیات آفریں، تو حیات آفریں

شکر ہر حال میں، صبر ہر حال پر، ہے نظر تیری سب کے ہی احوال پر
حکم تیرا ہے مجھ کو نہ ہو تو حزیں، تو حیات آفریں، تو حیات آفریں

تو ہی ذیشان ہے، تو ہی ہے محترم، خوفِ عصیاں سے ہیں سب کی کیوں چشم نم
بیش و کم تیرے در پر جھکے ہر جبیں، تو حیات آفریں، تو حیات آفریں

تو نے بخشا مجھے دولتِ علم و فن، ہیں عطا کردہ تیرے ہی یہ جان و تن
ہے رگِ جاں میں خوشدلؔ کے تو بالیقیں، تو حیات آفریں، تو حیات آفریں

فرحت حسین خوشدلؔ، ہزاری باغ

اُسی کے خامۂ قدرت سے یہ جہاں تصویر
وہی عناصر و انفس کا کاتبِ تقدیر

وہ بے نیاز و صمد مالکِ علیم و خبیر
تمام ثابت و سیار اُس کے ہیں نخچیر

وہ کردے جاہلِ مطلق کو صاحبِ تحریر
وہ بے نوا کو بناتا ہے لائقِ تقریر

وہ چاہے سر پہ جسے سایۂ ہما کردے
غریقِ بحرِ تحیر ہوں بادشاہ و فقیر

عطائے رب پہ ہے خامہ تہہِ دہن ششدر
کہ اُس کے آگے ہے سجدے میں چرخ کی توقیر

خرد سمجھ نہیں پائی عطا مشیت کی
پرے ہے عقل سے منطق ذرا نظامِ قدیر

وہ حرفِ کن سے بناتا ہے خاک و آتش و آب
وہ چوبِ خشک کو فرحتؔ عطا کرے انجیر

فرحت مشتاقؔ، کلکتہ

نگاہِ شوق، دلِ پُر ملال بھی تجھ سے
جواب بھی ہے تجھی سے، سوال بھی تجھ سے

یہ شاخِ گل بھی ہے تجھ سے، یہ رنگ و بو تجھ سے
یہ دل فریبی، یہ حال و خیال بھی تجھ سے

حسین آئینہ بھی جلوہ گاہ ہے تیری
یہ پھول تجھ سے ہے، حسن و جمال بھی تجھ سے

ترا ہی نام ہے میری حیات کا عنواں
غمِ فراق بھی تجھ سے، وصال بھی تجھ سے

اسی لیے تری فرحینؔ تجھ پہ ہے قرباں
عروج بھی مرے مولا! زوال بھی تجھ سے

فرحین اقبال، دہلی

بلا مبالغہ پروردگار! تیرا ہے
یہ بحر و بر، یہ خلا بے کنار تیرا ہے

یہ حسنِ گُل یہ جہاں ہے مصوری تیری
یہ بحر، کوہ، ندی، آبشار تیرا ہے

تری صدا ہے پرندوں کی چہچہاہٹ میں
جہانِ وادیٔ گل نغمہ بار تیرا ہے

ہیں مہر و ماہ بھی تیرے ہی نور سے روشن
گلوں میں رنگ، کلی پر نکھار تیرا ہے

ہے میری حمد بھی تو اور مرا کلام بھی تو
مرا یہ فن، یہ سخن پُر وقار تیرا ہے

صمیمِ قلب سے احسان مند ہے خندہؔ
جو اس پہ فضل و کرم بے شمار تیرا ہے

فرخندہ رضوی، انگلینڈ

تیرے نور سے یارب! دن اور رات روشن ہیں
تیرا ہی کرم ہے جو کائنات روشن ہیں

شکر ہم ادا یارب! تیرا اب کریں کیسے
تونے جو کیے ہم پر التفات روشن ہیں

تیری ہی عطا ہے یہ خوش ہیں ہم مصیبت میں
تیری مہربانی سے مشکلات روشن ہیں

موت میں جھلک تیری، زندگی میں تو ہی تو
دیکھ لیں نظر والے یوں صفات روشن ہیں

تو سبھی کو دیتا ہے، میں بھی تیرا بندہ ہوں
آس تو لگائے ہوں، ممکنات روشن ہیں

تو گلوں کی نکہت میں، تیرا رنگ پتّوں میں
رعدِ برق میں بھی تو، کلیات روشن ہیں

جس طرف نظر اُٹھے نور کا کرشمہ ہے
دیکھ تو بھی اے فردوسؔ! شش جہات روشن ہیں

فردوس گیاوی، گیا

خزاں کی رُت بھی ہے، گل کا سماں بھی تیرا ہے
یہ دشت بھی ہے ترا، گلستاں بھی تیرا ہے

تو وہ کمال ہے جس کو کبھی زوال نہیں
سرائے فانی میں دم جاوداں بھی تیرا ہے

ہر اک وجود کا خالق بھی تو ہے مالک بھی
فلک پہ ہو یا زمیں پر، جہاں بھی، تیرا ہے

شعور بخش، بصارت نواز، دل افروز
یہ نطقِ گلشنِ جنت رساں بھی تیرا ہے

دل و نگاہ کو ہر لحظہ ہے طلب جس کی
وہ اشتیاق فزا نقدِ جاں بھی تیرا ہے

ہزار حکم عدولی کے بعد بھی ہم پر
برنگِ ابر کرم سائباں بھی تیرا ہے

عجیب شخص ہے یارب! طبیعتاً فرقاںؔ
خطا بھی کرتا ہے وہ مدح خواں بھی تیرا ہے

فرقان ادریس، پاکستان

سچ ہے یارب! کہ لامکاں تو ہے
پھر بھی ہر دل میں میہماں تو ہے

شان تیری ہے ارفع و اعلیٰ
مالکِ عرشِ آسماں تو ہے

لائقِ حمد ہے تری ہستی
رب ہے، مسجودِ انس و جاں تو ہے

ہر جگہ ہے ترا گزر یارب!
بوئے گل، حسنِ گلستان تو ہے

ڈالی ڈالی میں تیری شان نہاں
پھول پتے میں بھی نہاں تو ہے

تیرے قبضے میں ہے زمین و فلک
حکمرانوں کا حکمراں تو ہے

ہے فریدہؔ پہ بھی کرم تیرا
ساری خلقت سے مہرباں تو ہے

فریدہ حشمت، کلکتہ

کیا حمد ہو بیان کسی سے، محال ہے
یکتا ہے بے مثال ہے، وہ لازوال ہے

سنتا ہے دیکھتا ہے، علیم و خبیر ہے
تو خوب جانتا ہے جو میرا سوال ہے

دوزخ میں خواہ بھیج کہ جنت تو کر عطا
محبوب کی رضا پہ کسے قیل و قال ہے

تو خالقِ عظیم ہے، بندے ہیں سب ترے
تجھ سے کرے سوال یہ کس کی مجال ہے

تیرا کرم تو خاص ترے دوستوں پہ ہے
اُن کو نہ رنج و غم ہے نہ کوئی ملال ہے

کیا طالبِ جہاں تری جنت میں جائیں گے
ساحرؔ یہ تیرے نفس کا حسنِ خیال ہے

فصیح احمد ساحرؔ، کلکتہ

توحید کے پرچم پہ ترا نام سجا ہے
ہر سمت ہی خلقت کی یہی ایک صدا ہے

تو حرف ہے اوّل بھی، تو آخر بھی رہے گا
ہے ذات تری وہ کہ نہیں جس کو فنا ہے

ہر ذرّہ میں ملتی ہے تری یاد کی خوشبو
ہو جن کہ بشر، ہر کوئی مصروفِ ثنا ہے

وہ قیدِ مسلسل سے ہے یوسف کو نکالا
یعقوبؑ کی آنکھوں میں بھی تیری ہی ضیا ہے

روزوں سے، نمازوں سے ہے بندوں کو نکھارا
منکر کے لبوں پر بھی جگائی جو دعا ہے

اے رب! کہ مری ذات میں خوبی نہیں کوئی
مجھ پر جو کرم ہے وہ عطاؤں سے ہوا ہے

موسیٰؑ پہ تجلّی کی کرامات ہیں اخترؔ
اور احمدِ مختارؐ کو معراج عطا ہے

فوزیہ اخترؔ، کلکتہ

رگِ جاں سے تو ہی قریب ہے
پھروں در بہ در یہ عجیب ہے

تجھے ڈھونڈنے کی تھی جستجو
تجھے پایا میرا نصیب ہے

نہ کرے مدد جو غریب کی
وہ امیر سب سے غریب ہے

دیئے جس نے عیسیٰؑ کو معجزے
وہ خدا ہی میرا طبیب ہے

نہیں فکر اب مجھے فوزیہؔ
جو زمانہ میرا رقیب ہے

فوزیہ مغل، پاکستان

قرآن میں لکھا ہے اللہ بہت بڑا ہے
نبیوں نے بھی کہا ہے اللہ بہت بڑا ہے

ہے شان اُس کی عالی، بے مثل ذات اُس کی
ہر سمت یہ صدا ہے اللہ بہت بڑا ہے

ہے زندگی کا مالک، اور موت کا بھی مالک
اُس کی سبھی عطا ہے، اللہ بہت بڑا ہے

جن و بشر بنائے، شمس و قمر بنائے
خلقت سے کب جدا ہے، اللہ بہت بڑا ہے

ہم نے نوازا اُس کو جس نے ہمیں پکارا
رب خود یہ کہہ رہا ہے، اللہ بہت بڑا ہے

ارض و سما سے ہر دم، دونوں جہاں سے ہر دم
آتی یہی صدا ہے اللہ بہت بڑا ہے

سانسوں میں ہے وہ شامل، جلوہ ہے اُس کا ہر سو
رگ رگ میں وہ بسا ہے، اللہ بہت بڑا ہے

فہیم الدین فہیمؔ ہوڑہ

تذکرہ اس میں اپنے رب کا ہے
شعر اس واسطے غضب کا ہے

یہ شجر، یہ حجر، یہ دشت و جبل
اس جہاں میں جو ہے وہ رب کا ہے

بے سہاروں کا ہے سہارا تو
آسرا تو ہی جاں بلب کا ہے

جب نہ دنیا بنی تھی اے مولا!
یعنی تیرا وجود تب کا ہے

پالنے والا ساری دنیا کا
دینے والا وہ رزق سب کا ہے

سارے انساں کا اک وہی خالق
وہ عجم کا ہے، وہ عرب کا ہے

اُس کی حمد و ثنا فہیمؔ انور
مرحلہ یابس و رطب کا ہے

فہیم انورؔ ہوڑہ

یہ چاند، سورج ترا کرشمہ، یہ رات دن تیری مہربانی
ابد بھی تو، ابتدا بھی تو ہے، سوائے تیرے زمانہ فانی

جو تو نہ چاہے تو پھر کسی کو سکونِ دنیا نہ ہو میسر
ترے کرم پر ہی منحصر ہے ہوا کا چلنا، برستا پانی

نظر جہاں تک اُٹھے ہماری تری خدائی ہی سامنے ہے
کریں پرندے مدح سرائی، صبا سنائے تری کہانی

یہ چاندنی، یہ پہاڑ، دریا، ہوا، سمندر، درخت، مٹی
تری بنائی کوئی بھی شے تو ہوئی نہیں ہے کبھی پرانی

کہیں اندھیرا، کہیں اُجالا، تری بنائی یہ شامِ دنیا
سحر بنائی، یہ دن اُگایا، بنائی تونے ہی سب کہانی

ہر ایک شے میں ہے حسن تیرا، وہ پھول ہو یا کہ پھل ہو کوئی
پھلوں میں تونے مٹھاس بھر دی، کھلائے تونے ہی رات رانی

اُسی نے فیاضؔ زندگی دی، بنایا انساں، دکھائی دنیا
اُسی نے دل میں محبتیں دیں، اُسی نے بخشی ہمیں جوانی

فیاض رشکؔ مونگیر

مرے خوابوں کی دنیا میں ترے دم سے ترنم ہے
تو ہی انفاس پہ حاوی، تو ہی احساس میں گم ہے

تو ہی ہے ارحمِ عالم، رفیق اعلیٰ و اعظم
تو ہی تو مہرباں بہتر ازاں اجداد و اب اُم ہے

ہمیشہ جانِ ہستی تو، سدا ایمانِ ہستی تو
بظاہر تو ہے تو ظاہر، مگر نظروں سے تو گم ہے

تو ہی ٹوٹے ہوئے دل کا سہارا ہے، دوا ہے تو
شکستہ ناؤ کا تو ہی تو لنگر وسطِ قلزم ہے

تجھے کہتا نہیں ساغر، نہ ویرانے میں خم خانہ
کہ تو تشبیہ سے ارفع ہے یعنی ساقیٔ خم ہے

ہے تو وہ انت 'ہو' مولا! جو ہے بے انتہا، بے انت
مکاں وہ لامکاں تیرا ہے جس میں ہر مکاں گم ہے

سبھی الفاظ و معنی ہو گئے بے کار و لاحاصل
ثنائے وجہہِ موجودات میں عادلؔ یوں گم صم ہے

فیاض عادل فاروقی، لندن

پکارتا ہوں تو جانے کہاں سے آتے ہیں
وہ ہاتھ مجھ کو بچانے کہاں سے آتے ہیں

امید کیسے جزیرے تلاش کرتی ہے
سمندروں میں ٹھکانے کہاں سے آتے ہیں

زمین اپنے خزانے لٹاتی رہتی ہے
مگر زمیں میں خزانے کہاں سے آتے ہیں

سخن میں کس طرح آتے ہیں عکس خواہش کے
نظر میں آئینہ خانے کہاں سے آتے ہیں

کہاں سے آتے ہیں شاخوں پہ برگ وگل فیصلؔ
شجر کو رنگ بنانے کہاں سے آتے ہیں

فیصل عجمی، پاکستان

جلوہ فرما ہے میرا خدا ہر طرف
اس کی بکھری ہوئی ہے ضیا ہر طرف

کون بھولا تجھے، کوئی بھولا نہیں
ورنہ اُٹھتے نہ دستِ دعا ہر طرف

شکر واجب ہے اک اک نفس میں ترا
زندگی کے لیے ہے ہوا ہر طرف

جن و انساں، ملائک، چرند و پرند
سب کے لب پر ہے تیری ثنا ہر طرف

برگ و گل تیری تسبیح پڑھتے رہیں
ہے صدا ربنا ربنا ہر طرف

ذہن منعم بھی ہے دسترس میں ترے
کیوں لگاتا پھروں میں صدا ہر طرف

یا خدا تیری حمد و ثنا کے طفیل
ہوگیا شہرہ اخلاقؔ کا ہر طرف

قاری اخلاق فتح پوری، فتح پور ہسوا

سبھوں کو چھوڑ کے جب رب سے جا ملا لوگو
میں بوند تھا، وہ سمندر بنا گیا لوگو

بڑا حکیم ہے وہ جس نے اپنی حکمت سے
حقیر قطرے کو گوہر بنا دیا لوگو

اک اپنے آگے جھکا کر جہاں کی نظروں میں
ذلیل ہونے سے اُس نے بچا لیا لوگو

ندی یا دریا، سمندر نہیں، کچھ اور ہے وہ
میں اُس کو چھوڑ کے پھر کس سے مانگتا لوگو

مرے گناہ کو نیکی میں وہ بدل دے گا
ہے اُس کی بخشش و رحمت پہ آسرا لوگو

میں ڈھونڈتا تھا جسے مسجد و کلیسا میں
وہ میرے دل کے ہی نزدیک مل گیا لوگو

خدائے اکرم و ارحم کا مجھ پہ احساں ہے
ظفرؔ کو جس نے نبیؐ سے ملا دیا لوگو

قاری اسماعیل ظفرؔ، کلکتہ

اُجالے شمس کے اوجھل کرے تو
خبر ہے آج کو پھر کل کرے تو

بچھائے شب کی چادر جہاں پر
ستارے ٹانک دے، جھل جھل کرے تو

سکوتِ بحر ہے تیری رضا سے
کہیں موجوں میں بھی ہلچل کرے تو

کہیں ذرّوں سے ہی فصلیں اُگا دے
کہیں ذرّوں کو ہی دلدل کرے تو

بڑھائے پیاس طالب کی ہمیشہ
تبھی تو علم کو چھاگل کرے تو

نظر آئے ترا جو عکس دھندلا
دلوں کا آئینہ صیقل کرے تو

مسائل ہیں ترے ہی پیدا کردہ
وہ سارے مسئلے بھی حل کرے تو

قاسم ندیم، ممبئی

سب حمد و ثنا تیرے لیے ہے مولا!
تو وہ ہے کہ جس نے مجھے توفیقِ ہنر دی

قرطاس پہ لفظوں کے دیے تونے جلائے
پھر تونے مجھے روشنیِ فکر و نظر دی

میں ذرّۂ کمتر تھا، مگر تیرے کرم نے
اک وسعتِ صحرا مجھے تا حدِ نظر دی

تخئیل پہ اُتری ترے انوار کی بارش
میں رات کا راہی تھا مجھے تونے سحر دی

ممنون مرا دیدۂ بینا ہے کہ تونے
دنیا کو دیا حسن تو مجھ کو بھی نظر دی

پہنچایا مجھے تونے سمندر کی تہوں تک
قلاش کو تونے خبرِ لعل و گہر دی

نا دیدہ جہانوں کے دکھائے مجھے رستے
پھر میری اُڑانوں کو تمنائے سفر دی

قتیل شفائی

طرفہ جلوہ ہے کوبہ کو روشن
فرش سے عرش تک ہے تو روشن

میں بہت پر اُمید ہوں تجھ سے
رکھیو تو میری آرزو روشن

ذکر کرتا رہوں گا میں جب تک
ہے مرے جسم میں لہو روشن

اب بنا دے تو خوشگوار فضا
اب کہیں ہو نہ ہاؤ ہو روشن

گھر سے نکلا تھا آرزو لے کر
ہوگئی تجھ سے جستجو روشن

میری راہوں میں یہ کرم ہے ترا
اب نہیں ہے کوئی عدو روشن

اے خدا یہ پتہ ہے آتش کو
تجھ سے ہے میری آبرو روشن

قربان آتش، آرہ (بہار)

پھول کہتے ہیں کھل کر لا الہٰ الا اللہ
دیکھ صبح کا منظر لا الہٰ الا اللہ

حرف حرف میں جیسے ایک شمع جلتی ہے
ایسا نقش ہے دل پر لا الہٰ الا اللہ

ہم اگر نبوت کے نقش پا کو دل کر لیں
پھیل جائے گا گھر گھر لا الہٰ الا اللہ

دیکھ ارضِ کعبہ پر جذبۂ براہیمی
کہہ رہے ہیں بت گر کر لا الہٰ الا اللہ

وحدتوں کے پرچم ہیں زندگی کے ہاتھوں میں
پڑھ رہا ہے ہر لشکر لا الہٰ الا اللہ

شاخ شاخ خوشبو ہے خوش نما درودوں میں
کہہ رہے ہیں بحر و بر لا الہٰ الا اللہ

جب بڑھی ہے بے چینی اے قمرؔ! مرے دل کی
مطمئن ہوئے پڑھ کر لا الہٰ الا اللہ

قمر الحفیظ قمرؔ لکھنؤ

سن سن کے مجھ سے وصف ترے اختیار کا
دل کانپتا ہے گردشِ لیل و نہار کا

لاریب، لاشریک، شہنشاہِ کُل ہے تو
سرخم ہے تیرے در پہ ہر اک تاجدار کا

محمود تیری ذات، محمدؐ ترا رسول!
رکھا ہے نام چھانٹ کے مختارِ کار کا

کہنا پڑے گا لاکھ عبادت گزار ہو!
بندہ گنہگار ہے پروردگار کا

منزل تو شے ہے دوسری، لاکھوں گزر گئے
اب تک پتا چلا نہ تری رہ گذار کا

پایا جو پھل تو شاخِ ثمردار جھک گئی
کہتی ہوئی کہ شکر ہے پروردگار کا

دے کر عروج اخترِ قسمت کو اے قمرؔ
مالک بنا دیا مجھے شب کی بہار کا

قمر جلالوی

کبھی تو رب، تو کبھی مالکِ جزا لکھوں
ترے ہی نام کو کاغذ پہ میں سدا لکھوں

میں آرزو کوئی لکھوں یا مدعا لکھوں
نوازشوں کا تری پہلے شکریہ لکھوں

نہ تجھ سے پہلے کوئی اور نہ تیرے بعد کوئی
بلند سب سے ترا کیوں نہ مرتبہ لکھوں

یہ عرش و کرسی، یہ لوح و قلم، زمین و فلک
تمام عمر میں صناعیٔ خدا لکھوں

تجھی کو خالقِ ہر دو جہاں بھی کہتے ہیں
تجھے میں ذات کا اپنی نہ کیوں پتا لکھوں

قمر رئیس بہرائچی، بہرائچ

فکرِ بشر حیران ہے کیسے وصفِ خدا تحریر کرے
ایسا کوئی پھول نہیں جو خوشبو کو زنجیر کرے

جادۂ حق پر چلنے والو! صدقِ طلب کی بات نہیں
منزل اُس کے ہاتھ لگے گی جو خود کو تسخیر کرے

ذرّہ ذرّہ تابعِ فرماں تاب کسے سرتابی کی
ہوگا وہی جو، وہ چاہے گا، لاکھ کوئی تدبیر کرے

سہو خطا انساں کی جبلّت اور وہ مبرا علّت سے
اُس کی ذات سے ناممکن ہے بھولے یا تقصیر کرے

اُس کی مدحت کا حق شاید تھوڑا بہت ہو جائے ادا
حسنِ شکوہِ لہجۂ قرآں کوئی اگر زنجیر کرے

شک وہ کرے اُس کی قدرت پر جو یہ قدرت رکھتا ہو
ظلمتِ شب کو روشنی بخشے، سورج بے تنویر کرے

دنیا کی چاہت میں ہم نے توڑ دیا پیمانِ ازل
خوفِ خدا ہو دل میں تو کیسے کوئی بشر تقصیر کرے

قمر عباس وفا کانپوری، پاکستان

طرازِ لوح و قلم لا الہٰ الا اللہ
فروغِ حسنِ رقم لا الہٰ الا اللہ

ریاضِ عالمِ توحیدؔ کلمۂ طیب
بہارِ باغِ ارم لا الہٰ الا اللہ

مدام پڑھتے ہیں تہلیل تحتِ عرشِ عظیم
مسبحانِ قدم لا الہٰ الا اللہ

ہے اس کے چشمۂ رحمت سے اک جہاں سیراب
ہے نام اس کا کرم لا الہٰ الا اللہ

ہماری خاک کا ہے ذرّہ ذرّہ وحدت گو
کبھی نہ بھولیں گے ہم لا الہٰ الا اللہ

نہیں ہے اس کے سوا آیتِ شفا کوئی
دوائے درد و الم لا الہٰ الا اللہ

گدا و شاہ کا اے قوسؔ راہِ مولا میں
سرِ نیاز ہے خم ہے لا الہٰ الا اللہ

قوس حمزہ پوری

نجوم و ماہ بھی تیرے، جہاں بھی تیرا ہے
مکاں بھی تیرا ہے اور لامکاں بھی تیرا ہے

ڈبو دے راہ میں کشتی کو چاہے پہنچا دے
یہ برق و باد، یہ آبِ رواں بھی تیرا ہے

کرم یہ کم تو نہیں ہے گناہگاروں پر
ہے روزِ حشر تو پھر سائباں بھی تیرا ہے

یہ بات سچ ہے کہ ہے تو ہی مالک و مختار
یہاں بھی تیرا ہے سب کچھ، وہاں بھی تیرا ہے

قدم سنبھل کے اُٹھا راہِ عشق میں قیصرؔ
ہر ایک گام یہاں امتحاں بھی تیرا ہے

قیصر امروہوی، پاکستان

جب فروغِ مہ و اختر پہ نظر جاتی ہے
تیرے ہی حسنِ منور پہ نظر جاتی ہے

رقص خوشبو کا سرِ صحنِ چمن ہوتے ہی
باغباں! تیرے گلِ تر پہ نظر جاتی ہے

روز ہوتے ہیں نمایاں تری قدرت کے نقوش
دم بہ دم ہر نئے پیکر پہ نظر جاتی ہے

کیا ترا ابرِ کرم ہے یہ سمجھنے کے لیے
تیرے زخّار سمندر پہ نظر جاتی ہے

تیرے محبوب کی مٹھی میں ترے نام کے ساتھ
کلمہ پڑھتے ہوئے کنکر پہ نظر جاتی ہے

تیری دنیا کے تضادوں میں کشش ہے کتنی
کبھی شیشہ، کبھی پتھر پہ نظر جاتی ہے

میں پہنچتا ہوں ترے در پہ تو سب سے پہلے
جو گدا ہے، اُسی قیصرؔ پہ نظر جاتی ہے

قیصر شمیم، ہوڑہ

خموشیوں میں صدا سے لکھا ہوا اک نام
سنو! ہے دستِ دعا سے لکھا ہوا اک نام

ہر اک کی اپنی زباں ہے نہ پڑھ سکے گا بشر
زمیں پہ آب و ہوا سے لکھا ہوا اک نام

جو سن سکو تو سنو خوشبوؤں کے لب پر ہے
گلوں پہ بادِ صبا سے لکھا ہوا اک نام

عجیب بات ہے سنیے تو حرف اُڑنے لگیں
بدن بدن پہ قبا سے لکھا ہوا اک نام

کبھی کبھی تو برستے ہوئے بھی دیکھا ہے
فلک پہ کالی گھٹا سے لکھا ہوا اک نام

مگر یہ قوتِ بینائی کس طرح آئی
ہوا میں دیکھا ہوا سے لکھا ہوا اک نام

یہ کائنات تو لگتا ہے نورؔ جیسے ہو
کسی کی خاص ادا سے لکھا ہوا اک نام

کرشن بہاری نور

ہے تپتی دھوپ میں سایا بس ایک اُس کا نام
تلافیٔ غمِ دنیا بس ایک اُس کا نام

شکست وریخت کے ان تپتے ریگ زاروں میں
نسیمِ تازہ کا جھونکا بس ایک اُس کا نام

مری رگوں میں ہے جاری اُسی کی گرمیٔ خوں
مرے لبوں سے شناسا بس ایک اُس کا نام

سطر سطر سے عیاں اُس کے ہر سخن کا لمس
کہ لفظ لفظ تراشا بس ایک اُس کا نام

ہر ایک سانس معطر ہے اُس کے ذکر سے طوؔر
بدن میں خوشبو سا پھیلا بس ایک اُس کا نام

کرشن کمار طورؔ، دھرم شالہ

لاریب ہر اک شے کی زباں پر یہ صدا ہے
سجدوں کی سزاوار فقط ذاتِ خدا ہے

وہ شمس و قمر ہو کہ مرا دیدۂ دل ہو
حق ہے کہ ہر اک شے میں وہی جلوہ نما ہے

نزدیک ہے اتنا ہی وہ ہے دور بھی جتنا
حد یہ ہے رگِ جاں سے بھی اقرب بہ خدا ہے

ہے کوئی ولی، کوئی نبی، کوئی ہے مرسل
بندوں کو یہ اعزاز بھی تو نے ہی دیا ہے

ٹپکا ہے کسی آنکھ سے جب اشکِ ندامت
اُس مالکِ رحمت نے اُسے بخش دیا ہے

نمرود ہو، فرعون ہو، بوجہل ہو کوئی
انجام بہر حال برے کا تو برا ہے

مخلوق بھلا بیٹھی ہے خالق کو کلیمؔ آج
اس عصر کے کچھ ذہنوں کو زنگ ایسا لگا ہے

کلیم یزدانی، ناگ پور

زمیں بھی ہے تیری، ترا آسماں ہے
''جدھر دیکھتا ہوں تو ہی ضو فشاں ہے''

تو ہے بے نیاز اور بے عیب یارب!
تری ذات کا کوئی ثانی کہاں ہے

زمین و فلک پر ہیں بس تیرے جلوے
کہ روشن تجھی سے یہ ہر دو جہاں ہے

تو جس کا نگہباں ہے کون و مکاں میں
نہیں اُس کے گلشن کو خوفِ خزاں ہے

ہو تیرے کرم کا ادا شکر کیسے
خطا کار ہوں پھر بھی تو مہرباں ہے

ہوں میں بے خبر سارے عالم سے یارب!
مرے کان میں صرف تیری اذاں ہے

ہو طوفاں کا ڈر کیوں کمالِ حزیں کو
ترے نام پر اس کی کشتی رواں ہے

کمال جعفری، نئی دہلی

ذرّہ ذرّہ ترا، قطرہ قطرہ ترا
یعنی ہر خشک و تر پہ ہے قبضہ ترا

ہے سند دین و ایماں کی کلمہ ترا
عبدیت کی سند ہے یہ سجدہ ترا

کن سے پیدا کیے تو نے چودہ طبق
ہر طبق پر نمایاں ہے جلوہ ترا

تو ہی مسجود و ساجد بھی سجاد بھی
یہ جبیں بھی تری اور سجدہ ترا

تیری رحمت پہ ہم کو بڑا ناز ہے
یہ جبینِ خطا، اور سجدہ ترا

پھول گلشن میں ہیں، تارے افلاک پر
کتنا جاذب نظر ہے سلیقہ ترا

دن تمازت بھرا، رات خنکی سے پُر
کس قدر معتدل ہے رویہ ترا

کوثر پروین کوثر، کلکتہ

ترا جہان ہے کیا، میری زندگی کیا ہے
الٰہی، بندۂ عاصی کی بندگی کیا ہے

شجر میں، پھول میں، خوشبو میں تیری قدرت ہے
وگرنہ پھولوں میں، کلیوں میں تازگی کیا ہے

تجھی سے چاند ہے، سورج ہے اور ستارے ہیں
بجز ظہور کے تیرے، یہ روشنی کیا ہے

تو ہست و بود کا خالق بھی اور مالک بھی
تو خوب جانتا ہے بندہ پروری کیا ہے

اگر خدا نہیں موجود ذہن میں کوثرؔ
ہماری فکر ہے کیا اور شاعری کیا ہے

کوثر مظہری، نئی دہلی

میرا اللہ تعالیٰ تو ہے رحمان بہت
مجھ گنہگار کی بخشش کا ہے امکان بہت

ہے رحیم اور بھی اک نام مرے مالک کا
کر رہا ہوں میں اُسی نام کی گردان بہت

وردِ آیاتِ کریمہ کا اثر کیا کہیے
ہوتی رہتی ہیں مری مشکلیں آسان بہت

جس نے یونسؑ کو بچایا شکمِ ماہی میں
ہے بہر حال وہی میرا نگہبان بہت

دونوں عالم کے سمجھنے کو یہی کافی ہے
ہے ہمارے لیے اللہ کا عرفان بہت

ہے خداوند تعالیٰ کا کرم لامحدود
حمد کہنے کے لیے ملتے ہیں عنوان بہت

دے رہا ہے وہ بلا کسب ہی روزی کیفیؔ
مجھ پہ رزاقِ دو عالم کا ہے احسان بہت

کیفی اسماعیلی، کامٹی

یہ جستجو، یہ طلب لا الٰہ الا اللہ
مرے جنوں کا سبب لا الٰہ الا اللہ

رموزِ عشق سے دنیا کو روشناس کیا
بقدرِ ذوقِ طلب لا الٰہ الا اللہ

چلا رہا ہے رہِ مستقیم پر سب کو
عجم ہو یا کہ عرب لا الٰہ الا اللہ

اُسی کا فرشِ زمیں ہے، اُسی کا عرشِ بریں
وہ کل جہاں کا ہے رب لا الٰہ الا اللہ

ہے دل میں گرمیِ ایماں اُسی کی برکت سے
یہی ہے وجہِ طرب لا الٰہ الا اللہ

ہمیں ہو خوف کیوں روزِ حساب کا کیفؔی
ہمارے لب پہ ہے جب لا الٰہ الا اللہ

کیفی بلگرامی، ہردوئی

آنکھ میں موج تری، دل میں بھنور تیرا ہے
میں تو بس ایک مسافر ہوں، سفر تیرا ہے

اب اِدھر دیکھ مرے جسم پہ روشن ہے شفق
آئینہ میرا سہی، عکسِ ہنر تیرا ہے

ہم جلاتے رہے ہر طاق میں اشکوں کے چراغ
دل خرابہ ہی سہی، دشت میں گھر تیرا ہے

کوئی سوغات تو کرنوں کی اِدھر بھی آئے
اے مرے چاند! یہ راتوں کا کھنڈر تیرا ہے

میں کہ منظر میں ہوں جس کے وہ نظر ہے تیری
میں کہ سائے میں ہوں جس کے وہ شجر تیرا ہے

میری یادوں میں جو روشن ہے وہ شب ہے تیری
میری پلکوں پہ جو لرزاں ہے گہر تیرا ہے

میرے سر پہ جو رواں ہے وہ گھٹا ہے تیری
میری مٹی میں جو برہم ہے، شرر تیرا ہے

لطف الرحمٰن، بھاگل پور

وہی خالقِ دو عالم، وہی رب ہما شما کا
وہ دوائے دردِ غم ہے، وہ نوا ہے بے نوا کا

وہ جو بحر کو جگہ دے، وہی ذرّے کو چمک دے
وہی شاخ کو ثمر دے، تو ثمر کو فن مزا کا

وہ لبوں پہ لفظ لائے، وہ دعاؤں میں اثر دے
کبھی خود ہی مدعا ہو، کبھی حسن مدعا کا

وہ نجانے کس طرح سے کرے زخمِ دل کو راحت
وہ تمام رونقوں میں بھرے رنگ بھی فنا کا

کوئی جیسے شاہِ خوباں، کوئی جیسے اُس کی ضد ہو
ہے عجوبہ ذوقِ باری کہ تنوع ہے ضیا کا

یہ جو روح کا تکلف ہے حریمِ جان و دل میں
کہو امر ہے اُسی کا، کہو امر ہے خدا کا،

کوئی لکھے لاکھ لکھے، وہ تمام عمر لکھے
نہ ہو مانیؔ حق ادا کچھ بھی ثنائے کبریا کا

مانی فاروقی، پاکستان

مجھے میری زندگانی نہ پیام دے فنا کا
کہ عدم کو جانے والا تو ہے راستہ بقا کا

کوئی ازم ہو کسی کا، ہمیں کیا غرض کسی سے
ہے وہی خدا ہمارا، جو خدا ہے مصطفیٰؐ کا

ہوئے دل سے دور سب غم، ہوا کیف مجھ کو حاصل
یہ ترے کرم کی بارش، یہ اثر مری دعا کا

یہ جو حالِ دل ہے میرا، میں کروں بیان کس سے
نہیں ہے ترے علاوہ کوئی اور مجھ گدا کا

یہ زبان محوِ شکوہ جو بہت لگی ہے رہنے
نہیں ہو رہا ادا حق تری حمد اور ثنا کا

جو بغیر التجا کے مجھے بخش دی خدا نے
ہے زبان پر مبارکؔ مری شکر اس عطا کا

مبارک بقاپوری، پاکستان

فلک سے تا بہ زمیں لا الہٰ الا اللہ
ہر ایک شے میں مکیں لا الہٰ الا اللہ

مجھے عطا ہوئی تیری رضا سے ربِ کریم!
یہ کائناتِ حسیں لا الہٰ الا اللہ

ترا کرم ہے کہ پندارِ بندگی سے مرے
چمک رہی ہے جبیں لا الہٰ الا اللہ

تمام دنیا کا خالق ہے تو ہی میرے خدا!
ہے تو ہی مالکِ دیں لا الہٰ الا اللہ

ہو اختیار سے باہر جو تیرے ربِ جلیل!
کوئی بھی ایسا نہیں لا الہٰ الا اللہ

یہ ماہتاب، یہ سورج، یہ آسمان و زمیں
ہیں تیرے زیرِ نگیں لا الہٰ الا اللہ

ہیں لاکھوں انورؔ مضطر پہ تیرے لطف و کرم
ہے تو ہی ربِ بریں لا الہٰ الا اللہ

محبوب انورؔ، آسنسول

تمنا در تمنا، عکس در عکس
نظر آتا ہے کیا کیا عکس در عکس

دکھائی دے رہا ہے روپ تیرا
مجھے پردہ بہ پردہ، عکس در عکس

وہی تو جا بہ جا، منظر بہ منظر
وہی تیرا سراپا عکس در عکس

تری جلوہ نمائی سمت در سمت
تو ہی چہرہ بہ چہرہ، عکس در عکس

ستاروں میں، گلوں میں، کہکشاں میں
تو ہی جلوہ بہ جلوہ، عکس در عکس

اُجالے ہیں ترے ہی مہر و مہ میں
گلوں میں رنگ تیرا عکس در عکس

ثنا سے تیری مستحکم ہوا ہے
ترے راہیؔ کا لہجہ عکس در عکس

محبوب راہیؔ، اکولہ

کچھ رنگِ صبح بخشا، کچھ رنگِ شام بخشا
کیا خوب زندگی کو اُس نے نظام بخشا

پانی، ہوا، سمندر، آکاش، چاند، تارے
بندے کو اُس نے اپنے کیسا مقام بخشا

ایماں کو پختگی دی، ذہنوں کو تازہ رکھا
ثابت قدم رہیں ہم ایسا ''کلام'' بخشا

جینے کو زندگی میں کیا کیا سہولتیں دیں
اک اک دہن کو اُس نے لطفِ طعام بخشا

ہم کیوں نہ اُس کی حسرتؔ آخر کریں عبادت
بندے کو اپنے جس نے وحدت کا جام بخشا

محسن باعشن حسرتؔ، کلکتہ

میں اس کے نام سے کرتا ہوں ابتدائے سخن!
''ضمیرکن'' سے اگاتا ہے جو زمین و زمن!

شعاعِ لوحِ خفی سے تراشتا ہے وجود!
غبارِ قافِ قلم سے اجالتا ہے بدن!

جو بندگی کو ہدایت کا نور دیتا ہے
جو آگہی کو سکھاتا ہے مصطفیٰ کا چلن

نوید خلد وہ بخشے کبھی بہ فیض رسولؐ
کبھی بنام علی دے وہ مجھ کو رزقِ سخن!

یہ سانس صدقہ زہرا میں دی اسی نے مجھے
درِ بتول کہ ہے لوحِ معرفت کا متن!

وہ دے گا دل کو ابھی اور نعتیں محسنؔ
بنام عکسِ جمالِ رخِ حسین و حسن!

محسن نقوی

عکس میں ہوں، مرا نشاں تو ہے
یعنی آئینۂ جہاں تو ہے

تیری حکمت وجودِ عالمِ کُل
اپنی حکمت کا رازداں تو ہے

ماورا ذات تیری پیکر سے
نور ہی نور کا سماں تو ہے

فرش تا عرش مملکت تیری
دونوں عالم کا حکمراں تو ہے

تیرے کن سے نظامِ عالمِ کُل
عالمِ سرِّ کن فکاں تو ہے

حمدِ پروردگار اور اثرؔ
اُس کی کاوش میں بھی نہاں تو ہے

محفوظ اثرؔ، ناگ پور

خالق، مالک، اعلیٰ تو ہی
سب سے عظمت والا تو ہی

شاہ و گدا سب تیرے غلام
پاتے ہیں تجھ سے انعام

عزت، ذلت ہاتھ میں تیرے
شہرت، دولت ہاتھ میں تیرے

جس کو چاہے علم و ہنر دے
تو ہی روزی روٹی، گھر دے

رکھوالا عالم کا تو ہی
سب سے برتر، بالا تو ہی

روز و شب ہیں تیرے دم سے
ہم ہیں زندہ تیرے کرم سے

تیری ثنا کرتا ہے افضلؔ
دم تیرا بھرتا ہے افضلؔ

محمد افضل خان، ہوڑہ

حمد تیری ہے اے لامکاں! لامکاں!
بحر و بر وفلک کہکشاں کہکشاں!

جس کو تیری ہدایت وہی کامیاب!
خاک چھانے خرد آستاں آستاں!

ہے سفینہ مرا الحفیظ الحفیظ!
اور موجِ گنہ الاماں الاماں!

کبر تیری ردا اوڑھ لے گر کوئی
اس کے اعمال ہیں رائیگاں رائیگاں!

زندگی کا سفر اور کڑی دھوپ ہے
تیری رحمت فقط سائباں سائباں!

کتنی سادہ سی ہے یہ زمینِ سخن
حمد نے کردیا آساں آساں!

محمد رفیق شاد آکولوی، قطر

کیسا شکوہ، کیا گلہ، کیسی شکایت ربنا
تجھ پہ خود ظاہر ہر اک حرف و حکایت ربنا

ساری دنیا کے قلم، ساری سیاہی شرمسار
کس سے ممکن تیرا شکرِ بے نہایت ربنا

چاند سورج ٹھوکریں کھاتے، بھٹکتیں مشعلیں
رہنما لیکن ترا نورِ ہدایت ربنا

کل عناصر تیرے خادم آب و آتش، خاک و باد
اُس کے سب حامی جسے تیری حمایت ربنا

فصل، موسم، وقت، ساعت، لمحہ لمحہ منقلب
بے بدل لیکن تری ہر ایک آیت ربنا

کوثر و تسنیم و جنت شہد و شیر و سلسبیل
اف! عنایت پر عنایت پر عنایت ربنا

برف کی ٹھنڈک، تمازت کی تپش، طوفاں کی دھار
مصلحت کی ہے ہر اک شے میں سرایت ربنا

محمد عرفان، بجنور

اُسی نے ہم پہ اُتاری ہیں نعمتیں کیا کیا
اُسی سے ہم کو مگر ہیں شکایتیں کیا کیا

کہا ہے اُس نے رگِ جاں سے بھی قریب ہوں میں
مگر ہمیں نے بڑھائیں مسافتیں کیا کیا

شجر حجر بھی ہیں محوِ ثنائے ربِ کریم
دکھا رہا ہے وہ آئینہ صورتیں کیا کیا

یہ ماہتاب کی ٹھنڈک، یہ آفتاب کی لو
نوازشیں بھی ہیں کیا کیا، اذیتیں کیا کیا

میں بھولنا بھی جو چاہوں بھلا نہیں سکتا
اُسی نے دل میں سمو دی ہیں چاہتیں کیا کیا

ہر ایک ذرّے میں پوشیدہ ایک عالم ہے
بتائیں کیسے کہ اُس کی ہیں قدرتیں کیا کیا

اثرؔ اُسی سے منور ہیں جسم و جاں میرے
بصیرتیں بھی ہیں کیا کیا، بصارتیں کیا کیا

محمد علی اثر

خورشید دمِ صبح نکلتا نظر آیا
ہر سمت ترے حسن کا جلوہ نظر آیا

گلشن میں، بیاباں میں، سمندر میں، فضا میں
تیری ہی ثنا، تیرا ہی چرچا نظر آیا

ساحل سے بہت دور جو آواز دی تجھ کو
بھٹکی ہوئی کشتی کو کنارا نظر آیا

ہے وقت بھی تو، وقت کی رفتار بھی تو ہے
تیرا ہی زمانے میں اجارہ نظر آیا

بخشش کا مرے دل کو یقیں ہو گیا یارب!
جب تیرے کرم کا مجھے دریا نظر آیا

محمد کمال اظہر، پاکستان

جمالِ نورِ یقیں لا الٰہ الا اللہ
متاعِ قلبِ حزیں لا الٰہ الا اللہ

چراغ نور کے جلتے ہیں دل کے ایواں میں
ہے روح سے بھی قریں لا الٰہ الا اللہ

تمام جسم کی بے رونقی ہوئی کافور
ہوا جو قلب نشیں لا الٰہ الا اللہ

جہاں بھی چاہا دبانا نظامِ باطل نے
اُبھر گیا ہے وہیں لا الٰہ الا اللہ

اسی کی نور سے تابندہ ہے جبیں اپنی
چھپا ہے دل میں کہیں لا الٰہ الا اللہ

یہی ہے باعثِ تخلیقِ بزمِ کون و مکاں
ہے زیبِ عرشِ بریں لا الٰہ الا اللہ

مرے نصیب کا تارہ بھی جگمگا اُٹھا
ہوا جو زیبِ جبیں لا الٰہ الا اللہ

محمد لئیق انصاری، بریلی

وہی ابتدا کا خالق، وہی مالک انتہا کا
''یہ جہاں بھی ہے خدا کا، وہ جہاں بھی ہے خدا کا''

ترے فیض کے سمندر ہیں قدم قدم پہ جاری
کرے کیا کوئی احاطہ مرے رب! تری عطا کا

یہ پہاڑ، دشت و دریا، یہ ملک، یہ جن و انساں
رہے کوئی بھی نہ باقی جو کرم نہ ہو خدا کا

یہ شجر، حجر، سمندر، حسیں مہر و ماہ و اختر
ہیں اُسی کے سب ثناگر وہ رب ہے مصطفےٰ ﷺ کا

ہے اُسی کے دستِ قدرت میں بدلنا فطرتوں کا
ہو وہ آگ کی جبلت کہ مزاج ہو ہوا کا

وہ ہے کون دے رہا ہے جو نویدِ شادمانی
تو اگر نہیں ہے حاصل مرے قلب کی صدا کا

یہ شعور مجھ کو بخشا ہے کتابِ حق نے جوہر
مجھے آ گیا سلیقہ مناجات اور ثنا کا

محمد نعیم الرحمٰن جوہر، پاکستان

رُخِ ازل کو میسر اُجال تجھ سے ہے
نگار خانے کا قائم جمال تجھ سے ہے

گماں کی حد سے گزرنے میں بھی کرم تیرا
مرے یقین کو حاصل کمال تجھ سے ہے

مرا وجود بھی تیری ہی رحمتوں کے تئیں
نفس نفس میں تسلسل بحال تجھ سے ہے

تری عطا سے میسر نظر کو بیداری
شگفتہ پھول کی صورت خیال تجھ سے ہے

وہ برتری کی ادا ہو کہ کمتری کا سبب
مرا عروج بھی تجھ سے، زوال تجھ سے ہے

قضا و قدر کے مالک، اے منصفِ محشر!
جواب خود سے ہے لیکن سوال تجھ سے ہے

ترے ہی حکم سے راہی میں بے خودی پیہم
ہر ایک اذنِ سفر کا مآل تجھ سے ہے

محمود راہی، کلکتہ

تری ذات سب سے قدیم ہے، تری شان جل جلالہٗ
تری ذات ہی تو عظیم ہے، تری شان جل جلالہٗ

تری بخششیں سبھی عام ہیں، جو عنایتیں ہیں مدام ہیں
تو رحیم ہے، تو کریم ہے، تری شان جل جلالہٗ

تجھے بات بات کا ہے پتا، تجھے کائنات کا ہے پتا
تو خبیر ہے، تو علیم ہے، تری شان جل جلالہٗ

تری سطوتوں کا شمار کیا، تری حکمتوں شمار کیا
تو عزیز ہے، تو حکیم، تری شان جل جلالہٗ

تری ذات جس کو ثبات ہے، وہی جو کہ بالا صفات ہے
نہ شریک ہے نہ سہیم ہے، تری شان جل جلالہٗ

وہ امیر ہیں کہ غریب ہیں تری رحمتوں کے قریب ہیں
تو قدیر ہے، تو قسیم ہے، تری شان جل جلالہٗ

ترا نام لیوا ہوں اے خدا! ترا ذکر کرتا ہوں یوں سدا
مرے دل میں تو ہی مقیم ہے، تری شان جل جلالہٗ

مختار ٹونکی، ٹونک

میرے دل میں جتنی بھی موجود ہیں یادیں، تیری ہیں
میری جان کے اندر آتی جاتی سانسیں تیری ہیں

دھرتی اور آکاش میں ذرّے سے سورج کا مالک تو
انجم میں تابانی، پھولوں میں خوشبوئیں تیری ہیں

پت جھڑ کے موسم میں ہونے والے برہنہ پیڑوں پر
برگ و بر کی چڑھتی ہیں جو حسیں ردائیں تیری ہیں

ساگر، دریا اور جھرنوں کی ساری روانی تجھ سے ہے
ان سے آتی ہیں جو ترنم خیز صدائیں تیری ہیں

اوّل سے آخر تک کی ساری ہی تخلیقات میں تو
دنیاؤں کی کل چیزیں اور کل دنیائیں تیری ہیں

کر دے جو روپوش نہ دیکھوں تو جو دکھائے دیکھوں میں
دنیا کے سب نقش ہیں تیرے، میری آنکھیں تیری ہیں

مختار مشرقی، کلکتہ

دعا جب آئی ہے لب پر ترے حوالے سے
بدل گئے ہیں مقدر ترے حوالے سے

قدم قدم پہ گری ہیں انا کی دیواریں
کھلے ہیں مجھ پہ کئی در ترے حوالے سے

یہاں وہاں تری یادوں کا سائباں سر پر
یہ شش جہاں ہیں مرا گھر ترے حوالے سے

لچکتے پیڑ، سنکتی ہوا، مچلتی ندی
سمجھ میں آئے یہ منظر ترے حوالے سے

جو دوریوں سے بلاتے رہے، وہی لمحے
قریب آئے ہیں اکثر ترے حوالے سے

حسابِ شام ترے نام پر تمام ہوا
کھلا ہے صبح کا دفتر ترے حوالے سے

قصیدہ خواں ہے اسی روپ رنگ کا مخمورؔ
ہوا یہ شخص سخنور ترے حوالے سے

مخمور سعیدی

آسماں تیرا، زمیں تیری، سمندر تیرے
چاند تارے، گل و بلبل، یم و گوہر تیرے

تیری مسجد، تری محرابیں ہیں، منبر تیرے
اور فضاؤں میں ابابیلوں کے لشکر تیرے

تیری قدرت کا بیاں ہو نہیں سکتا ہم سے
وادیاں، جھیل، سبھی دل نشیں منظر تیرے

نسلِ آدمؑ کو جگانے کے لیے دنیا میں
انگنت آئے نبی اور پیمبر تیرے

از زمیں تا بہ فلک سب ترے محتاجِ کرم
تابعِ حکم ہیں مہر و مہ و اختر تیرے

تیرا بندہ ترے محبوبؐ کا شیدائی ہے
کتنے احسان ہیں اے خالقِ اکبر تیرے

حمد میں تیری قلم رکھتے ہیں سب سر بہ سجود
ایک مخمورؔ ہی کیا سارے سخنور تیرے

مخمور کاکوری

یہ عرش و فرش، یہ شمس و قمر بھی تیرے ہیں
یہ جانور، یہ پرندے، بشر بھی تیرے ہیں

یہ شاخِ گل بھی ہے تیری، ثمر بھی تیرے ہیں
فقط یہی نہیں برگ و شجر بھی تیرے ہیں

ہر ایک شے پہ ہے تیرا ہی اختیار یہاں
یہ سیم و زر ہیں ترے، یہ گہر بھی تیرے ہیں

ازل سے ہے تری مٹھی میں وقت کی رفتار
یہ ماہ و سال یہ شام و سحر بھی تیرے ہیں

عدم تجھی سے، تجھی سے وجود ممکن ہے
مکاں بھی تیرا ہے، یہ بام و در بھی تیرے ہیں

کسی مقام پہ ٹھہروں، کہیں سے بھی گزروں
سفر بھی تیرے ہیں، زحمتِ سفر بھی تیرے ہیں

جو تیری حمد میں مدہوشؔ نے پروئے ہیں
وہ حرف و لفظ سبھی معتبر بھی تیرے ہیں

مدہوش بلگرامی، ہردوئی

اس ارضِ فنا کے سبھی منظر میں وہی ہے
دریا میں وہی اور سمندر میں وہی ہے

دنیا کے سبھی گنجِ رواں اس کے ہی مظہر
موتی میں وہی، لعل میں، گوہر میں وہی ہے

ہے کون جو کرتا ہے تری راہ نمائی
موجود کہیں دل کے کسی گھر میں وہی ہے

رکھتا ہے بشر کو جو برائی سے بہت دور
پوشیدہ اس احساس کے پیکر میں وہی ہے

شیشے کی عمارت سی ہر اک زندگی، اُس کی
اور سچ ہے نہاں موت کے پتھر میں وہی ہے

دیتا ہے بلندی بھی وہی فکر و نظر کو
سورج سے خیالات کے لشکر میں وہی ہے

ہم چاند کو چھو پائے مراؔق اُس کے ہی دم سے
انساں کے کمالات میں، جوہر میں وہی ہے

مراؔق مرزا، ممبئی

ہر پود، ہر شجر میں اللہ تو ہی تو ہے
ہر برگ، ہر ثمر میں اللہ تو ہی تو ہے

جن و ملک میں یارب! ہے نور تیرا ظاہر
پوشیدہ ہر بشر میں اللہ تو ہی تو ہے

تیری ہی روشنی ہے تاروں کی انجمن میں
اور جلوۂ قمر میں اللہ تو ہی تو ہے

مولا! کرم ہے تیرا کھیتوں پہ، کیاریوں پر
ہر فصل کے نگر میں اللہ تو ہی تو ہے

اُس کی اُڑان میں بھی تیری رضا ہے شامل
پنچھی کے بال و پر میں اللہ تو ہی تو ہے

مضطؔر کی آنکھ کو بھی بخشا ہے نور تو نے
ہر بندے کی نظر میں اللہ تو ہی تو ہے

مرتضیٰ حسین مضطر، کلکتہ

سر بسر تیرا ہی جلوہ یا الہٰ العالمین
ذرّے ذرّے میں سمایا یا الہٰ العالمین

تو کہ ہے انسان کی شہ رگ سے بھی نزدیک تر
جس میں بھی جو کچھ ہے تیرا یا الہٰ العالمین

تو نے بخشی ہے زمانے بھر کو اک روشن کتاب
سارے عالم میں ہے چرچا یا الہٰ العالمین

حمد کرتے ہیں تری ہر پل شجر ہو یا حجر
سر بسجدہ ذرّہ ذرّہ یا الہٰ العالمین

شانِ قدرت یاں تری ہر شے میں ہے جلوہ فگن
مل رہا ہے یہ اشارہ یا الہٰ العالمین

ایک لفظِ کن کہا اور جو بھی چاہا ہوگیا
ہے تری تخلیق دنیا یا الہٰ العالمین

تیرا ہی جلوہ اُتر آیا زمیں کی گود میں
دہر میں پھیلا اُجالا یا الہٰ العالمین

مسرت حسین عازمؔ آسنسول

میری منزل تو، جستجو تو ہے
میرے اللہ! چار سو تو ہے

سارے عالم کا خالق و مالک
ذرّے ذرّے کی آبرو تو ہے

میری ہر فکر کا محرک تو
میری ہر سوچ کی نمو تو ہے

تو ہی مضراب میری دھڑکن کی
دل کی رفتار میں لہو تو ہے

پھول، پھل، پیڑ، برگ و بر میں تو
اور تمنّا کی آرزو تو ہے

مسرور تمنا، احمد نگر

بطونِ سنگ میں کیڑوں کو پالتا ہے تو ہی
صدف میں گوہرِ نایاب ڈھالتا ہے تو ہی

دلوں سے رنج و الم کو نکالتا ہے تو ہی
نفس نفس میں مسرت بھی ڈالتا ہے تو ہی

بغیر لغزشِ پا تو ڈبو بھی سکتا ہے
پھسلنے والوں کو بے شک سنبھالتا ہے تو ہی

تو ہی تو مردہ زمینوں کو زندہ کرتا ہے
گلوں کے جسم میں خوشبوئیں ڈالتا ہے تو ہی

ترے ذبیح کی نازک سی ایڑیوں کے طفیل
سلگتے صحرا سے زم زم نکالتا ہے تو ہی

نجات دیتا ہے بندوں کو ہر مصیبت سے
شکم سے مچھلی کے زندہ نکالتا ہے تو ہی

جو لوحِ ذہنِ مشاہدؔ میں بھی نہیں یارب
وہ حرفِ تازہ قلم سے نکالتا ہے تو ہی

مشاہد رضوی

کسی کے ہاتھ کو دے دی مصوری تو نے
کسی کو بخش دیا فن شاعری تو نے

ترے کرم سے ہے رنگت ہر ایک موسم میں
عطا کیا ہے بہاروں کو دل کشی تو نے

تمام دشت و جبل پر اگر ہیں سناٹے
تو آبشاروں کو دے دی ہے نغمگی تو نے

بہت سی جانیں سلامت ہیں تیری قدرت سے
دکھا دیا ہے تہہِ آب زندگی تو نے

نہ آئے گا کوئی اس ذات پاک کے جیسا
عطا کیا جو ہمیں آخری نبیؐ تو نے

چکا نہ پائیں گے قیمت ہزار سجدے بھی
ہماری آنکھوں کو دی ہے جو روشنی تو نے

ترا ہے شکر اے مالک کہ اپنی رحمت سے
نکھار ڈالی ہے احزنؔ کی شاعری تو نے

مشتاق احزنؔ، جمشید پور

ہونٹوں پر جب نام ترا آجاتا ہے
دل کی زمیں پر بادل سا برساتا ہے

دور نظر سے تو ہے، مگر تیرا جلوہ
ہم کو اک اک شے میں نظر آجاتا ہے

دل کی آنکھیں کھلتی ہیں تو پل بھر میں
تیرا جلوہ کیا کیا کچھ دکھلاتا ہے

اُس کی نظر پھر کب ٹک پاتی ہے دنیا پر
جس کی نظر میں تو اک بار آجاتا ہے

جن و بشر اور برگ و شجر سارے محکوم
تو تنہا سب کا حاکم کہلاتا ہے

انجمؔ کیا ہے اور اس کے اشعار ہیں کیا
تیری یاد میں پاگل کچھ کہہ جاتا ہے

مشتاق انجمؔ ہوڑہ

جو بھٹکتے ہیں اُنہیں رستہ دکھا دیتا ہے
اپنے بندوں کو وہ منزل کا پتا دیتا ہے

اُس کی قدرت میں ہے موسم کی لطافت کا طلسم
پھول سوکھی ہوئی شاخوں پہ کھلا دیتا ہے

چھیڑ کر بربطِ ہستی پہ خرد کا نغمہ
عشق کا سوز ہے کیا مجھ کو بتا دیتا ہے

وہ مصور ہے جہاں میں نہیں جس کا ثانی
ہر نئے نقش کو وہ رنگ جدا دیتا ہے

ناتواں دل کو عطا کرتا ہے اک عزمِ جواں
بے نوا لب کو وہی حرفِ نوا دیتا ہے

میری تخئیل کو دیتا ہے وہ روشن پہلو
میرے احساس کی قندیل جلا دیتا ہے

شہِ کونینؐ کے صدقے میں وہی رب جاویدؔ
ہر کٹھن راہ کو آسان بنا دیتا ہے

مشتاق جاویدؔ کلکتہ

کیا لکھوں تعریف تیری خالقِ کون و مکاں!
شان وعظمت جب تری ہے ذرّے ذرّے سے عیاں

دونوں عالم کی ہر اک شے حکم کے تابع ترے
تیرے قبضے میں ہے مولا! یہ زمین و آسماں

سب تری تسبیح میں مصروف ہیں صبح و مسا
حور و غلماں ہوں کہ ہوں جن و بشر، کر و بیاں

سنگ ریزوں نے بھی تیرے نام کا کلمہ پڑھا
جب عطا کی تو نے یارب! بے زبانوں کو زباں

لحنِ داؤدی میں تیری خوش کلامی کا اثر
اور حسنِ ناز تیرا حسنِ یوسفؑ میں عیاں

خوف لاحق کیوں ہو مجھ کو رنج وغم کی دھوپ کا
جب تری رحمت ہے میرے سر پہ بن کر سائباں

پڑھ کے بسم اللہ جب تھاما قلم مشتاقؔ نے
صورتِ مہرِ درخشاں ہو گیا حسنِ بیاں

مشتاق دربھنگوی، کلکتہ

آنکھوں میں تو، دل میں تو ہے، دل کے احساسات میں تو
تیری ذات کا میں شیدائی، پنہاں میری ذات میں تو

صبحِ طرب کی سطحِ اُفق سے سورج بن کے اُبھرا ہے
چاند کا روپ لیے آیا ہے غم کی کالی رات میں تو

عیش و مسرت تیرا کرم ہے، فکر و فاقہ تیری رضا
آسودہ لمحات میں تو تھا، آشفتہ لمحات میں تو

قہر ترا نافرمانوں پر، رحم ترا ہر تابع پر
غیظ وغضب کی آندھی میں تو، رحمت کی برسات میں تو

کعبے کی دیوار پہ لکھے مصرعوں سے یہ ثابت ہے
لاثانی ہے تیرا کلام اور یکتا اپنی ذات میں تو

ماضی تیرا، حال بھی تیرا، مستقبل کا مالک تو
ماضی کے حالات میں تو تھا، موجودہ حالات میں تو

تو چاہے محضؔر کے حق میں ناممکن، ممکن کر دے
ہر اک شے پر تو قادر ہے، سارے امکانات میں تو

مشرف حسین محضر، علی گڑھ

عاشقی، دیوانگی تیرے لیے
دشت گردی بھی مری تیرے لیے

خاک چھانوں دشت یا صحرا کی میں
میری یہ آوارگی تیرے لیے

درد تیرا، ٹیس تیری، دل ترا
دل کی شوریدہ سری تیرے لیے

ذہن میرا ہر گھڑی تیری طرف
ہے مری یہ بے خودی تیرے لیے

عرش تیرا، فرش تیرا، سب ترے
چاند، سورج، چاندنی تیرے لیے

ذکر تیرا، لب ترے، میں بھی ترا
اور میری زندگی تیرے لیے

کیوں نہ مضطرؔ ہو ثنا خواں ہر گھڑی
اس کی ساری زندگی تیرے لیے

مضطر افتخاری، کلکتہ

نور کا ہر سو جلوہ اللہ ہو اللہ
یعنی سب کچھ تیرا اللہ ہو اللہ

ارض و سما کا داتا اللہ ہو اللہ
سب کچھ دینے والا اللہ ہو اللہ

کوہ و بیاباں، دشت و جبل اس کے تابع
ذرّہ ذرّہ واللہ اللہ ہو اللہ

جن و بشر، ملکوت، کروبی، پیمبر
سب کرتے ہیں سجدہ اللہ ہو اللہ

وہ خالق ہے اُس کی ہی ہر شے مخلوق
عقبیٰ ہو یا دنیا اللہ ہو اللہ

لاکھ سے زیادہ آئے نبی پر احمدؐ کا
رحمتِ کُل ہو جانا اللہ ہو اللہ

ایک کرشمہ تھا ایرجؔ اس دنیا میں
تیرا سر کو جھکانا اللہ ہو اللہ

مظفر ایرج، سری نگر، کشمیر

ہاتھوں میں سجتے ہیں چھالے، جیسی تیری مرضی
سکھ داتا! دکھ دینے والے، جیسی تیری مرضی

بستی بستی گھور اندھیرا، یا انگارے برسیں
صحرا صحرا نرم اُجالے، جیسی تیری مرضی

برحق ہے تو، پتھر پتھر پھول اُگانے والے
زرخیزی میں بنجر ڈالے، جیسی تیری مرضی

بھرتے ہیں ہنکاری تیری، آتے جاتے بادل
گونج رہے ہیں ندی نالے، جیسی تیری مرضی

تیرا ہی اعلان کروں میں، تیرے ہی گن گاؤں
میرے ہی ہونٹوں پر تالے، جیسی تیری مرضی

مظفر حنفی، نئی دہلی

کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے، وہی خدا ہے
دکھائی بھی جو نہ دے، نظر بھی جو آرہا ہے، وہی خدا ہے

تلاش اُس کو نہ کر بتوں میں، وہ ہے بدلتی ہوئی رُتوں میں
جو دن کو رات اور رات کو دن بنا رہا ہے، وہی خدا ہے

نظر بھی رکھے، سماعتیں بھی، وہ جان لیتا ہے نیتیں بھی
جو خانۂ لاشعور میں جگمگا رہا ہے، وہی خدا ہے

کسی کو تاجِ وقار بخشے، کسی کو ذلت کے غار بخشے
جو سب کے ماتھوں پہ مہرِ قدرت لگا رہا ہے، وہی خدا ہے

سفید اُس کا، سیاہ اُس کا، نفس نفس ہے گواہ اُس کا
جو شعلۂ جاں جلا رہا ہے، بجھا رہا ہے، وہی خدا ہے

وہی ہے مشرق، وہی ہے مغرب، سفر کریں سب اُسی کی جانب
ہر آئینے میں جو عکس اپنا دکھا رہا ہے، وہی خدا ہے

مظفر وارثی، پاکستان

برہنگیٔ سخن کو قبا اُسی سے ملی
تہی حجاب نظر کو حیا اُسی سے ملی

شرار رنگ کو ذوقِ نمو اُسی نے دیا
غبارِ شوق کو گل کی ردا اُسی سے ملی

سحابِ غم کو جو موسم ملا، اُسی سے ملا
نہالِ خواب کو آب و ہوا اُسی سے ملی

جو شب ہوئی تو اُجالوں نے ہاتھ پھیلائے
سیاہ کار کو شمعِ دعا اُسی سے ملی

فضائے شام بیاباں کی طرح قصرِ خیال
بس ایک عالمِ ہو تھا، صدا اُسی سے ملی

اُسی کے اشک میں بھیگے ہوئے ہیں لفظ مرے
مجھے یہ سوزِ فغاں، یہ نوا اُسی سے ملی

کسی طرح تو سنبھالو دلِ حزیں کو امامؔ
جزا اُسی سے ملے گی، سزا اُسی سے ملی

مظہرامام

ہر سمت پھیلا آسماں ہے کہکشاں در کہکشاں
صنعت تری ہے بے کراں اے خالقِ کون و مکاں!

تو ہی ہے دل کی آرزو، ہے ذات تیری روبرو
نظروں میں تو، دل میں بھی تو، تو ہے عیاں، تو ہے نہاں

ہے لالہ و گل میں مہک، ہے چاند تاروں میں دمک
پیدا کیے جن و ملک، ہر جا ہے تیرا ہی نشاں

غنچوں کو دی تو نے چٹک، دل کو بھی دی تو نے کسک
طائر اُڑے سوئے فلک، محوِ سفر سیارگاں

اعجاز ہے سب کچھ ترا، تیری نظر، تیری ادا
تو نے کہا کن ہو گیا، جلوہ نما سارا جہاں

پانی کی تہ زیرِ زمیں، ابرِ رواں جس کا امیں
مظہرؔ جھکائے ہے جبیں، سجدے میں ہیں کرو بیاں

مظہر کبریا، کلکتہ

ترا نام اوّل، ترا نام آخر، تری ذات ارفع و اعلیٰ ہے اللہ
یہ عالم ہو یا کہ وہ عالم ہو کوئی، ہر اک جا چلے تیرا سکہ ہے اللہ

ترے ماتحت ہیں یہ جن و بشر سب، تجھی سے چمکتے ہیں لعل و گہر سب
ہیں محتاج تیرے یہ شاخ و شجر سب، ہر اک شے میں تیرا ہی جلوہ ہے اللہ

ہر اک سمت تیری خدائی رواں ہے، ہر اک شے میں تیرا ہی جلوہ نہاں ہے
یہ سانسیں، نظارے، یہ دریا رواں ہے، ہر اک شے پہ تیرا ہی قبضہ ہے اللہ

تجھی سے یہ شمس و قمر جگمگائے، تجھی سے ہی کھیتی مری لہلہائے
ترے گیت جھرنے ندی گنگنائے، کہوں کیا کہ کیا تیرا رتبہ ہے اللہ

یقیں اور ایماں کا مظہر یہی ہے، ہر اک شے میں قدرت تری بولتی ہے
سبھی تیرے قائل ہیں گرچہ کہ تیرا، نہ نقشہ کوئی اور نہ چہرہ ہے اللہ

مظہر مجاہدی، بھاگل پور

مکاں بھی تیرا ہے، کون و مکاں بھی تیرا ہے
نہاں بھی تیرا ہے مالک! عیاں بھی تیرا ہے

تو اِس جہاں کا بھی خالق ہے، اُس جہاں کا بھی
یہاں بھی تیرا ہے سب کچھ، وہاں بھی تیرا ہے

یہ چاند تارے، یہ سورج، یہ کہکشاں بھی تری
اور ان کے بعد جو ہے وہ جہاں بھی تیرا ہے

یہ آبشار، یہ دریا ترے، ترے قلزم
کراں بھی تیرا ہے اور بے کراں بھی تیرا ہے

یہ مسجدیں بھی تری، تیرے منبر و محراب
نماز بھی تری، شورِ اذاں بھی تیرا ہے

یہ لحن بھی ہے تری دین خالقِ داؤدؑ
یہ نغمگی بھی تری، نغمہ خواں بھی تیرا ہے

یہ ناطقہ ہے ترا، حسنِ ناطقہ بھی ترا
بیاں بھی تیرا ہے، معجزؔ بیاں بھی تیرا ہے

معجزؔ لکھنوی، پاکستان

فردا بھی ترا، گزرا ہوا کل بھی ترا ہے
صدیوں میں ڈھلے جو اک اک پل بھی ترا ہے

پیدا کیے اشجار ہمارے لیے تو نے
گلزار تو گلزار ہے، جنگل بھی ترا ہے

سوغات ہمیں دی ہے مٹھاس اور مہک کی
باغات کا ہر پھول بھی، ہر پھل بھی ترا ہے

دھرتی پہ مچلتی ہیں جو ندیاں وہ تری ہیں
آکاش پہ اُڑتا ہوا بادل بھی ترا ہے

یہ رائی بھی ہے تیری امانت مرے مولا!
یہ دیو صفت کوہِ مسلسل بھی ترا ہے

تارہ ہو کہ سیارہ ہو تخلیق ہے تیری
ناہید و ثریا ترے، منگل بھی ترا ہے

معراج احمد معراج، کلٹی

بڑا تنگ دائرہ ہے مری فکر کی رسا کا
کہاں حرف سے احاطہ ہو بھلا تری ثنا کا

سبھی عکس پھوٹتے ہیں اُسی ایک آئینے سے
کہیں طور کی تجلی، کہیں نور ہے حرا کا

فقط اس قدر تفاوت ہے میانِ دونوں عالم
یہاں ذوقِ سجدہ ریزی، وہاں سلسلہ عطا کا

رہِ حق میں جان دینا ہے دلیلِ سرفرازی
جو فنا کی اصلیت ہے وہی راز ہے بقا کا

میں فقیرِ بے نوا ہوں، تو امیرِ دو جہاں ہے
مری ذات مثلِ قطرہ، تو ذخیرہ ہے سخا کا

ہے مکاں سے لامکاں تک تری حکمرانی یارب!
تو ہی سرِّ ابتدا ہے، تو ہی نقش انتہا کا

جو جہاں میں کام آئے دُکھی آدمی کے عامرؔ
بڑی چاہتوں کا حامل ہے وہی بشر خدا کا

معراج حسن عامرؔ، پاکستان

مالکِ دو جہاں تو ہی معبود ہے
ذرّے ذرّے میں بھی تو ہی موجود ہے

ابتدا بھی ہے تو، انتہا بھی ہے تو
تو ہی ہے لم یزل، تو ہی مسجود ہے

لفظ ''کن'' سے کیا تو نے پیدا جہاں
تیری قدرت، کہا کس نے محدود ہے

تیرے محکوم ہیں سارے جن و بشر
تو ہی سب کا خدا، تو ہی معبود ہے

کیا شجر، کیا حجر، کیا زمیں، کیا فلک
تیرا جلوہ ہر اک شے میں موجود ہے

جز ترے اور کوئی نہیں اے خدا!
ساری مخلوق کا تو ہی مقصود ہے

ایک معصوؔم شرقی ہی کا ذکر کیا
ہر زباں پر ترا وصفِ محمود ہے

معصوم شرقی، کانکی نارہ

اک عہدِ وصال چار سو ہے
اور دردِ فراق کو بہ کو ہے

یوں دیکھ رہا ہوں آسماں کو
بادل کے عقب میں جیسے تو ہے

جو سو نہ سکے وہ آنکھ ہوں میں
جو ٹوٹ گئی وہ نیند تو ہے

رستہ ہے سخن کا بند تجھ سے
اب اپنے خدا سے گفتگو ہے

میں سوچ رہا ہوں، تو نہیں ہے
میں دیکھ رہا ہوں اور تو ہے

آئینۂ خیال بن گیا ہے
ایک چہرہ یقیں کا روبرو ہے

تو میرے وجود کا تقاضا
تو میرے عدم کی آبرو ہے

مغنی تبسم

شعر ہے، نظم ہے، کہانی ہے
تیری نسبت سے جاودانی ہے

بحر و بر ہو کہ باغ و دشت و جبل
ہر جگہ تیری حکمرانی ہے

ہر کوئی تیرے حکم کے تابع
کیا ضعیفی ہے، کیا جوانی ہے

تو ہی ضامن ہے زندگانی کا
نہ ہوا ہے، غذا نہ پانی ہے

اپنے ایماں کی پختگی کے لیے
صرف تجھ سے ہی لو لگانی ہے

صاحبِ فکر و فن جو ہے مقبولؔ
یہ فقط تیری مہربانی ہے

مقبول احمد مقبولؔ اودگیر

وہ کون ہے جس نے دل میں بھر دی ہیں شعلہ افشاں یہ بجلیاں سی
یہ میری آنکھوں میں کس نے رکھ دی ہیں رقص انگیز پتلیاں سی

وہ ہیبتوں کے نشان پربت زمیں پہ کس نے بچھا دیئے ہیں
وہ کیا مصور ہے جو بنائے حسین و رنگین تتلیاں سی

صدف کی آغوش میں ہے پلتی حیات کس کے کرم کا صدقہ
جو میں خزف تھا تو کس سے مجھ کو عطا ہوئی ہیں تجلیاں سی

یہ کس کی شفقت سدا سنائے ''لاتقنطو'' کی نوید مجھ کو
یہ کس کی رحمت ہر آن دیتی ہے میرے دل کو تسلیاں سی

مرے حضور و غیاب میں ہے ''الست'' کی بازگشت اب بھی
''بلیٰ بلیٰ'' کی صدائیں جاں کو بوجھا رہی ہیں پہیلیاں سی

ہے فضلؔ کس کا فرازِ جاں میں جو پھول بن کر مہک رہا ہے
جھلک رہی ہیں بہار بن کر یہ کس کی نازک خرامیاں سی

ملک فضل حسین، برطانیہ

زباں بخشے قلم کو یا ہمیں دانشوری دے دے
خدا کی شان ہے ذرّے کو چاہے برتری دے دے

اُسی کے حکم کے پابند ہیں گلشن بھی، صحرا بھی
کہیں وہ بوئے گل دے دے، کہیں کھیتی ہری دے دے

اگر ناراض ہو تو وہ اُلٹ دے تختِ شاہی کو
اگر ہو خوش فقیری سے تو پھر اسکندری دے دے

یہ اُس کی دین ہے جس طرح چاہے دے وہ بندے کو
وہی دے قعرِ ذلت یا وہی پیغمبری دے دے

ہوا کیا، آگ، پانی کیا، نفس کیا، زندگانی کیا
اگر چاہے رواں رکھے نہ چاہے بے بسی دے دے

ممتاز انور، کمرہٹی

سارے نغمے، ساری صدائیں تیری ہیں
میرے لبوں کی ساری دعائیں تیری ہیں

آنکھوں کے موسم پت جھڑ کے موسم کیوں
پھول کھلانے والی ہوائیں تیری ہیں

عزمِ سفر کی سمتوں کا احساس تو کیا
سارے منظر، ساری دشائیں تیری ہیں

جلتی دھوپ ہے انسانوں کی قسمت کیوں
سارے سمندر، ساری گھٹائیں تیری ہیں

عزت، شہرت، دولت پہ کیا ناز کریں
دینے والے ساری ادائیں تیری ہیں

ممتاز راشد، ممبئی

تجھی سے ہے قائم یہ حسنِ جہاں
ہر اک شے میں تیری تجلّی عیاں

ادا کیسے ہو حقِ حمد و ثنا
میں اک مشتِ خاک اور تو آسماں

پڑے دھوپ غم کی مرے سر پہ کیوں
تری ذات میرے لیے سائباں

یہ لہراتی فصلیں، یہ شاخ و شجر
کھلاتا تو ہی ہے گل و گلستاں

بچاتا ہے دشمن سے تو ہی مجھے
ہو کیوں مجھ کو پھر خوفِ تیر و کماں

عطا تو نے کی دولتِ فکر و فن
تری ہی عنایت شعورِ زباں

ممتاز عارفی، کلکتہ

ہر کسی میں عکس تیرا، ہر کلی میں تیری بو
اس زمیں سے آسماں تک ہر کہیں ہے تو ہی تو

ہوں گنہ میں سر بہ سر، لیکن مرے ربِ غفور!
معصیت ہے میری عادت اور رحمت تیری خو

کائناتوں کے بھنور میں پھر رہے ہیں بے قرار
جانے لے جائے کہاں اب ہم کو تیری جستجو

اے مرے مالک! تری رحمت ہمیں درکار ہے
بھر گیا ہے اس زمیں پر اب گناہوں کا سبو

یا الٰہی! حمد تیری میں کروں کیسے رقم
چاہیے دل کی طہارت، اُنگلیاں ہوں با وضو

ذرّے ذرّے پر عیاں ہیں نقش ہر تخلیق کے
عقلِ آوارہ پھرے ہے حیراں حیراں کو بہ کو

ممتاز عزیز نازاں، ممبئی

سارے جہاں سے اونچا ہے لامکاں تمہارا
یہ سر زمیں تمہاری، یہ آسماں تمہارا

جنت کی وادیوں میں اپنا وجود کھو کر
دنیائے رنگ و بو میں پایا نشاں تمہارا

ہر چیز اس جہاں کی گاتی ہے گن تمہارے
تم خالقِ جہاں ہو، سارا جہاں تمہارا

توریت بھی صحیفہ، انجیل بھی صحیفہ
قرآن کے بھی پاروں میں ہے بیاں تمہارا

دھرتی پہ ضو تمہاری، پھولوں میں بو تمہاری
ہر سو تمہارا جلوہ، یہ گلستاں تمہارا

مٹ جائے گی یہ دنیا، کھو جائیں گے نظارے
باقی سدا رہے گا نام و نشاں تمہارا

حمد و ثنا تمہاری عاشقؔ کی ہے زباں پر
ہر شے میں دیکھتا ہوں جلوہ عیاں تمہارا

مناظر عاشق ہرگانوی، بھاگل پور

نہ کوئی ثانی ترا جہاں میں، جمال ہے بے مثال تیرا
چمن چمن میں، کلی کلی میں نہاں ہے عکسِ جمال تیرا

تو نورِ ارض و سما ہے مولا! ہر ایک شے میں تری تجلی
نفس نفس میں بسا ہے تو ہی، ہے ذرّہ ذرّہ کمال تیرا

چمن کی رنگت، جہاں کی گردش، سبھی نے دی ہے تری گواہی
"چمن چمن ہے تری تجلی، سحر سحر ہے جمال تیرا"

زماں، مکاں سب مطیع تیرے، گھٹا، بڑھا یا انہیں مٹا دے
یہ خلق ہیں اور تو ہے خالق، وجود ہے لازوال تیرا

میں اشکِ شرمندگی سے اپنے یہ داغ دامن کے دھو رہا ہوں
نوازشوں میں ہے تو یگانہ، کرم بھی ہے بے مثال تیرا

غموں کی زنجیر نے ہے جکڑا جو ذہن و دل کو مرے، تو کیا ہے
کہ مجھ گرفتارِ غم کو دیتا ہے کیف و راحت خیال تیرا

یہ اُس کی توفیق ہے جو منصورؔ تو نے ذہنِ رسا یہ پایا
یہ حمد باری لکھی تو اس میں نہیں ہے کچھ بھی کمال تیرا

منصور ذکی

لبِ حیات پہ رقصاں ہیں داستاں تیری
زمیں سے عرشِ بریں تک نشانیاں تیری

حرم میں، دیر میں، کعبہ میں اور کلیسا میں
تری ہی پوجا، نمازیں تری، اذاں تیری

ترے ہی ذکر سے پیدا حرارتیں دل میں
شعور و فکر پہ ہیں حکمرانیاں تیری

ترا وسیلہ دعا کی قبولیت کی سند
کلیدِ بابِ عطا جنبشِ زباں تیری

کمال تو ہی تو دیتا ہے بے کمالوں کو
ہیں پستیوں پہ مسلط بلندیاں تیری

بنائے آدمِ خاکی سے آج ایں دم تک
مری خطا پہ خطا، دل نوازیاں تیری

تری عطاؤں کے سائے پہ یہ فریدیؔ ترا
نمایاں اس کے قلم سے روانیاں تیری

منصور فریدی، بلاس پور

عارضِ گل پر سجی شبنم چمن اندر چمن
حمد میں مصروف ہے پیہم چمن اندر چمن

کر رہی ہے شکر تیرا ہی ادا ہر ایک شاخ
جو ثمر کے بار سے ہے خم چمن اندر چمن

طائروں کی نغمگی دل کو نہ کیوں بھائے بھلا
تیری کرتے ہیں ثنا ہر دم چمن اندر چمن

تیری قدرت کی گواہی دے رہا ہے ہر گھڑی
نظمِ ہستی کا کھلا پرچم چمن اندر چمن

کارفرمائی سے تیری تا ابد موجود ہے
نور و نکہت کا حسیں عالم چمن اندر چمن

منصور ملتانی، پاکستان

اے بنائے حرفِ لا اس حرف کے اندر بھی ہے
ماورائے خواب بھی ہے، خواب کا پیکر بھی ہے

تو متاعِ اختراعِ جلوۂ ذاتِ خودی
اندر آئینے کے بھی، آئینے کے باہر بھی ہے

تیرے میرے درمیاں الا کا لا کا مسئلہ
اور یہی اک مسئلہ مابینِ خیر و شر بھی ہے

آشنا تیرا نہیں تجھ سے کوئی بڑھ کر، مگر
تو سراپا راز بھی ہے، راز کا مظہر بھی ہے

فکرِ انساں میں تجسس خیز ہے یہ بھی سوال
خالقِ ادنیٰ بشر تو خالقِ اکبر بھی ہے

منظر اعجاز، پٹنہ

جب تک کہ تو زباں کو نہ طاقت عطا کرے
بندے کی کیا مجال کہ تیری ثنا کرے

مانندِ خوں رگوں میں مری موجزن ہے تو
رہتا ہو تجھ سے دور وہ تیرا پتا کرے

تو کارساز بھی ہے، رحیم و کریم بھی
تیرے علاوہ کس سے کوئی التجا کرے

تجھ کو خیال، آئے نہ بخشش پہ تیری حرف
بندے کا حال یہ کہ خطا پر خطا کرے

پڑ جائے جس پہ چھوٹ ترے حسنِ ذات کی
اُس دل میں پھر کسی کی محبت نہ جا کرے

آقائے خشک و تر ہے تو مختارِ بحر و بر
کیوں کر نہ فخر تجھ پہ یہ ارض و سما کرے

اسبابِ روزگار نہ پیدا کرے جو تو
دنیا میں کون فرضِ معیشت ادا کرے

منظر ایوبی، کراچی

دھرتی، امبر، چاند، ستارے حق اللہ
قدرت کی ہر چیز پکارے حق اللہ

اُس کی عظمت کی روشن تحریریں ہیں
جزدانوں میں بند سپارے حق اللہ

وہ چاہے تو آتش بھی گلزار بنے
ٹوٹی کشتی پار اُتارے حق اللہ

دنیا کی ہر چیز فنا ہو جائے گی
باقی رہ جائے گا پیارے حق اللہ

منظرؔ! اُس کی رحمت سے مایوس نہ ہو
بخشے گا اعمال ہمارے حق اللہ

منظر سلطان، بتیا

تری تعریف کیا ہو اس زباں سے
کہ تو ہے ماورا سارے جہاں سے

مرے الفاظ قاصر ہیں بیاں سے
پرے ہے تو مرے وہم و گماں سے

مقامِ کبریا اب تک نہ پایا
بہت پوچھا زمین و آسماں سے

تری ہستی مکاں سے لامکاں تک
میں ناواقف ہوں خود اپنے مکاں سے

رگِ جاں سے ہے تو نزدیک، لیکن
بہت ہے دور تخئیل و بیاں سے

سمجھتا ہوں میں اُس قطرے کو دریا
ملا جو تیرے بحرِ بے کراں سے

نہیں منظورؔ کو اپنا ہی عرفاں
تلاشِ رب میں نکلا ہے مکاں سے

منظور الحسن منظور، پونہ

مسکراتے پھول میں، بوئے چمن میں تو ہی تو
خوش نوا طائر کے نالہ کش سخن میں تو ہی تو

ساگروں کے پانیوں کا بھی ترنم تیرے نام
ان کے اوپر مستیِ موج و پون میں تو ہی تو

تیری قدرت کے کنارے تو نہ مل پائیں کبھی
ہر محشیٔ ناخدا کے فکر و فن میں تو ہی تو

ازدحامِ کہکشاں ہو یا ہجومِ مہر و ماہ
رفعتِ کہسار و دریا اور گگن میں تو ہی تو

یہ منوّر بھی مصدق اے خدا! تو لا شریک
سرورِ کونینؐ کے روح و بدن میں تو ہی تو

منور احمد کنڈے، لندن

اُسی کا حکم جاری ہے زمینوں، آسمانوں میں
اور ان کے درمیاں جو ہیں مکینوں اور مکانوں میں

ہوا چلتی ہے باغوں میں تو اُس کی یاد آتی ہے
ستارے، چاند، سورج ہیں سبھی اُس کے نشانوں میں

اُسی کے دم سے طے ہوتی ہے منزل خوابِ ہستی کی
وہ نام اک حرفِ نورانی ہے ظلمت کے جہانوں میں

اُسی کے پاس اسرارِ جہاں کا علم ہے سارا
وہی برپا کرے گا حشر آخر کے زمانوں میں

وہ کر سکتا ہے جو چاہے، وہ ہر اک شے پہ قادر ہے
وہ سن سکتا ہے رازوں کو جو ہیں دل کے خزانوں میں

بچا لیتا ہے اپنے دوستوں کو خوفِ باطل سے
بدل دیتا ہے شعلوں کو مہکتے گلستانوں میں

منیرؔ اس حمد سے رتبہ عجب حاصل ہوا تجھ کو
نظیر اس کی ملے شاید پرانی داستانوں میں

منیر نیازی، پاکستان

نہ کیوں کر مطلعِ دیواں ہو مطلع سرِ وحدت کا
کہ ہاتھ آیا ہے روشن مصرع انگشتِ شہادت کا

بچاؤں آبلہ پائی کو کیوں کر خارِ ماہی سے
کہ بامِ عرش سے پھیلا ہے یارب! پاؤں دقت کا

سرشکِ اعتراضِ عجز نے الماس ریزی کی
جگر صد پارہ ہے اندیشۂ خوں گشتہ طاقت کا

نہ یہ دستِ جنوں ہے اور نہ یہ حبِ جنوں کی شاں
کہ ہو دستِ مژہ سے چاک پردہ چشمِ حیرت کا

غضب سے تیرے ڈرتا ہوں، رضا کی تیری خواہش ہے
نہ میں بیزار دوزخ سے، نہ میں مشتاق جنت کا

فروغِ جلوۂ توحید کو وہ برق جولاں کر
کہ خرمن پھونک دیوے ہستیِ اہلِ ضلالت کا

مرا جوہر ہو سرتاپا صفائے مہرِ پیغمبرؐ
مرا حیرت زدہ دل آئینہ خانہ ہو سنت کا

مومن خاں مومن

شرف ثنا کا ملا یہ عطا اُسی کی ہے
اُسی کے لفظ ہیں سارے، نوا اُسی کی ہے

بیان اُس کی ہو توصیف، تھی زباں عاجز
ملی ہے مجھ کو جو قدرت عطا اُسی کی ہے

وہی کرے ہے شفق زار شام کا چہرہ
جو رات اوڑھے ہوئے ہے ردا اُسی کی ہے

اُجالا جس سے مرے قصرِ جاں میں پھیل گیا
جلی جو قلب میں شمعِ دعا اُسی کی ہے

بقا اُسی کی، فنا بھی اُسی کے قبضے میں
یہ کائنات کی نشو و نما اُسی کی ہے

اُسی کے نور سے دانش کدے منور ہیں
بشر کے ذہن میں بکھری جِلا اُسی کی ہے

اُسی کے شکر میں سجدہ گزار ہے مہدیؔ
ہر آن ہونٹوں پہ حمد و ثنا اُسی کی ہے

مہدی پرتاپ گڑھی

تمام حمد کے لائق ہے وہ خدا جس نے
نبی دیا ہے زمانے کو مصطفیٰ جس نے

اسی کی ذات کو زیبا ہے بس خدا ہونا
علی ولی سا دیا ہے وہ پیشوا جس نے

میں اب بھی سوچ میں گم ہوں وہ کیا خدا ہوگا
نفیس نور میں بھیجی ہے فاطمہ جس نے

بغیر اس کے کسی کو نہیں کوئی سجدہ
ہمیں دیا ہے حسن جیسا بادشہ جس نے

وہی تو ذاتِ الٰہی ہے بس وہی رب ہے
حسین مولا سا بخشا ہے آسرا جس نے

میثم علی آغا، اٹلی

اے خدا! واجب الوجود ہے تو
ہم ہیں بندے ترے، معبود ہے تو

بس تری ذات کو واجب سجدہ
بس تری شان کہ مسجود ہے تو

ہے زمان و مکاں سے بیگانہ
تو یگانہ ہے، بے حدود ہے تو

کی حفاظت خلیلؑ کی تونے
بردِ آتشِ نمرود ہے تو

سب زوال و فنا، تو ہی باقی
حیٔ قیوم و ذوالوعود ہے تو

بخش دے گا گناہگاروں کو
مالکِ عرش و ہست و بود ہے تو

ہوگا میکشؔ کا خاتمہ بالخیر
بے کسوں کے لئے ودود ہے تو

میکش کوہستانی، دارجلنگ

وہ قطرے کو بھی دریا کی روانی بخش دیتا ہے
سلگتی، تپتی دھرتی کو بھی پانی بخش دیتا ہے

ملا دیتا ہے مٹی میں غرورِ شان و شاہی کو
فقیروں کو بھی پل میں حکمرانی بخش دیتا ہے

سیہ راتوں کی ظلمت کو مٹا دیتا ہے اک پل میں
وہ تاریکی کو صبحِ ضوفشانی بخش دیتا ہے

کسی کی کوششِ پیہم سے حاصل ہو نہیں سکتا
شکستہ پا کو ایسی کامرانی بخش دیتا ہے

جسے جس حال میں رکھے یہ اُس کی مصلحت ٹھہری
دلِ ناشاد کو بھی شادمانی بخش دیتا ہے

نہیں ہے کچھ بھی ناممکن کہ ہے وہ قادرِ مطلق
پرندے کو بھی گھر کی پاسبانی بخش دیتا ہے

وہ خالق بھی ہے مالک بھی، وہ آقا بھی ہے، داتا بھی
وہ نازاںؔ جس کو چاہے خوش بیانی بخش دیتا ہے

نازاں جمشید پوری، جمشید پور

حسن کاری یہ مری خوش ہنری تجھ سے ہے
رنگ و آہنگ کی یہ جلوہ گری تجھ سے ہے

میرے نغموں کی طلسماتی فضا بھی تیری
فکر و احساس کی یہ نقش گری تجھ سے ہے

مری اوقات ہے دانش کدۂ دہر میں کیا
اور کچھ ہے بھی تو یہ باخبری تجھ سے ہے

شعر و نغمہ تو فقط ایک بہانہ ٹھہرا
مجھ سے گمنام کی یہ ناموری تجھ سے ہے

سچ تو یہ ہے کہ مرے شہرِ غزل میں ہر سو
پرتوِ صبح کی یہ جلوہ گری تجھ سے ہے

لہکا لہکا سا چمن، لالہ و گل کی یہ بہار
مہکی مہکی سی یہ بادِ سحری تجھ سے ہے

ہوں صفِ دیدہ وراں میں تو کرم ہے تیرا
ہے جو تھوڑی سی یہ بالغ نظری تجھ سے ہے

ناظم سلطان پوری

ترے خیال سے ہے شوق میں نمو اللہ
ترے جمال سے ہے فکر سرخرو اللہ

ہے تیری دین ریاضِ سخن کی شادابی
تری عطا سے ہے سرسبز گفتگو اللہ

جگہ کہاں ہے کہ اب اور بار پائے کوئی
بسا ہے خلوتِ دل میں بس ایک تو اللہ

ہے عقل دنگ کہ تشبیہ تجھ کو کس سے دوں
نہیں ہے چیز کوئی تجھ سا ہو بہ ہو اللہ

رہا نہ عارفِ حق کوئی خانقاہوں میں
تہی ہے میکدۂ شوق میں سبو اللہ

ہے تیرے ذکر میں مشغول کائنات تمام
ترا ہی شہرہ ہے ہر سمت کو بہ کو اللہ

ہے واقفِ ادبِ حمد خامۂ ناوکؔ
لکھا ہے اس نے ترا نام با وضو اللہ

ناوک حمزہ پوری، گیا

تو پت جھڑ میں ہے، تو بہاروں میں ہے
تو جلوہ کناں سب نظاروں میں ہے

ہر اک روشنی میں ہے تیرا ظہور
تو سورج میں ہے، چاند تاروں میں ہے

کہیں تتلیوں کے پروں پر ملا
کہیں جگنوؤں کی قطاروں میں ہے

گھٹاؤں کے اندر ہے جلوہ ترا
تو ساون کی ٹھنڈی پھواروں میں ہے

خزاں کے سسکتے ہوئے دل میں تو
تبسم ترا ان بہاروں میں ہے

کبھی طور پر تو ہے جلوہ نما
کبھی اپنے گھر کی دِواروں میں ہے

مری شاعری میں ہے تیرا وجود
تو اس دل کے پنہاں شراروں میں ہے

نثار جے راجپوری، اعظم گڑھ

ستاروں کا جہاں دیکھوں، فلک پر کہکشاں دیکھوں
مہ و خورشید میں، ذرّوں میں میں تجھ کو نہاں دیکھوں

تجھے پتھر میں کیڑوں کے لیے روزی رساں دیکھوں
ہوا، بادل، شجر کا، بحر و بر کا حکمراں دیکھوں

گھڑی جب آزمائش کی کہیں بھی ناگہاں دیکھوں
لرزتے قہر سے تیرے میں اپنے قلب و جاں دیکھوں

میں تیری حمد لکھنے کو قلم کاغذ کہاں دیکھوں
کہیں اے کاش! کوئی روشنائی کا کنواں دیکھوں

چرندوں اور پرندوں کو جو نجمہؔ مدح خواں دیکھوں
تو سجدہ ریز خود عجز سے گریہ کناں دیکھوں

نجمہ انصار، لندن

سارے لفظ اُسی کے ہیں، اور سب اظہار اُسی کا ہے
اپنے حرف و صوت کا سارا کاروبار اُسی کا ہے

جام بھی اُس کے، مینا اُس کا، اُس کا سارا میخانہ
قطرہ قطرہ پینے والا بھی میخوار اُسی کا ہے

جس کو چاہے پار لگا دے، جس کو چاہے غرق کرے
اونچائی سے گہرائی تک سب سنسار اُسی کا ہے

میرے زخموں پر رکھے گا اک دن آ کر مرہم بھی
صدقے جان اُسی کی ہے اور دل بیمار اُسی کا ہے

روز و شب کی پیشانی پر روشن اُس کی تحریریں
سورج اُس کی ذات کا محضر، چاند اخبار اُسی کا ہے

جذبے اُس کے، خواب اُسی کے، اُس کے سارے رنگ نذیرؔ
تخلیقی احساس میں ڈوبا ہر شہکار اُسی کا ہے

نذیر فتح پوری، پونہ

میں حیرتوں کے سفر میں جانے کہاں سے گزری
کبھی مکاں سے بھی اور کبھی لا مکاں سے گزری

بس اک تجلی دل و نظر میں اُتر گئی ہے
بس ایک لمحے میں روشنی کے جہاں سے گزری

اُسی کی حمد و ثنا میں غلطاں ہر ایک شے ہے
میں گلستاں میں کہ موجِ آبِ رواں سے گزری

اُسی کی صنعت گری کے چرچے ہر ایک سو ہیں
اُسی کے نقشے ہیں ہر جگہ پر جہاں سے گزری

اُسی کے احساس سے ملا ہے خودی کا پرتو
میں بےخودی میں یہاں سے گزری، وہاں سے گزری

نزہت عباسی، پاکستان

یہ شمس و قمر تیرے دم سے ہے اللہ
یہ شام و سحر تیرے دم سے ہے اللہ

ترا نور بجلی میں، شعلوں میں دیکھا
شرر میں ترا نور، کرنوں میں دیکھا

ترا نور ہر شے میں جلوہ نما ہے
تو ہر رنگ میں، ہر نظر میں چھپا ہے

ستاروں میں تیری چمک دیکھتے ہیں
نظاروں میں تیری دمک دیکھتے ہیں

دو عالم کا مالک، دو عالم کا داتا
تو ہی سب کا رب ہے، تو ہی سب کا آقا

تجلی پہ تیری مرا دل ہے جھومے
ہوا تیرے دم سے گلوں کو ہے چومے

نسرین نکہت، راوڑکیلا

وہ شاہ' سب ہیں گدا' لا الہٰ الا اللہ
ہے کون اُس سے بڑا' لا الہٰ الا اللہ

پیامِ غارِ حرا' لا الہٰ الا اللہ
نبیؐ کی پہلی صدا لا الہٰ الا اللہ

یہی وظیفہ ازل سے ہے ساری خلقت کا
ندائے ارض و سما لا الہٰ الا اللہ

تو لوحِ دل پہ رقم کر اسے بخطِ جلی
یہی ہے نقشِ شفا' لا الہٰ الا اللہ

اسی سے چمکے گا آئینہ تیرے باطن کا
یہی ہے دل کی جلا' لا الہٰ الا اللہ

کبھی یہ مشعلِ توحید بجھ نہیں سکتی
چلے کوئی بھی ہوا' لا الہٰ الا اللہ

اُسی سے مانگ تجھے جو بھی مانگنا ہے نسیمؔ
وہی سنے گا دعا' لا الہٰ الا اللہ

نسیم اخترؔ' وارانسی

فخر فقری کی صدائے سرمدی دیتا ہے کون ؟
مفلسی میں بھی مزاجِ خسروی دیتا ہے کون ؟

ذوقِ فن دانش وری ، دیدہ وری دیتا ہے کون ؟
ایک مٹھی خاک کو تابندگی دیتا ہے کون ؟

سوکھ جاتے ہیں خزاں میں جب چمن کے پیڑ سب
پھر سے ان کو سبز روئی' تازگی دیتا ہے کون؟

پھول' خوشبو' باد وباراں' رات دن' شام و سحر
موسموں کو دلبری و دل کشی دیتا ہے کون؟

موج' دریا' چاند' تارے' شبنم وگل' برگ و بار
اپنے جلووں کی ہمیں نظارگی دیتا ہے کون؟

ساری مخلوقات میں افضل کیا کس نے ہمیں
سوچ کر فرمایئے یہ برتری دیتا ہے کون؟

شکریہ اللہ کا فائقؔ کے لب پر کیوں نہ ہو؟
فکر کو اس کی شعورِ شاعری دیتا ہے کون؟

نسیم فائقؔ' کلکتہ

ہوئی ازل میں کسی کو نہ جرأتِ انکار
کیا ہر ایک نے تیرے وجود کا اقرار

ترے وجود کا اقرار عقل کی معراج
ترے وجود سے انکار خود سے ہے انکار

عمل ہی صرف ضروری نہیں بشر کے لیے
رہِ عمل میں ہے تیرا یقین بھی درکار

ترے یقین سے روشن جہانِ قلب و نظر
ترے یقین پہ ایمان کا ہے دارومدار

متاعِ اہلِ یقیں تیری یاد، تیرا خیال
بہشتِ اہلِ نظر تیری صفتوں کی بہار

جہان قافلہ اور تو ہے منزلِ مقصود
ترا حبیبِ مکرم ہے قافلہ سالار

دلِ نسیمؔ کی ہر بات تجھ پہ روشن ہے
یہ تجھ سے کیا کرے اپنے یقین کا اظہار

نسیم شاہجہاں پوری، شاہجہاں پور

مری تنہائیوں کو بانٹنے والا بس اک تو ہے
سلگتی دھوپ میں میرے لیے سایہ بس اک تو ہے

چراغوں کے مقدر میں لکھا ہے جل کے بجھ جانا
وہ بجھ سکتا نہیں جس کا دِیا ایسا بس اک تو ہے

کہاں کے آئینہ گر ہیں، سخنور ہیں کہاں کے ہم
ہماری شاعری، یہ لفظ، یہ لہجہ بس اک تو ہے

جو میں مانگوں وہ ملتا ہے، خزاں میں پھول کھلتا ہے
بھکاری ہیں یہاں سب اور مرا داتا بس اک تو ہے

ترا ہی عکس ہے اچھائیوں اور نیکیوں میں سب
یہاں جھوٹے ہیں سب، مالک مرے! سچا بس اک تو ہے

نسیم نکہت، لکھنؤ

کرتے نہیں بیان کچھ اپنی زباں سے ہم
باہر تجھے سمجھتے ہیں لفظ و بیاں سے ہم

شاید کوئی بتائے ترا کچھ پتہ نشاں
پوچھا کیے زمیں سے کبھی آسماں سے ہم

دل کے ورق پہ نام ترا' داستاں تری
واقف نہیں ہیں اور کسی داستاں سے ہم

دریا ہوں' کوہسار ہوں' صحرا کہ بستیاں
گزرے تری تلاش میں کون و مکاں سے ہم

تیرا کرم ہے' تیری عنایت ہے بے نیاز
کہہ دیں گے صاف صاف یہ سارے جہاں سے ہم

دامانِ صبر ہاتھ سے چھوٹا نہیں نسیمؔ
لیتے نہیں ہیں کام کچھ آہ و فغاں سے ہم

نسیم نیازی' دہلی

دھڑکتا ہے دلِ مضطر' خدا کا نام لیتی ہوں
عقیدت سے جھکائے سر خدا کا نام لیتی ہوں

اُجالا ہو سحر کا یا نظر آئے شفق مجھ کو
ہے فرحت بخش ہر منظر خدا کا نام لیتی ہوں

نظر آئے سمندر یا فلک پر کہکشاں دیکھوں
اُٹھا کر ہاتھ میں کنکر خدا کا نام لیتی ہوں

روانی خون کی ہو وہ کہ سانسوں کی حرارت ہو
خدا کا فضل ہے سب پر خدا کا نام لیتی ہوں

بنایا اُس نے انساں کو' عطا کیں نعمتیں کتنی
اجل کی چاپ کو سن کر خدا کا نام لیتی ہوں

دعا وہ سب کی سنتا ہے' خطائیں بخش دیتا ہے
نہیں اُس کا کوئی ہمسر' خدا کا نام لیتی ہوں

نسیمہؔ ابرِ باراں ہو' چلے بادِ صبا جس دم
تڑپ بجلی کی دیکھوں گر خدا کا نام لیتی ہوں

نسیمہ تراب الحسن' حیدرآباد

نکو کاروں کو دکھ، عاصی کو عزت بخشنے والے
کرم تیرا، مجھے زخموں کی شدت بخشنے والے

بتا، کس کس نوازش کا تری احسان مانوں میں
گدا کو بھوک، نااہلوں کو نعمت بخشنے والے

نہ دیدے خواب کیوں بخشے مری تسکین آنکھوں کو
زمیں پر ہی گنہگاروں کو جنت بخشنے والے

اگر بخشی تو کیوں بخشی تمیزِ خیر و شر مجھ کو
بتا، اے کور چشموں کو قیادت بخشنے والے

کبھی مجھ پر بھی اپنا رمزِ بخشش آشکارا کر
مجھے بے مائیگی، پتھر کو وقعت بخشنے والے

بتا، گر ہے تو کیوں بازار میں جنسِ ہنر ارزاں
اُسے سودا گری، مجھ کو ذہانت بخشنے والے

عطا کس جرم میں مجھ کو کیا ذہنِ رسا تو نے
بخیلوں کو ہوس، مجھ کو قناعت بخشنے والے

نشتر خانقاہی

کہیں موج موج سراب وہ، کہیں چاندنی سرِ آب وہ
کہیں رنگ وہ، کہیں سنگ وہ، کہیں روشنی، کہیں آب وہ

کہیں حسنِ فصلِ بہار وہ، کہیں سر بہ سر ہے غبار وہ
کہیں آفتاب بنا ہوا، کہیں عکسِ رنگِ سحاب وہ

کہیں ایک شعر کہا ہوا، کہیں ایک شعر سنا ہوا
کہیں اک غزل، کہیں دو غزل، کہیں پوری پوری کتاب وہ

کہیں سونے چاندی میں ہے ڈھلا، کہیں رنگ و بوئے خیال ہے
کہیں مندروں کا کلس ہے وہ، کہیں مسجدوں کا حجاب وہ

ہے کہیں تو لمس صبا کا ہے، ہے کہیں تو زور ہوا کا ہے
ہے کہیں تو جاں ہے بنا ہوا، ہے کہیں تو جاں کا عذاب وہ

کہیں جھیل جیسی نگاہ میں وہ ہے تیرتا سا کنول کوئی
کہیں نرم نرم سے ہونٹ پر کوئی ادھ کھلا سا گلاب وہ

وہ جمال بھی، وہ کمال بھی، وہی آپ اپنی مثال بھی
ہے جواب اُس کا اگر کوئی تو ہے آپ اپنا جواب وہ

نصر غزالی، کلکتہ

مجھ کو کہاں کلام ہے ساقی سے، جام سے
مالک پلا رہا ہے محبت کے نام سے

ہر سو کرم بھی تیرا ہے اے رب العالمین!
رحمت کا ہو شمار کہاں اس مقام سے

مدحت کرے زبان تو دل وجد میں رہے
اور دل کی بے کلی بھی رہے احترام سے

مانگوں نبیؐ کے نام سے دامن بھری مراد
پاؤں خدا کے نام سے، صد احترام سے

دیدار کی للک پہ لرزتا ہے دل مرا
موسیٰؑ کا واقعہ بھی ہے تیرے مقام سے

نصرت ریحانہ آصفؔ حیدرآباد

شکم میں ماں کے ہر اک شکل کو بناتا ہے
مگر کسی کو کسی سے نہیں ملاتا ہے

مرے خدا! یہ تری شانِ کبریائی ہے
اندھیرے گھر سے اُجالے میں تو ہی لاتا ہے

ملا کے رکھ دیا دہقاں نے خاک میں گندم
یہ تیری شان ہے اس کو تو ہی اُگاتا ہے

میں اپنی نیند سے جاگوں مری مجال کہاں
تو ہی سلاتا ہے یارب! تو ہی جگاتا ہے

نظر میں تاب کہاں دیکھنے کی نظارے
ترا ہی نور ہے آنکھوں میں جو دکھاتا ہے

پلک جھپکتے ہی یہ زندگی ہو جائے فنا
ترا کرم ہے جو سانسوں میں آتا جاتا ہے

یہ بات سچ ہے کہ جس کا مجھے نہیں انکار
نظیرؔ حکم سے تیرے قلم اُٹھاتا ہے

نظیر احمد نظیرؔ کامٹی

جس پر ترا کرم ہے وہی با کمال ہے
گر ہو نہ تیرا فیض تو جینا محال ہے

مالک ہے تو ہی، تو ہی غفورالرحیم ہے
یارب! ترے ہی ہاتھ عروج زوال ہے

رازق ہے تو ہی سارے زمانے کا بالیقیں
جو مانتا نہیں ہے وہی تنگ حال ہے

موت اور زندگی ہے ترے اختیار میں
غافل ہے وہ، نہیں جسے اِس کا خیال ہے

جو تیری بندگی سے گریزاں ہے اے خدا!
ڈوبا ہے درد میں، وہی غم سے نڈھال ہے

سورج میں، ماہتاب میں، لعل و گہر میں بھی
تیری تجلیوں سے ہی حسن و جمال ہے

راہؔی بھی بخشا جائے گا محشر کے روز کیا
مولا! ترے حضور میں ادنیٰ سوال ہے

نظیر راہی، کلکتہ

وہ ذوالجلال ہے، ہر سو جلال ہے اُس کا
وہ با کمال ہے، ہر جا کمال ہے اُس کا

وہ بے مثال ہے ذات و صفات میں اپنی
ہر ایک وصف عدیم المثال ہے اُس کا

ہر اک حسین میں ہے اُس کے حسن کا پرتو
ہر اک جمیل میں پنہاں جمال ہے اُس کا

ہے لوحِ آئینۂ قدر و قضائے تکوین
وہ لم یزل ہے، قلم لازوال ہے اُس کا

ورائے دانش و ادراک ہے وہ ربِ قدیر
حصارِ عقل میں آنا محال ہے اُس کا

ہے اُس کے دستِ تصرف میں وقت کی رفتار
ہر ایک یوم، ہر اک ماہ و سال ہے اُس کا

یہ اپنی اپنی بصیرت کی بات ہے اے نعیمؔ
مجھے یقین، تجھے احتمال ہے اُس کا

نعیم الرحمٰن نجم، جلال پور

میرے اللہ! مری فکر عنایت تیری
میری ہر سانس، مری ذات امانت تیری

لوگ مٹی کا کھلونا تو بنا سکتے ہیں
خاک کو روح عطا کرنا ہے قدرت تیری

میں ترے نام کی تعویز لیے پھرتی ہوں
مجھ کو محفوظ رکھا کرتی ہے قربت تیری

دل ترے نام کی خوشبو میں بسا رہتا ہے
میرے ایمان کا حاصل ہے عبادت تیری

میں بھلا طور پہ موسیٰؑ کی طرح کیوں جاؤں
ذرّے ذرّے سے نمایاں ہے حقیقت تیری

ڈوب کر تیرے تصور میں، تری یادوں میں
عمر بھر کرتی رہوں گی میں اطاعت تیری

نور ہی نور ترا دیکھتی ہے نغمۂ نور
کثرتِ حسن میں یک رنگئ وحدت تیری

نغمۂ نور، کلکتہ

پتھر کی چٹانوں میں، پنچھی کی اُڑانوں میں
میں نے اُسے پایا ہے مسجد کی اذانوں میں

دریا کی روانی میں، پھولوں کی کہانی میں
میں نے اُسے دیکھا ہے فصلوں کی جوانی میں

شعلوں میں، شراروں میں، باغوں میں، بہاروں میں
میں نے اُسے سمجھا ہے قرآن کے پاروں میں

راتوں کے اندھیروں میں، پُر کیف سویروں میں
محسوس کیا اُس کو اس دل کے بسیروں میں

مالک ہے زمانوں کا، رازق ہے جہانوں کا
سب علم وہ رکھتا ہے پوشیدہ خزانوں کا

نکہت سلطانہ، پاکستان

آپ خود اپنا فلسفہ ہے خدا
ایک بس، ایک ہی خدا ہے خدا

اپنے جلووں کی ساری تابانی
میری آنکھوں میں دیکھتا ہے خدا

چاہتیں سن کے مسکراتا ہے
حاجتیں میری جانتا ہے خدا

لامکانی میں ہے مکاں اُس کا
آئینہ گر ہے، آئینہ ہے خدا

اُس کی بیدادیاں وہی جانے
میری نیندوں میں جاگتا ہے خدا

نم اعظمی، کلکتہ

اے خدا! پاسبانِ زمان و مکاں، مالکِ دوجہاں، وحدہٗ لاشریک
ارض تا کہکشاں، آسماں آسماں، ایک تو حکمراں، وحدہٗ لاشریک

قبضۂ سلطنت فرش سے عرش تک، سطوت ومقدرت از سما تا سمک
تو ہی لاریب وشک، فاطرانہ فلک، خالقِ انس وجاں، وحدہٗ لاشریک

کس قدر عام فیضانِ انعام ہے، محفلِ جام آشام خوش کام ہے
ازدحامِ امم صبح تا شام ہے، ساقیِ تشنگاں وحدہٗ لاشریک

صوفی و برہمن، پارسا پاک تن، عندلیبِ چمن، قمریٔ بانگ زن
برگ و بارِ سمن، ذاکرِ ذوالمنن، لذتِ ہر زباں، وحدہٗ لاشریک

ناوک افگن کمانِ فلک برملا، صف بہ صف ہر طرف لشکرِ کربلا
فضل سے، عدل سے ٹال دے ہر بلا، داورِ مہرباں، وحدہٗ لاشریک

دشمنانِ قوی ہوں کمیں در کمیں، دشنۂ بغض و کیں آستیں آستیں
اے معینِ متیں! غم نہیں، غم نہیں، مامنِ دوستاں، وحدہٗ لاشریک

کج کلاہِ عجم، لعبتِ محتشم، ننگِ آدم سرِ خم بپائے صنم
غازیؔ کم خدم، کیوں جھکے پیشِ جم، قبلۂ عاشقاں، وحدہٗ لاشریک

نواب غازی

ہر شے میں جھلک تیری، تو ہر بات میں یکتا
مولا! تو ہر اک شے کے خیالات میں یکتا

بخشش ہو کرم ہو کہ وفا ہو کہ جفا ہو
تیرا نہیں ثانی تو ہے ہر بات میں یکتا

یارب! وہ ہوں آدمؑ کہ ہوں موسیٰؑ کہ براہیمؑ
ہے ذات تری سب کے بیانات میں یکتا

یہ بات ہے شاہد تری یکتائی کا مولا!
ہر چیز ہے خود اپنی ہی اک ذات میں یکتا

اے موجؔ گنہگار ہوں، اُمید ہے پھر بھی
ہوگی یہ دعا میری مناجات میں یکتا

نورالدین موجؔ، پاکستان

گفتۂ دیدہ و لب جانتا ہے
وہ مرا حسنِ طلب جانتا ہے

اُس سے پوشیدہ نہیں راز کوئی
دل میں کیا بات ہے، سب جانتا ہے

جب بھی مانگو تو اُسی سے مانگو
کس کو کیا دینا ہے کب، جانتا ہے

راہ سیدھی نہیں جن کی، اُن پر
کیسے ڈھانا ہے غضب، جانتا ہے

مالکِ کُل اُسے رکھتا ہے عزیز
جو بزرگوں کا ادب جانتا ہے

وہ سمجھتا ہے جلن مٹی کی
مینہ برسانا ہے کب، جانتا ہے

نور پیکرؔ، ہوڑہ

کسی کی آنکھ میں آنسو اُتار دیتا ہے
کسی کے دل کو وہ صبر و قرار دیتا ہے

کبھی امیر کو ٹھوکر پہ مارتا ہے وہ
کبھی غریب کی قسمت سنوار دیتا ہے

حسین پھول کھلاتا ہے ریگ زاروں میں
خزاں نصیب چمن کو بہار دیتا ہے

فلک شگاف پہاڑوں کا چیر کر سینہ
زمیں کی پیاس کو وہ آبشار دیتا ہے

بہاؤ بحر کا خشکی پہ کم نہ ہو تو وہ
سمندروں میں جزیرے اُبھار دیتا ہے

خیال رکھتا ہے سب کی ضرورتوں کا وہ
کسی کو نقد، کسی کو اُدھار دیتا ہے

کسی کے پیار کی کشتی بھنور میں پھنس جائے
اُسے بھی نوؔر کنارے اُتار دیتا ہے

نور منیری، پونہ

مری خوشیاں کہ میرے غم، تمہاری ہی عنایت سے
لبِ خنداں و چشمِ نم، تمہاری ہی عنایت سے

مرادوں کی یہ ساعت اور محرومی کے یہ منظر
کہیں بڑھ کر، کہیں کم کم، تمہاری ہی عنایت سے

یہ سناٹے جو میری روح کی خاموش وسعت میں
سنائی دیتے ہیں ہر دم، تمہاری ہی عنایت سے

مری ہر سوچ ہے مرکوز تیرے ہی فسانے پر
تصور کے یہ پیچ و خم، تمہاری ہی عنایت سے

لکیریں دھوپ چھاؤں کی یہ تاحدِ نظر پھیلی
کبھی روشن، کبھی مدھم، تمہاری ہی عنایت سے

سنبھلنے اور گرنے کا مسلسل سلسلہ جاری
بڑھے جاتے ہیں پھر بھی ہم، تمہاری ہی عنایت سے

ہمارے ذہن سے بہتے ہوئے تخلیق کے چشمے
صریرِ خامہ ہے پیہم، تمہاری ہی عنایت سے

نیاز جے راج پوری، اعظم گڑھ

کہاں نہیں ہے منور تری صفات کا رنگ
کہیں حیات کے جلوے، کہیں ممات کا رنگ

کہاں یہ پھول کی رنگت، کہاں وہ پات کا رنگ
کہاں صفاتِ الٰہی، کہاں منات کا رنگ

باسم ایک ہے، اقرأ تا آئینہ اکمل
اسی پہ ختم ہے ایجاد و ممکنات کا رنگ

کبھی وہ بھیج کے آدمؑ، کبھی محمدؐ کو
دکھا رہا ہے مسلسل تجلیات کا رنگ

نظر کو بخشی ہے جس نے ادائے تیر و سناں
دل و جگر میں بھرا اُس نے التفات کا رنگ

زبانِ دیدۂ حیرت پہ نام کس کا ہے
دیا ہے کس نے جہاں کو تحیرات کا رنگ

لوائے حمد کا سایہ پڑے گا جب ہم پر
تو ہم بھی دیکھیں گے نیر رُخِ نجات کا رنگ

نیر اعظمی، کلکتہ

تیری توصیف کروں کیسے بیاں
نطق ناکام ہے، ناقص ہے زباں

تو نے چاہا تو بنے کون و مکاں
ماہ و خورشید ہوئے نور فشاں

کن کہا تو نے اُدھر اور اِدھر
بن گئی کارگہِ سود و زیاں

نام تیرا ہے کریم اور رحیم
کام تیرا کرمِ بے پایاں

کوہ سے تونے گزارے بادل
بادلوں سے ہوئی بجلی رقصاں

کھیتیوں کے لیے بخشا پانی
پانیوں کے لیے موجِ طوفاں

خاکساری کی علامت دے کر
خاک سے تونے بنایا انساں

نیر تلہری، شاہجہاں پور

اے خدا، اے خدا، اے خدا، اے خدا
سارے عالم کا تو ہی ہے فرماں روا

یہ زمیں، آسماں، آگ، پانی، ہوا
تنہا خالق ہے تو ساری مخلوق کا

تیری قدرت کے مظہر ہیں کہسار بھی
چاند، سورج، ستاروں کو پیدا کیا

بھیجا سچا نبیؐ رہ نمائی کو بھی
فضل تیرا ہی یہ بھی ہے بے شک خدا

دین و دنیا کا دستورِ کامل جو ہے
تونے قرآں نبیؐ پہ وہ نازل کیا

جو ہماری فضیلت کا ہے اک سبب
علمِ اشیا ہمیں تونے ایسا دیا

نیناجوگن، بھاگل پور

اللہ! ذرّے ذرّے سے گرچہ عیاں ہے تو
لیکن بشر کے واسطے سرِّ نہاں ہے تو

نظارۂ سحر سے نمایاں ترا جمال
شب کو نجوم و ماہ میں جلوہ فشاں ہے تو

پھولوں میں، تتلیوں میں، چمن میں روش روش
در شکلِ رنگ و نور مسلسل عیاں ہے تو

تیرے کرم سے پانی کا قطرہ بنے گہر
ہر صنعتِ جہاں کا بڑا رازداں ہے تو

ہے ذرّہ ذرّہ تیری ہی تخلیق کا کمال
ربِ قدیر، خالقِ کون و مکاں ہے تو

ہیں آب و باد تیرے ہی الطافِ بے کراں
مخلوقِ کائنات کا روزی رساں ہے تو

اتنا ہے فاصلہ کہ رگِ جاں کے ہے قریب
اللہ! یہ بھی سچ ہے جہاں در جہاں ہے تو

واجد سحری

اُسی کا عکس ہر آئینے میں دکھائی دے
اُسی کا نغمہ یہاں ہر طرف سنائی دے

اُسی کی شان کے شایاں ہے ظاہر و باطن
کبھی وہ چھپ کے رہے اور کبھی دکھائی دے

وہی تو ہے جو پہاڑوں سے برف پگھلائے
وہی تو ہے جو پرندوں کو خوش نوائی دے

جزا سزا کا وہ مالک ہے، اُس کی مرضی ہے
کسے اسیر کرے اور کسے رہائی دے

مرے لیے کسی زنجیر کی ضرورت کیا
میں چاہتا ہی کہاں ہوں کہ تو رہائی دے

یہ دور اپنے براہیم کی اب تلاش میں ہے
نہ جانے کس کو وہ توفیقِ رہ نمائی دے

والی آسی

اُس ربِ دو عالم کی عطا سب کے لیے ہے
یہ چاند، یہ سورج، یہ ضیا سب کے لیے ہے

محدود نہیں ہے یہ کسی ایک بشر تک
یہ پھول، یہ خوشبو، یہ فضا سب کے لیے ہے

وہ کون ہے جھٹلائے جو اس شانِ کرم کو
اللہ کی رحمت کی گھٹا سب کے لیے ہے

جو پھول کھلا دیتی ہے پتھریلی زمیں میں
ساون کی وہ پر کیف گھٹا سب کے لیے ہے

جو ذرّے کو خورشید بنا دیتی ہے پل میں
اُس کی وہ محبت کی ادا سب کے لیے ہے

داتا نہیں کونین کا جز خالقِ اکبر
اُس ذات کی ہر جود و سخا سب کے لیے ہے

جز اُس کے وسیمؔ اور کوئی سب کا نہیں ہے
صرف اُس کا کرم، اُس کی جزا سب کے لیے ہے

وسیم فاضلی

مہک میں سارے حروف دھو کر
قلم کو بھی عجز میں ڈبو کر

ثنائے ربِ جلیل لکھوں
طویل تر سے طویل لکھوں

جمال لکھوں، جمیل لکھوں
اُسی کو اُس کی دلیل لکھوں

کہاں نہیں تھا، کہاں نہیں ہے
مجھے بتا وہ جہاں نہیں ہے

ازل سے ہے تا ابد رہے گا
وہ آپ اپنی سند رہے گا

وہی تو ہے لا شریک و یکتا
وہ سب کا خالق، وہ سب کا آقا

رحیم و رحماں صفات اُس کی
بڑی کریم ہے ذات اُس کی

وحید احمد

یہاں جس کا اُجالا ہے، وہاں جس کا اُجالا ہے
نہیں وہ دوسرا کوئی، وہی باریٔ تعالیٰ ہے

مہ و انجم، گل و غنچہ ترے ہی گیت گاتے ہیں
زمین و آسماں پر تو ہی افضل، تو ہی اعلیٰ ہے

ترے برگ و شجر یارب! ترے بادل، تری بارش
ترے ہی تو سمندر ہیں، ترا ہی تو ہمالہ ہے

نوازش اپنے بندوں پر تری ہے بے حساب اللہ!
ہدایت کو ہے قرآں، رہبری کو کملی والا ہے

ترے انصاف کے قائل تو ہیں دونوں جہاں والے
خطا جب کی تو آدمؑ کو بھی جنت سے نکالا ہے

عزازیل اتنا تابع تھا کہ تونے سروری بخشی
پھرا تو طوقِ لعنت کا گلے میں اُس کے ڈالا ہے

نگاہوں میں وفاؔ کی تاج و دولت کی نہیں وقعت
ملا جس کو کرم تیرا وہی تقدیر والا ہے

وفا صدیقی، ہوڑہ

نظر کے پردے میں سوزِ نہاں بھی تیرا ہے
مکاں اک اور درونِ مکاں بھی تیرا ہے

یہ بوئے گل بھی تری، گلستاں بھی تیرا ہے
جہاں بھی تیرا ہے، کارِ جہاں بھی تیرا ہے

میں کیوں نہ چاہوں غمِ دو جہاں کا تجھ سے علاج
دیا ہوا یہ غمِ دو جہاں بھی تیرا ہے

میں ناز کیا کروں اپنے سجودِ پیہم پر
مجھے نصیب مگر آستاں بھی تیرا ہے

پناہ بھی، مری بخشش بھی منحصر تجھ پر
یہاں بھی تیرا سہارا، وہاں بھی تیرا ہے

وقاؔر اثاثۂ لفظ و بیاں پہ کرتا ہے ناز
مگر اثاثۂ لفظ و بیاں بھی تیرا ہے

وقار مانوی

تری یاد سرمایۂ دو جہاں ہے
مرے دل کی راحت اسی میں نہاں ہے

کہے نا سمجھ "تیرا جلوہ کہاں ہے"
عیاں ہے، نہاں ہے، یہاں ہے، وہاں ہے

کہاں دیکھ پائے گا وہ تیرے جلوے
جو غافل تری قدرتوں سے یہاں ہے

یہ ممکن ہے خود کو فراموش کر دوں
تجھے بھول جاؤں یہ ممکن کہاں ہے

جہاں بھی میں جاؤں ترے گیت گاؤں
ترا ذکر کر لے تو شیریں دہاں ہے

یہ اک زندگی جو ترے نام کر لی
مرا یہ جہاں ہے، مرا وہ جہاں ہے

مرے سوچ سے تو وراء الورا ہے
میں بندہ ہوں تیرا، تو ربِ جہاں ہے

ہدایت اللہ

تری زمیں، ترا فلک
ترے بشر، ترے ملک

قمر میں ہے تری چمک
ہے شمس میں تری دمک

ہے تیری لہر آب میں
ہے آگ میں تری لپک

تو ایک ہے، تو ایک ہے
نہیں ہے کوئی اس میں شک

ہے دین تیرے عشق کی
جو میرے دل میں ہے کسک

رہے گا حرفِ شکر ہی
مرے لبوں پہ مرگ تک

کنورؔ پہ ہے ترا کرم
عدو نہ دے سکے گا زک

ہری کنور رائے کنورؔ، ہوڑہ

اے خدا! تیری ذات اعلا ہے
ہر طرف تیرا بول بالا ہے

کیوں نہ دنیا تری کرے طاعت
تو ہی سب کا بنانے والا ہے

ہے امانت یہ زندگی تیری
زندگی تو ہی دینے والا ہے

تو ہی مالک ہے، تو مرا آقا
تو ہدایت کا دینے والا ہے

کوئی بے راہ ہو نہ دنیا میں
تو ہی حق پر چلانے والا ہے

ہم کسی کے کہاں کبھی محتاج
تو ہی فرحتؔ کو دینے والا ہے

ہما فرحت، نئی دہلی

مرا وجود بھی، میرا نشان بھی تیرا
مری زمیں بھی، مرا آسمان بھی تیرا

ترے ہی اذن سے کشتی مری سلامت ہے
ہوا بھی تیری ہے اور بادبان بھی تیرا

ہمارا کیا ہے سوال و جواب سب تیرے
اور اُس کے ساتھ ہر اک امتحان تیرا ہے

کوئی بھی رخ ہو، کوئی راستہ، کوئی منزل
غبارِ رہ بھی ترا، کاروان بھی تیرا

دل و دماغ پہ تیرے کرم کا ہے پرتو
یقین بھی ہے ترا اور گمان بھی تیرا

ہر ایک شے میں تری ذات کی ہے جلوہ گری
کہ ذرّے ذرّے سے ظاہر نشان بھی تیرا

میں کیا لکھوں تری وحدت میں کردگار مرے!
مرا قلم، مرا عجزِ بیان بھی تیرا

ہمدم کاشمیری، سری نگر

نظمِ عالم کے مقرر جو نصاب اُس کے ہیں
از ازل تا بہ ابد سارے حساب اُس کے ہیں

وہ ہے خلاقِ ازل، قادرِ مطلق بھی وہی
رحمتیں بندوں پہ ہوں یا ہوں عتاب، اُس کے ہیں

تپتے صحرا میں ببولوں پہ بھی رحمت اُس کی
فضل ہے اُس کا، چمنستاں میں گلاب اُس کے ہیں

عقل و تخیّل کی پرواز ہے اپنی حد میں
عشق کے رازِ نہاں زیرِ حجاب اُس کے ہیں

اُس کے ہی دم سے کھنکتا ہے مرا سازِ وجود
نغمہ و نے کی ادا، چنگ و رباب اُس کے ہیں

بحرِ عصیاں میں ہیں غرقاب تو رحمت کی قسم
فخر ہے اس پہ بھی، ہم خانہ خراب اُس کے ہیں

اُس کی ہے خاص عطا فہم و فراست ہمدمؔ
اُس کے ہیں لوح و قلم، حرف و کتاب اُس کے ہیں

ہمدم نعمانی، کمرہٹی

واں نقاب اُٹھی کہ صبحِ حشر کا منظر کھلا
یا کسی کے حسنِ عالم تاب کا دفتر کھلا

غیب سے پچھلے پہر آتی ہے کانوں میں صدا
اٹھو، اٹھو رحمتِ ربِ علا کا در کھلا

آنکھ جھپکی تھی تصور بندھ چکا تھا یار کا
چونکتے ہی حسرتِ دیدار کا دفتر کھلا

کوئے جاناں کا سماں آنکھوں کے آگے پھر گیا
صبحِ جنت کا جو اپنے سامنے منظر کھلا

گر پڑے تیورا کے، آنکھوں میں اندھیرا آ گیا
واں نقابِ رُخ اُٹھی، یاں راز سرتا سر کھلا

چار دیوارِ عناصر پھاند کر پہنچے کہاں
آج اپنا زورِ وحشت عرشِ اعظم پر کھلا

یاس یگانہ چنگیزی

ذوقِ حسنِ بندگی کا یوں جواب اُس نے دیا
کی تمنا اک کرن کی، آفتاب اُس نے دیا

ہر عطا کے پھول کا میں نے کیا ہے شکر ادا
ہر ادائے شکر پر تازہ گلاب اُس نے دیا

جسم کو قوت عطا کی، قلب کو عزمِ عمل
ذہن کو فکرِ رسا، آنکھوں کو خواب اُس نے دیا

نور ہے وہ اس لیے اہلِ جہاں کے واسطے
دن کو سورج اور شب کو ماہتاب اُس نے دیا

قوتِ ادراک بخشی، علم کے در وا کیے
فکر کو ہر آن تازہ انقلاب اُس نے دیا

زندگی کو دل کش و رنگیں بنانے کے لیے
جذبۂ جہد وعمل، دورِ شباب اُس نے دیا

بھیج کر قرآں تصوّر معتبر کی زندگی
جس میں ہر اک مسئلہ کا خود جواب اُس نے دیا

یعقوب تصور، ابوظہبی

حلِ کُل مشکلات مولا تو
ہے مکمل صفات مولا تو

مالک الملک لا شریک لہٗ
خالقِ کائنات مولا تو

دین، دنیا، جہان تیرے ہیں
یعنی یکتا ہے ذات مولا تو

رحمتوں کا تو بحرِ بے پایاں
سب کی سنتا ہے بات مولا تو

یا الٰہی! تو ہی فہیم و خبیر
واقفِ ہر نکات مولا تو

عظمتیں تجھ کو زیب دیتی ہیں
کارِ ہر ممکنات مولا تو

لا میں انکار دیکھتے ہیں ہم
الا موجود ذات مولا تو

یعقوب ساقیؔ، اندور

قرار آتا خدا کی یاد سے ہے بے قراروں کو
سکوں دیتا ہے ذکرِ حق تعالیٰ دل فگاروں کو

اگر مرضی خدا کی ہو تو شہ کردے فقیروں کو
اگر چاہے گدا کردے جہاں کے تاجداروں کو

بنایا ہے اُسی نے آسمانوں، چاند سورج کو
اُسی نے نور بخشا ہے درخشندہ ستاروں کو

اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے کونین کی ہر شے
وہی ہے بھیجتا بعد از خزاں رنگیں بہاروں کو

اُسی کی حمد میں ہر چیز ہے مصروف عالم کی
گلوں سے بخش دی زینت ہے اُس نے لالہ زاروں کو

اُسی کے در کے ہیں محتاج سارے انبیاء مرسل
ملے انوار اُس کے نور سے سب نور پاروں کو

یوسف علی یوسف

لازم ہے کہ ہر حمد کا عنوان خدا ہے
جب شان کی بات آئے تو ذیشان خدا ہے

غفار ہے، ستار ہے، سبحان خدا ہے
جبار ہے، قہار ہے، لافان خدا ہے

توحید خدا کی ہے صفت اوّل و آخر
مقصود ہو معبود تو ہر آن خدا ہے

مسجودِ ملائک ہے وہ، مسجودِ جن و انس
سجدہ اُسے زیبا ہے وہ ذیشان خدا ہے

یہ گردشِ ایام، یہ نیرنگیِ افلاک
لاریب یہ سب کچھ ترا فرمان خدا ہے

ہر چیز کا خالق ہے وہ ہر چیز کا مالک
سب جھوٹ یہ انسان، وہ انسان خدا ہے

عقبیٰ کا کوئی خوف نہ دنیا کا کوئی ڈر
واللہ انیسؔ اپنا نگہبان خدا ہے

یونس انیس، ناگ پور

کریم تو ہے، کرم سب پہ عام تیرا ہے
جو سب سے برتر و بالا وہ نام تیرا ہے

تمام شے پہ تو رکھتا ہے دسترس اپنی
زمین تیری، فلک کا نظام تیرا ہے

یہ جسم و جان و نفس سب ترے حوالے سے
ہماری زیست کا حاصل کلام تیرا ہے

بصد خلوص لیے خود میں جذبۂ ایماں
چھلکتا دل میں محبت کا جام تیرا ہے

حرم کا ذکر ہو یا بات ہو کلیسا کی
ہر اک جگہ پہ تو ذکرِ مدام تیرا ہے

ترے ہی ذکر سے حاصل سکون ہے دل کو
رکوع و سجدہ، قیام و سلام تیرا ہے

بیان کیا کرے یونسؔ بھلا صفات تری
شعور و فکر سے بالا مقام تیرا ہے

یونس سلطان پوری، کلکتہ